

التَّقْسِيمُ وَالتَّقْعِيدُ لِلْقَوْلِ الْمُفَيَّدِ

(شرح كتاب التوحيد)

www.KitaboSunnat.com

بقلم

فضيلة الشيخ هيثم بن محمد سرحان

سابق مدرس معهد الحرم - مسجد نبوى - وجزل مينيجر: تاصل علمى

<http://attasseel-alelmi.com>

غفر الله له ولوالديه ولمن أعاذه على إخراج هذا الكتاب

مترجم

محفوظ الرحمن محمد خليل الرحمن

پی ایچ ڈی اسکالر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

نظر ثانی

فضيلة الشيخ محمد اشFAQ مدینی

مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ در بھنگر، بھار (انڈیا)

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب و سنت ذات کا** پر دستیاب تمام الیکٹرینک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجمع التحقیق الایسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس
پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 library@mohaddis.com

طبعہ اولی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

رابطہ کے لیے:

islamtorrent@gmail.com

rmahfuzrahman@gmail.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ تَحْمِدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا
مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلٌّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ﷺ، أَمَّا بَعْدُ :

كتاب شروع کرنے سے پہلے ہر طالب علم کے لیے اہم ہدایات

- [۱] متن کتاب التوحید کو اچھی طرح حفظ کرنا، کہا جاتا ہے: ”احفظ فکلُ حافظِ امام، حفظ کرو کیونکہ ہر حافظ امام ہوتا ہے۔“
- [۲] ہر آیت سے وجہ استدلال اور باب میں اس کے ذکر کرنے کے اسباب کی معرفت حاصل کرنا۔
- [۳] ہر باب کو کتاب التوحید میں ذکر کرنے کے اسباب اور اس کی مناسبت اور کتاب سے ربط کو اچھی طرح سمجھنا۔
- [۴] اس کتاب کی متعدد شروحات میں سے کسی ایک شرح پر ذہن کو مرکوز کرنا تاکہ معلومات ایک دوسرے سے خلط مطاط نہ ہوں، لہذا ہم اس کتاب کے لیے شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کی شرح «القول المفید» پر ذہن کو مرکوز کریں گے، اور جب اس سے فارغ ہوں گے تو پھر دوسری شرح سے استفادہ کریں گے، اور ہم شرح کے دوران اسی صحیح پر چلیں گے۔

ہم اس کتاب کو کیوں پڑھیں؟ کیونکہ:

- [۱] علماء ربانیین نے اس کے پڑھنے کی نصیحت کی ہے۔ [۲] یہ کتاب اپنے فن میں سب سے عمدہ کتابوں میں سے ایک ہے۔ [۳] مؤلف عزیز الشیعی نے مخالفین کی جھتوں اور شبہات کا جواب دلیل کے ساتھ بہترین انداز میں دیا ہے۔ [۴] اللہ نے اس کتاب کو شرف قبولیت بخشنا ہے۔ [۵] علماء کرام نے اس کتاب کو حفظ کرنے اور سمجھنے کی نصیحت کی ہے۔ [۶] بہترین انداز میں کتاب کی تبویب اور ترتیب قائم کی گئی ہے [۷] علماء کرام نے اس کتاب کی تدریس اور شروحات کا بکثرت اہتمام کیا ہے۔ [۸] یہ کتاب کتاب و سنت کی دلیلیوں سے بھری ہوئی ہے۔ [۹] آسان اور عام فہم عبارتوں کا استعمال کیا گیا ہے۔
- [۱۰] مؤلف کتاب کے ذی علم اور صحیح العقیدہ ہونے کی علماء کرام نے گواہی دی ہے۔ [۱۱] مؤلف نے توحید ربوہ بیت اور توحید اسماء و صفات ذکر کرنے کے ساتھ توحید عبودیت میں لوگوں کی کوتاہی دیکھتے ہوئے اس کے ذکر کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔ [۱۲] نیز مؤلف کتاب نے اس میں سلف کا طریقہ اختیار کیا ہے، یعنی اپنی طرف سے اس میں کچھ بھی ذکر نہیں کیا ہے جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کیا ہے۔

کتاب التوحید کے ابواب کی تلخیص (۲۷ ابواب)

کسی بھی کتاب کو شروع کرنے سے پہلے اس کا مقدمہ اور فہرست پڑھ لینا چاہیے تاکہ کتاب کا مضمون، تالیف کا طریقہ اور کتاب کا ایک مکمل ناکہ ذہن میں آجائے، اس نقطۂ نظر سے ہم اس کتاب کو دس قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلی قسم: مقدمہ (۵ ابواب)

[۱] (مؤلف نے باب اول کے لیے کوئی عنوان قائم نہیں کیا ہے، درحقیقت یہ باب توحید کے وجوب اور اس کی فرضیت کے بیان میں ہے)

اس باب کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ توحید سب سے تاکیدی واجب ہے، اور انیماء عیلۃ اللہ علیہ السلام کی دعوتوں کا بنیادی مقصد ہے۔

[۲] توحید کی فضیلت اور توحید کا تامن گناہوں کے کفارہ ہونے کا بیان

اس باب کو رغبت پیدا کرنے اور یہ بتانے کے لیے ذکر کیا ہے کہ کسی عمل کی فضیلت اس کے وجوب کے منافی نہیں ہے، اور اس لیے بھی کہ بہت سے لوگ توحید کی تعلیم و تعلم سے لوگوں کو دور کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔

[۳] حقیقی موحد جنت میں حساب کتاب کے بغیر جائے گا

شرک و بدعت اور گناہوں سے توحید کو خالص کرنے کا یہ باب ہے، لہذا مناسب تھا کہ توحید کے وجوب اور اس کی فضیلت کا ذکر کرنے کے بعد اس باب کو لایا جائے۔

[۴] شرک سے ڈرنے کا بیان

تحقیق توحید یعنی توحید کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے واجب ہے کہ آدمی خود اپنے لیے اور دوسروں کے لیے شرک میں مبتلا ہونے کا خطرہ محسوس کرے، کیونکہ کبھی انسان سوچتا ہے کہ اس نے توحید کے تمام تقاضوں کو پورا کر لیا ہے جب کہ ایسا ہوتا نہیں ہے، اس باب کے بعد جو بھی ابواب ہیں وہ اسی تحقیق توحید سے ہی متعلق ہے، مثلاً شرک سے ڈرنے کا بیان تحقیق توحید ہی کی قبیل سے ہے۔

[۵] لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَوَّاہی کے لیے لوگوں کو دعوت دینا

اس باب کو -واللہ اعلم - دو اباب کی بنیپر ذکر کیا ہے:

۱. جو شخص توحید کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا چاہتا ہے اس کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو اس کی دعوت دے جیسا کہ نبی ﷺ اور آپ کے تبعین نے کیا۔

۲. ان لوگوں پر رد کرنے کے لیے جو یہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کی دعوت دی جائے گی۔

دوسری قسم: توحید کی تفسیر (۶ ابواب)

[۶] توحید کی تفسیر اور کلمہ لَإِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ كَوَّاہی کا مطلب

توحید کے واجب ہونے، اس کی طرف رغبت دلانے، تحقیق توحید، اس کی مخالفت سے ڈرنے، اس کی طرف دعوت دینے کا جب ذکر کر چکے تو مناسب یہ تھا کہ اب یہاں سے لے کر آخری باب تک حقیقت توحید کی تفسیر اور اس کی وضاحت کی جائے۔

[۷] رفع بلاء اور دفع مصائب کے لیے چھلے اور دھاگے وغیرہ پہننا شرک ہے

اس سے مراد توحید کی ضد کی معرفت کے ذریعہ توحید کی تفسیر و توضیح کی گئی ہے۔

[۸] جھاڑ پھونک اور تعویذ کا بیان

اس کے ذریعہ اس جھاڑ پھونک اور تعویذ کی تفسیر بیان کی ہے جو توحید کے منافی ہے۔

[۹] کسی درخت یا پھر وغیرہ کو متبرک سمجھنا

اس کے ذریعہ منوع تبرک کی تفسیر بیان کی ہے جو توحید کے منافی ہے۔

[۱۰] غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کا بیان

مؤلف نے اس کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ غیر اللہ کے لیے محبت و تعظیم میں ذبح کرنا توحید کے منافی ہے۔

[۱۱] جہاں غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیے جاتے ہوں اس جگہ اللہ کے نام پر بھی ذبح نہیں کیا جائے گا
مؤلف نے اس کے ذریعہ یہ واضح کیا ہے کہ بعض جاہلوں کا مشرکیں کی عبادتوں اور تیہاروں کی نقل اتنا نا اور ان میں شرکت کرنا توحید کے منافی ہے۔

[۱۲] غیر اللہ کی نذر و نیاز ماننا شرک ہے

اس کے ذریعہ اس منوع نذر کی وضاحت کی ہے جو توحید کے منافی ہے۔

[۱۳] غیر اللہ کی پناہ لینا (استعاذه) شرک ہے

اس کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ غیر اللہ کی پناہ ایسی چیزوں میں لینا جن پر صرف اللہ ہی قادر ہے، توحید کے منافی ہے۔

[۱۴] غیر اللہ سے فریاد کرنا (استغاش) یا نہیں پکارنا شرک ہے

اس باب میں غیر اللہ سے فریاد کرنے اور ان سے ایسی چیزوں کے مانگنے کو جن پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قدرت رکھتا ہے، شرک ہونے کی دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔

تیسرا قسم: اللہ تعالیٰ کے سواتمام کی عبادت کا بطلان (۱۲ ابواب)

[۱۵] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: (أَيْتُرُكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يَخْلُقُونَ)

اس کے ذریعہ اللہ کے سوا خواہ نبی ہو یا بت یا کوئی اور چیز سبھوں کی عبادت کی نفی کی ہے۔

[۱۶] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: (حَقٌّ إِذَا فَرَغَ عَنْ قُلُوبِهِمْ فَأَلْوَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ)

اس کے ذریعہ فرشتوں کی عبادت کو باطل قرار دیا گیا ہے۔

[۱۷] شفاعت کا بیان

اس کے ذریعہ کافروں کا اپنے معبودوں سے شفاعت کا جو عقیدہ ہے اس کو باطل قرار دیا ہے۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: (إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحَبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ)

اس کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ ہدایت توفیق صرف اللہ ہی کے لیے ثابت ہے اور اسے غیروں سے طلب کرنا باطل ہے۔

چوتھی قسم: بنی آدم کے کفر کا سبب (۱۲ ابواب)

توحید کی تفسیر اور اللہ کے سواتمام کی عبادتوں کو باطل قرار دینے کے بعد مناسب تھا کہ کفر میں واقع ہونے کا سبب بیان کیا جائے تاکہ ہم اس سے بچ سکیں۔

[۱۹] بنی آدم کے کفر اور ترک دین کا بینا دی سبب بزرگوں کی ذات میں غلو ہے

یہ بنی آدم کے کفر میں پڑنے کا سب سے خطرناک سبب ہے، اور یہ سب سے پہلا خطرناک سبب ہے جس کے باعث دنیا میں پہلی مرتبہ شرک رانج ہوا۔

[۲۰] کسی بزرگ کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جائز و سُلْکیں جرم ہے، چہ جائیکہ خود اس مرد صالح کی عبادت کی جائے؟!

محبم، تصاویر اور قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینا شرک میں واقع ہونے کے وجوہات میں سے ایک اہم وجہ ہے۔

[۲۱] بزرگوں کی قبروں کے بارے میں غلو کرنے کا انجمام شرک اکبر

کفر پنپنے کے وجوہات میں سے بزرگوں کی قبروں کے بارے میں غلو کرنا بھی ہے۔

[۲۲] نبی ﷺ کا توحید کی مکمل حفاظت کرنا اور ذریعہ شرک بننے والی ہر را کو بند کرنا

نبی ﷺ نے اعتقادات اور افعال میں شرک کے سارے راستوں کو بند کر دیا ہے، اور عنقریب ایک باب ایسا بھی آئے گا جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے شرک تک لے جانے والے اقوال کا راستہ بھی بند کر دیا ہے۔

پانچویں قسم: ان لوگوں کی دلیل کی تردید جو کہتے ہیں کہ اس امت میں یا جزیرۃ العرب میں شرک نہیں پایا جا سکتا (ایک باب)

[۲۳] امت محمد یہ ﷺ کے بعض افراد کا بت پرستی میں بتلا ہونا

چھٹی قسم: بعض شیطانی اعمال (۷ ابواب)

[۲۴] جادو کا بیان

اس کے ذریعہ یہ بتلایا گیا ہے کہ جادو کفر کیے بنانہیں ہو سکتا، بلکہ یہ لوگوں کو کفر میں لے جانے کے سب سے بڑی وجوہات میں سے ایک ہے۔

[۲۵] جادو کی چند اقسام

اس کے ذریعہ ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ جادو کی کئی اقسام ہیں جن سے بچنا واجب ہے۔

[۲۶] نجومی اور غیب دانی کے دعوے دار

اس کے ذریعہ اس کی خطرناکی، ایسے لوگوں کے پاس جانے کا حکم اور اس کی صورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

[۲۷] جادو ٹو نے کے ذریعہ جادو کے علاج کی ممانعت

اس کے ذریعہ جادو کے علاج کے لیے جائز اور ناجائز صورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

[۲۸] بد فالی اور بد شگونی

اس کے ذریعہ زمانہ جاہلیت میں پائے جانے والی بد فالی کی نفی کی ہے اور اسے باطل قرار دیا ہے۔

[۲۹] علم نجوم کا شرعی حکم

اس کے ذریعہ علم نجوم کے مبنیہ اثر کو باطل قرار دیا ہے۔

[۳۰] چھتر لیعنی تاروں کے اثر سے بارش بر سے کا عقیدہ

اس کے ذریعہ شر کیہ اسباب سے تعلق رکھنے کی نفی کی ہے اور اسے باطل قرار دیا ہے۔

ساتویں قسم: دلوں کے اعمال (۹ ابواب)

[۳۱] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: **﴿وَمِنْ أَنَّا سِرْ مَنْ يَنْجُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا﴾**

اس کے ذریعہ ان لوگوں کے توحید کی نفی کی ہے جو مخلوق سے اللہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں۔

[۳۲] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: **﴿إِنَّمَا ذَلِكُمُ الْشَّيْطَنُ يُخَوِّفُ أَوْلَيَاءَهُ﴾**

اس کے ذریعہ ان لوگوں کے توحید کی نفی کی ہے جو مخلوق سے اللہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ ڈرتے ہیں۔

[۳۳] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: **﴿وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾**

اس کے ذریعہ ان لوگوں کے توحید کی نفی کی ہے جو غیر اللہ پر توکل کرتے ہیں۔

[۳۴] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: **﴿أَفَأَمِنُوا مَعَنِ اللَّهِ﴾**

اس کے ذریعہ یہ بتایا گیا ہے کہ موحد، اللہ کی طرف سے خوف اور رجاء کے مابین رہے۔

[۳۵] اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرنا ایمان باللہ کا حصہ ہے

اس کے ذریعہ آزمائشوں کے وقت موحد کا کیا حال ہونا چاہیے اس کو بیان کیا ہے۔

[۳۶] ریا کا بیان

اس کے ذریعہ موحد کے اوپر ریا کی خطرناکی کو بیان کیا ہے، اور یہ سب سے زیادہ خطرناک شیء ہے جس کا خوف صالحین پر کھایا جاتا ہے۔

[۳۷] انسان کا اپنے عمل سے دنیا چاہنا ایک قسم کا شرک ہے (شرک اصغر)

اس کے ذریعہ یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص آخرت والے عمل کے ذریعہ دنیا چاہتا ہے جس کا اثر نیک لوگوں پر ظاہر ہونے کا ندیشہ ہو سکتا ہے، اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ دنیا کی خاطر ہی راضی اور ناراض ہوتا ہے۔

[۳۸] اللہ کی حلال کر دہ چیز کو حرام، یا حرام کر دہ چیز کو حلال کرنے میں علماء و امراء کی اطاعت، ان کو رب کا درجہ دینا ہے (اطاعت میں شریک ٹھہرانا)

اس کے ذریعہ یہ بیان کیا ہے کہ غیر اللہ کو حاکم بنانا ناقص توحید میں سے ہے۔

[۳۹] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: **﴿لَيْلَدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الظَّغَوْتِ﴾**

یہ باب اس لیے قائم کیا ہے تاکہ موحد کو یہ سمجھنے میں مدد ملے کہ طاغوت کے انکار کا کیا مطلب ہے، اور ایمان صادق اور ایمان کا ذب کی صحیح تفسیر کیا ہے۔

آٹھویں قسم: توحید اسماء و صفات (ایک باب)

[۲۰] جس نے اسماء و صفات میں سے کسی کا انکار کیا اس کا بیان اس کے ذریعہ اس کے ایمان کی نفی کی ہے جو اسماء و صفات میں کسی کا انکار کرے۔

نویں قسم: ممنوع و شرکیہ الفاظ (۲۹ ابواب)

[۲۱] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: ﴿ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ شَمَائِيلَ كَرُونَهَا ﴾ اس کے ذریعہ یہ بیان کیا ہے کہ نعمتوں کے سلسلے میں موحد کے اوپر کیا واجب ہے۔

[۲۲] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: ﴿ فَلَا تَجْنَبُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْثُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ اس کے ذریعہ یہ بیان کیا ہے کہ موحد صرف اللہ کی قسم کھاتا ہے غیر اللہ کی نہیں، اور واو (یعنی: اور) اور ثم (یعنی: پھر) کے مابین فرق ہے۔

[۲۳] اللہ کی قسم پر کفایت نہ کرنے والے کا حکم اس کے ذریعہ یہ بیان کیا ہے کہ اللہ کی قسم کھاتے وقت موحد کے دل میں اللہ کی کس قدر عظمت ہوتی ہے۔

[۲۴] جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں کہنے کا حکم یہ باب اس لیے لائے ہیں تاکہ موحد کو اللہ کی مشیت میں کسی کو شریک کرنے سے ڈرائیں۔

[۲۵] زمانے کو گالی دینا گویا اللہ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے

اس کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ موحد کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں وہ کسی مخلوق کو گالی دے کر، درحقیقت اسے مسخر کرنے والے اور حکم دینے والے (یعنی اللہ) کو گالی نہ دے بیٹھے۔

[۲۶] ”قاضی القضاۃ“ وغیرہ القاب کی شرعی حیثیت اس کے ذریعہ سے موحد کو ڈرایا ہے کہ کہیں وہ ربویت کی حد سے تجاوز نہ کر جائے۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی کی تعظیم اور اس وجہ سے کسی نام کی تبدیلی

اس کے ذریعہ اللہ کے ناموں، صفتوں، دین اور انبیاء کے تین ایک موحد کی کیفیت اور حالت کو بیان کیا ہے۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ، قرآن کریم اور اللہ کے رسول ﷺ کا مذاق اڑانے والے کا حکم

اس کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ ان چیزوں کا مذاق اڑانے والے کے اندر توحید کی کوئی رمق باقی نہیں رہتی اور ان کے ساتھ کیسا تعامل ہو، اور ان چیزوں سے زبان کی حفاظت کرنا واجب ہے۔

[۵۹] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: ﴿وَلِنَّ أَذْقَنَهُ رَحْمَةً مِّنَ الْمُبَدِّلِ مَسَّتْهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا لِي﴾ اس کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ نعمتوں کے نزول سے پہلے اور نعمتوں کے نزول کے بعد موحد پر کیا واجب ہوتا ہے۔

[۵۰] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: ﴿فَلَمَّا أَتَتْهُمَا صَلِيلًا جَعَلَاهُ شُرَكَةً فِيمَا أَتَتْهُمَا﴾ اس کے ذریعہ نعمتوں کے حصول کے وقت مونتوں کی حالت بیان کی ہے اور ہر اس نام کی حرمت بیان کی ہے جس میں غیر اللہ کی طرف عبادیت کی نسبت ہو۔

[۵۱] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْمُسَمَّىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ اس کے ذریعہ موحد کو اللہ کے اسماء و صفات میں الحاد کرنے سے ڈرایا ہے۔

[۵۲] ﴿السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ﴾ کہنے کی ممانعت

اس کے ذریعہ موحد کو ان الفاظ کے استعمال سے ڈرایا ہے جو اللہ کے حداد کے منافی ہوں۔

[۵۳] ﴿اَنَّ اللَّهَ اَكْرَمُهُمْ﴾ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے۔ کہنے کا حکم

اس کے ذریعہ موحد کو دعا کرتے وقت استثنہ کا استعمال کرنے سے ڈرایا ہے اور یہ کہ وہ اللہ کی قدرت کاملہ کا شعور رکھے، اور دعا با کل عزم و جزم کے ساتھ مانگے۔

[۵۴] ﴿غَلَامٌ يَالْوَنْدِيُّ﴾ کو ”عبدی یاً مَتَّیٰ“ (میرابنہ یا میری بندی) کہنے کا حکم اس کے ذریعہ موحد کو بہترین الفاظ کے انتخاب کی طرف توجہ دلائی ہے۔

[۵۵] ﴿اللَّهُكَ نَّاَمَّ﴾ نام پر سوال کرنے والوں کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے

اس کے ذریعہ موحد کی حالت بیان کی ہے کہ جو اس سے اللہ کا نام لے کر مانگے تو اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے وہ اس کی حاجت کو پوری کرے۔

[۵۶] ﴿اللَّهُكَ اَوْسِطِ دَيْرَ﴾ کی تعظیم اور کمال ادب کی حالت کو بیان کیا ہے۔ اس کے ذریعہ موحد کا اللہ ﴿اللَّهُكَ﴾ کی تعظیم اور کمال ادب کی حالت کو بیان کیا ہے۔

[۵۷] ﴿اَنَّهُمْ اَكْرَمُهُمْ﴾ اگر، تو، اے کاش! کہنے کا حکم

اس کے ذریعہ بہترین منتخب کلام میں موحد کے ادب اور شریعت پر اعتراض یا تقدیر کا شکوہ نہ کرنے کو بیان کیا ہے۔

[۵۸] ﴿هُوَا اَدْنَدُهُ﴾ کو گالی دینے کی ممانعت

اس کے ذریعہ موحد کی رہنمائی کی ہے کہ جب وہ کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس انداز میں گفتگو کرے جو اس کے لیے سود مند ہو۔

[۵۹] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: ﴿يَظْلُمُونَ بِاللَّهِ عَلَيْهِ الْحَقُّ ظَنَ الْجَهْلِيَّةِ﴾ اس کے ذریعہ موحد کو اللہ سے بدگمانی رکھنے سے ڈرایا ہے جو کہ جاہلیت والا عمل ہے۔

[۶۰] ﴿مُنْكِرُونَ تَقْرِيرُهُمْ﴾

اس کے ذریعہ قضا و قدر کے سلسلے میں موحد کے ایمان کی حالت کو بیان کیا ہے۔

الْتَّقْرِيبُ إِلَى الْتَّعْلِيلِ قَوْلُ الْمُفَیدِ

[۲۱] تصویر بنانے کا حکم

اس کے ذریعہ موحد کو اللہ تعالیٰ کی ربویت کے تین حدود پھلانے کی خطرناکی سے متنبہ کیا ہے۔

[۲۲] کثرت سے قسم کھانا

اس کے ذریعہ موحد کو ایمان کی حفاظت اور لوگوں سے معاملہ کرتے وقت اللہ کی تعظیم کو ملحوظ رکھنے کی وصیت کی ہے۔

[۲۳] دشمن کو اللہ کا ذمہ اور ضمانت دینے کا حکم

اس کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ خوشی اور غم ہر دو حالتوں میں موحد کو اللہ اور اس کے نبی ﷺ کے عہد و پیمان کی عظمت کا خیال رہے۔

[۲۴] اللہ ﷺ پر قسم کھانا

اس کے ذریعہ موحد کو ڈرایا ہے کہ بندوں سے اللہ کی رحمتوں کے دروازے کو بند کر کے اللہ تعالیٰ کی ربویت کے تقاضہ کو پامال نہ کرے۔

[۲۵] اللہ تعالیٰ کو سفارشی کے طور پر مخلوق کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکتا

اس کے ذریعہ موحد کو ڈرایا ہے کہ کہیں وہ مخلوق کارتہ خالق سے نہ بڑھادے۔

[۲۶] نبی ﷺ کا گلشن توحید کی حفاظت فرمانا اور شر ک کے راستوں کو بند کرنا

اس کے ذریعہ ہر موحد کو متنبہ کیا ہے کہ اسے ہر اس گفتگو سے بچنا چاہیے جو اسے شرک تک لے جائے۔

سوال: خاتمه (ایک باب)

[۶۷] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا باب: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾

اس کے ذریعہ موحد کو یہ بتایا ہے کہ وہ مشرکین جنہوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار نہیں کیا در حقیقت انہوں نے اللہ کی مکاحقہ قدر نہیں کی، لہذا موحد کو مشرکوں کی پیروی سے بچنا چاہیے۔

پہلی قسم: مقدمہ (۵ ابواب) کتاب التَّوْحِيد

اس کتاب میں مقدمہ کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا ہے؟

[۳] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی گئی ہے جنہوں نے اپنی صحیح میں کوئی مقدمہ بیان نہیں کیا ہے، اور مؤلف نے چاہا کہ لوگوں کا براہ راست تعلق قرآن و حدیث سے ہو جائے۔
 [۴] اکتاب کے ابتدائی پانچ ابواب مقدمہ ہی کے ماندہ ہیں۔

[۱] یہ بعض نسخاں سے چھوٹ گیا ہے کیونکہ بعض نسخوں میں بسم اللہ، الحمد للہ اور نبی ﷺ پر درود و سلام موجود ہے۔
 [۲] صرف عنوان پر اکتفا کیا ہے کیونکہ کتاب کا موضوع ہی توحید ہے۔

توحید کی تعریف

شریعت میں: اللہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو اس کی تمام خصوصیات (توحید ربوبیت، الوہیت اور اسماء و صفات) میں ایک مانا

لخت میں: لفظ توحید، فعل و حَدَّدَ یوْحَدَ توحیداً کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے وَحَدَ الشَّيْءٌ؛ یعنی کسی چیز کو ایک مانا۔

[۳] توحید اسماء و صفات
 اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یا پنے رسول کی زبانی اپنابجو نام رکھا ہے یا پنے لیے جو صفت بیان کی ہے اس میں اس کو تہامانا، اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے لئے جو ثابت کیا ہے اس کو مانا اور جس کی نفی کی ہے اس کا انکار کرنا، وہ بھی بغیر کسی تحریف، تعلیل، تکیف اور تمثیل کے

[۲] توحید الوہیت
 (عبدیت)
 اللہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو اس کی عبادت میں اکیلا مانا۔

[۱] توحید ربوبیت:
 اللہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو اس کے تمام افعال میں اکیلا مانا، یا صفت خلق (پیدا کرنے، ملک (بادشاہت) اور تدبیر وغیرہ میں اللہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو اکیلا مانا۔

اعمال صالحہ توحید کے بغیر مقبول نہیں، اور ہمیں توحید کی خاطر ہی پیدا کیا گیا ہے، اور یاد رہے کہ جنت میں صرف موحد ہی داخل ہو گا، اور یہی نبیوں کی دعوت رہی ہے، تحقیق توحید شرک میں پڑنے سے مانع ہے، اور نیکیوں میں اضافے کا سبب ہے۔

الْتَّقْنِيُّونَ الْتَّقْنِيُّونَ قُولُ الْمُفَيْدِ

عبدات کا اطلاق و چیزوں پر ہوتا ہے

[۱] **عمل:** کی گئی عبادت، یہ ایک اسم جامع ہے جو ہر اس چیز کو شامل ہے جس سے اللہ مجبت کرتا ہے یا راضی ہوتا ہے خواہ یہ ظاہری یا باطنی اقوال ہوں یا افعال (ابن تیمیہ عَلَيْهِ السَّلَامُ کا قول ہے)

[۲] **عامل:** تعبد یعنی محبت و تعظیم کے جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ کے اوصیر کی بجا آوری اور نوادری سے اجتناب کرتے ہوئے تواضع اختیار کرنا۔

(۱) توحید کے وجوہ کا باب

مصنف عَلَيْهِ السَّلَامُ نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا ہے تاکہ لوگوں کا تعلق کتاب و سنت سے جڑے، البتہ انہوں نے جو دلیلیں ذکر کی ہیں وہ توحید کے وجوہ پر دلالت کرتی ہیں لہذا ہم اسے توحید کے وجوہ کا باب کہہ سکتے ہیں۔

پہلی دلیل:

[۱] اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّاَنَّ وَالْإِنْسَاَنَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ (میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں)۔

• ﴿الْعَبُدُوْنَ﴾: تاکہ مجھے اکیلام نہیں، یا مامورات کو بجا لے کر اور منہیات کو چھوڑ کر میری طاعت کرتے ہوئے میرے لیے تواضع اختیار کریں۔ «قرآن میں جہاں بھی عبادت (کا لفظ) آیا ہے اس کا معنی توحید ہے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ آیت کا معنی ہے کہ: میں نے جنات اور انسانوں کو کسی اور چیز کے لیے نہیں بلکہ صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

دوسرا دلیل:

[۲] ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنَّبَّأْتُمُوا اللَّهَ وَاجْتَنَبْتُمُوا الْأَطْلَعْنُوْتُ﴾ (ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سو اتمام معبودوں سے بچو)۔

- یہ آیت تین تاکیدات کے ذریعہ موکد کی گئی ہے: [۱] مقدر قسم، [۲] لام، [۳] اور قد.
- اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام رسل ﷺ نے توحید کی ہی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی لیے معموٹ کیا تھا۔

قرآن میں امت کا اطلاق چار معنوں پر ہوتا ہے:

جیسا کہ مذکورہ آیت میں ہے۔

۱- جماعت:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً فَانْتَ لِلَّهِ حَنِيفًا﴾ (بیشک ابراہیم پیشو اور اللہ تعالیٰ

۲- امام:

کے فرمانبردار اور یک طرفہ مخلص تھے۔

﴿بَلْ قَالُوا إِنَا وَجَدْنَا آءَابَاءَنَا عَلَىٰ أُنْتَهٰ﴾ (بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے

۳- ملت:

باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا۔)

﴿وَقَالَ الَّذِي نَحَا مِنْهُمَا وَأَذْكَرَ بَعْدَ أُمَّةً﴾ (ان دو قیدیوں میں سے جو رہا ہوا تھا سے

۴- زمانہ:

مدت کے بعد یاد آگیا۔)

﴿وَلَجَتَنِبُوا الظَّلْفُوتُ﴾ (اور طاغوت سے بچو): یعنی اس سے اس طرح سے بچو کہ تم ایک سرے پر ہو

اور وہ دوسرے سرے پر۔

- اس کی سب سے بہترین تعریف ابن قیم عجیلیہ نے کی ہے: (جس کے ذریعہ سے بندہ اپنی حد پار کر جائے، خواہ وہ معبد ہو یا متبوع یا مطاع)، اور اس سے مراد وہ ہیں جو اپنی اس عبادت سے راضی ہوں۔

[۱] متبوع: جیسے کامن، جادو گر یا علمائے سوئے، [۲] معبد: جیسے بقسر کی مورت وغیرہ۔ یاد رخت۔

[۳] مطاع: جیسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دینے والے حکمران و سلاطین۔

- یہ آیت توحید پر اس طرح دلالت کر رہی ہے کہ بت ان طواغیت میں سے ہے جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔

الْتَّقْوَىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْفَعُ الْمُفْسِدِ

- توحید دور کرنے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا جو کہ نفی اور اثبات ہیں: کیونکہ صرف نفی کرنا یہ تقطیل ہے، اور صرف اثبات کرنا اللہ کے ساتھ غیر وہ کی شمولیت کا انکار نہیں ہے، بطور مثال اگر ہم کہیں: (زید کھڑا ہے) یہ زید کے کھڑے ہونے پر تولدالٹ کرتا ہے، لیکن اس کی انفرادیت پر دلالت نہیں کرتا ہے، اور اگر ہم کہیں: (کوئی کھڑا نہیں ہوا) تو یہ محض نفی ہے، لیکن جب ہم کہیں: (زید کے سوا کوئی کھڑا نہیں ہوا) تو ایسا کہنا کھڑے ہونے میں اس کے انفرادیت کو بتلاتا ہے؛ کیونکہ یہ نفی اور اثبات دونوں کو شامل ہے۔

رسولوں کو بھیجنے کی حکمت:

[۳] اللہ ﷺ تک پہنچنے کا راستہ بنانے والا بنائے بھیجننا۔	[۲] رحمت بنا کر بھیجننا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔	[۱] بندوں پر جنت قائم کرنا: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِغَالَ يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی جنت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہنے جائے۔
---	--	---

تیری دلیل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَقَضَى رَبُّكَ إِلَّا تَعْدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَلَدِينِ إِحْسَنَنَا إِمَّا يَلْعَنَنَّ عِنْدَكُوكَمَّا أَوْ كَلَّا هُمَا فَلَا تَقْتُلْهُمَا أُفِّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ (اور تیراپر ورد گار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور مال باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تمہاری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔

- ﴿إِلَّا تَعْدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ (تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا): یہی وہ توحید ہے جو نفی اور اثبات دونوں کو شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قضا (فیصلے) کی دو قسمیں ہیں:

[۲] قضاۓ کوئی:

- یہ عام ہے ان چیزوں کے لیے جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور جن سے محبت نہیں کرتا ہے۔
- اس کا واقع ہونا یقین ہے: **(وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ إِنْسَرَكُمْ يَلَمْ فِي الْكِتَابِ لَنْفَسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ)** (تم اس کے سوائی اور کی عبادت نہ کرنا) یہاں قضی کا معنی ہو گا: وصیت کی یا شریعت مقرر کی۔ (چنانچہ کچھ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو کچھ لوگ نہیں بھی کرتے ہیں)۔

[۱] قضاۓ شرعی:

- یہ خاص ہے ان چیزوں کے لیے جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔
- یہ واقع بھی ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ہے: **(وَقَضَى رَبُّكَ أَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ)** (تیراپروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوائی اور کی عبادت نہ کرنا) یہاں قضی کا معنی ہو گا: وصیت کی یا شریعت مقرر کی۔ (چنانچہ کچھ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو کچھ لوگ نہیں بھی کرتے ہیں)۔

کیسے اللہ تعالیٰ ایسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتا؟

کبھی کبھی لوگوں کے نزدیک پسندیدہ شیئی بذات خود ناپسندیدہ ہوتی ہے، لیکن اس کے باوجود اس میں پوشیدہ حکمت و مصلحت کی وجہ سے اسے پسند کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں وہ ایک لحاظ سے تو پسندیدہ ہوتی ہے جبکہ دوسرے اعتبار سے ناپسندیدہ بھی ہوتی ہے۔

اس کی مثال آپ یوں سمجھیں کہ: بنی اسرائیل کا زمین پر فساد برپا کرنا بذات خود اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فساد کو پسند کرتا ہے اور نہ فساد کو، لیکن کوئی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے ایک لحاظ سے اللہ کے نزدیک وہ پسندیدہ بھی ہے، اور اسی طرح قحط سالی، سوکھا، بیماری اور شنگی کے لیے بھی کہا جائے گا۔

محبوب کی دو قسمیں ہیں:

- جو بذات خود محبوب نہ ہو: جیسے دوا، کہ یہ علاج کے لیے ہی محبوب ہے۔

- جو بذات خود محبوب ہو: اور وہ صرف اللہ ہے۔

الْتَّقْنِيُّونَ الْمُتَّقْنِيُّونَ قُولُ الْمُفَيْدِ

عبدیت کی تین قسمیں ہیں:

خاص الخاص: یہ رسول ﷺ کی عبدیت ہے (یہ سب سے کامل عبادت ہے)، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ﴾، (بہت بارکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا)، کیونکہ بندے کی شریعت کے معاہلے میں ان رسولوں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔	خاص: یہ عمومی طور پر طاعت والی عبدیت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَعَبَادُ الْحَمْدِ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُوَنَا﴾، (رَحْمَنَ کے سچے) بندے وہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں) اور یہ ہر اس شخص کے لیے عام ہے جو اللہ کی شریعت کے مطابق اس کی عبادت کرتا ہے۔	عام: یہ ربوبیت کی بنابر عبدیت (عبدیت قهر) ہے، یہ ہر ایک مخلوق کے لیے ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا أَتَى الرَّحْمَنَ عَبْدًا﴾ (آسمان و زمین میں جو بھی ہیں سب کے سب اللہ کے غلام بن کرہی آنے والے ہیں) اور اس میں کفار بھی داخل ہیں۔
---	--	--

چوتھی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَأَعْيُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ (اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو)۔

• ﴿شَيْئًا﴾: یہ نہیں کے سیاق میں نکرہ ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے، یعنی نہ کوئی نبی نہ فرشتہ نہ ولی بلکہ دنیا کی کوئی بھی شے ہو اللہ کے ساتھ اس کو شریک نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

پانچویں دلیل:

[۵] ارشاد الہی ہے: ﴿قُلْ تَعَالَوَ أَتَلُ مَا حَرَمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ مِّمَّا لَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ آپ کہیے کہ آدم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمادیا ہے وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھراو۔

چھٹی دلیل:

[۶] عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «جو شخص نبی ﷺ کی سر بہر و صیت ملاحظہ کرنا چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لے: ﴿فُلْ تَعَالَوْا أَنْلُ مَا حَرَمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ یہاں تک: ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ﴾ (اور یہ کہ یہ دین میر اراستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو)۔

• صراط (راہ) کی اضافت کبھی:

- اللہ کی طرف ہوتی ہے: کیونکہ یہ اللہ تک پہنچانے والا ہے اور چونکہ اللہ نے ہی اسے بندوں کے لیے وضع کیا ہے ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي﴾ (اور یہ کہ یہ دین میر اراستہ ہے)۔
- اس پر چلنے والے کی طرف ہوتی ہے: کیونکہ وہ اس پر چلتے ہیں، اور یاد رہے نجات کا راستہ صرف ایک ہے متعدد نہیں اور بقیہ متفرق راستے ہیں۔ ﴿صِرَاطُ الدِّينِ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا)۔

ان آیات میں دس و صیتیں ہیں:

دوسری آیت (۲ و صیتیں):

[۶] یتیم۔ جس کا والد اس کی بلوغت سے پہلے فوت ہو چکا ہو۔ کامال احسن طریقہ سے استعمال کرنے کی ہدایت۔ [۷] عدل و انصاف پر مبنی گفتگو کرنے کی تلقین۔ [۸] انصاف کے ساتھ ناپ تول کرنے کی ہدایت۔ [۹] اللہ سے کیا ہو اور عده پورا کرنے کی وصیت۔

پہلی آیت (۵ و صیتیں):

- اللہ تعالیٰ کی توحید۔
- والدین کے ساتھ حسن سلوک۔
- اپنی اولاد کے قتل کی ممانعت۔
- فواحش کے قریب نہ جانے کی ہدایت۔
- بے قصور کو ناجی قتل کرنے کی حرمت۔

تیسرا آیت (ایک و صیت): [۱۰] ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي﴾ (اور یہ کہ یہ دین میر اراستہ ہے)، حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک سید ہی لکیر کھنچی اور فرمایا: «یہ اللہ کا راستہ ہے» پھر آپ نے اس کے دائیں بائیں کئی لکیریں کھنچی اور فرمایا: «یہ مختلف راہیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان ہے جو اس کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہے»، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

الْتَّقْيَهُ الْتَّقْعِيدُ لِلْقُولِ الْمُفَيدُ

چند اہم فائدے:

﴿تَحْنَنُ نَرْزُقَكُمْ وَإِيَّاهُمْ﴾ (هم)

تمہیں اور ان کو رزق دیتے ہیں) یہاں والدین کے رزق سے شروع کیا کیونکہ دونوں محتاج ہیں اور سورہ اسراء میں فرمایا: ﴿تَحْنَنُ نَرْزُقَهُمْ وَإِيَّاهُكُمْ﴾ (هم انہیں اور تم کو رزق دیتے ہیں) یہاں والدین کے رزق سے پہلے اولاد کے رزق کا ذکر کیا کیونکہ دونوں مالدار تو ہیں لیکن محتاجی کا خوف کھاتے ہیں۔

معصوم یعنی وہ جان جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:
[۱] مسلم۔

[۲] ذمی (جو اسلامی مملکت میں رہتا ہو)۔
[۳] معاهد (جس سے مسلمانوں / اسلامی حکومت کا عہد و پیمان ہو)۔
[۴] مُسْتَأْمِن (جس کو ہم نے امان دے رکھی ہو)۔

آشد (چشی کی عمر، آیت کریمہ میں آشد سے مراد بلوغت کے ساتھ مال کے اندر حسن تصرف کی صلاحیت ہونا ہے) کو پہنچنا جس کی وجہ سے انسان واجبات کا پابند ہو جاتا ہے:

[۱] عمر کے پندرہ سال مکمل کر لینا۔
[۲] یا بغل میں بالوں کا نکل آنا۔
[۳] یا احتلام ہونا۔

اور عورتوں کے لیے حیض کا آنا۔

﴿وَالَا بِالْحَقِّ﴾ (سوائے حق کے) یعنی جس کو قتل کرنے کی اجازت شریعت نے دی ہے:

[۱] جان کے بدالے جان۔
[۲] شادی شدہ زناکار۔
[۳] مرتد، جو دین سے پھر گیا ہو۔

وصیت: یہاں عہد کے معنی میں ہے، اور وصیت عہد کے معنی میں اسی وقت استعمال ہو گی جب وہ کسی انتہائی اہم شے کے بارے میں ہو۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں کہا یہ آیت نبی ﷺ کی وصیت ہے جبکہ آپ نے کوئی وصیت نہیں کی؟

[۲] کیونکہ یہ اللہ کی وصیت ہے **﴿ذلکمْ وَصَنَّكُمْ بِهِ﴾** (اللہ تعالیٰ نے تم تو تاکیدی حکم دیا ہے)، اور نبی ﷺ کی جانب سے پہنچانے والے ہیں۔

[۱] اس لیے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ آیات دین کے سچی امور کو شامل ہیں، اور یہ بڑی عظیم آیات ہیں۔

ساقوں دلیل:

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نبی ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: «یَا مَعَاذُ أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ؟ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟»، قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ: أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ: أَنْ لَا يُعَذَّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا»، قُلْتُ: یا رَسُولَ اللَّهِ؛ أَفَلَا أَبْشِرُ النَّاسَ؟ قَالَ: «لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَكَلُّو»، «اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ تعالیٰ کا پر کیا حق ہے؟»، میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: «اللَّهُ تَعَالَى كَا بَنْدُوْنَ پَرْ حَقٌّ يَہٌ کہ: وَهُوَ صَرْفُ اسِيْ کِيْ عِبَادَتِ كَرِيْنَ اُوْرَاسِ کَے سَاتِھِ كَسِيْ کُو شَرِيْكِ نَهٌ شَهَرِيْرِ اِيْنِ، اُوْرَبَنْدُوْنَ كَا اللَّهُ تَعَالَى پَرْ حَقٌّ يَہٌ کہ: جو بَنْدَه شَرِكَ كَامِرَ تَكَبَّرَ نَهٌ هُوَ وَهُوَ اَسَے عَذَابَ نَهَدَ»، معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنادوں؟ تو آپ نے فرمایا: «نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسی پر بھروسہ کر کے پیٹھ جائیں»۔ متفق علیہ۔

- «أَتَدْرِي» : یہ شوق کو دو بالا کرنے اور دل کو پوری طرح متوجہ کرنے کے لیے ہے اور یہ حسن تعلیم کا بہترین طریقہ ہے۔
- «حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ» : بندوں نے اللہ پر کچھ بھی واجب نہیں کیا ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان کرتے ہوئے خود پر واجب کر لیا ہے۔
- «أَبْشِرُ» : بشارت: کہتے ہیں ایسی چیز کی خبر دینا جس کو سن کر انسان خوش ہو جائے، اور کبھی کبھی غمگین کر دینے والی خبر کے لیے بھی یہ کلمہ استعمال کیا جاتا ہے۔
- «لَا تُبَشِّرْهُمْ» : یعنی انہیں خبر نہ دو۔
- حدیث سے توحید کی فضیلت اور اس کے اللہ کے عذاب سے مانع ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

• یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا اللہ اسے عذاب نہیں دے گا، اور یہ کہ تحقیق توحید کی وجہ سے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، نبی ﷺ نے اس کے بارے میں خبر دینے سے اس لیے منع فرمایا کہ لوگ صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کے تقاضوں کو نہ چھوڑ بیٹھیں کیونکہ تحقیق توحید معاصری سے اجتناب کو مستلزم ہے اس لیے کہ معاصری خواہش نفس کی بیروی کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں جو کہ ایک طرح کا شرک ہی ہے۔

مسائل:

(یہ مسائل کتاب التوحید میں شامل نہیں ہیں، بلکہ مؤلف عزیز اللہ ہے نے انہیں گویا شرح کے طور پر بیان کیا ہے اور ان کے بیان کرنے میں سب سے بہترین شخص وہ خود ہیں کیونکہ ان سے مراد چیزوں کا علم انہیں زیادہ ہے، لہذا ان کا خیال رکھنا چاہیے)۔

پہلا: جن و انس کی تخلیق کی حکمت (توحید کا اقرار اور شرک سے اجتناب ہے اور دیگر اشیاء جیسے کھانا پینا اور شادی پیاہ وغیرہ ضروریات زندگی ہے)۔

دوسرہ: عبادت سے مراد توحید ہی ہے کیونکہ آپ کے اور قریش کے مابین جگہڑا اسی معاملہ پر تھا (یعنی نبی ﷺ اور قریش کے مابین، لہذا ہر عبادت، جس کی بنیاد توحید پر منہ ہو، باطل ہے)۔

تیسرا: جو شخص توحید پر کار بند نہیں اس نے اللہ کی عبادت ہی نہیں کی اور سورہ کافرون کی اس آیت ﴿وَلَا أَنْتَمْ عَنِّيْدُوْنَ مَا أَعْبُدُ﴾ (تم اس کی پرستش کرنے والے نہیں جس کی پرستش میں کرتا ہوں) کا مفہوم بھی بھی ہے۔

چوتھا: رسولوں کی بعثت کی حکمت (یعنی ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دینا اور طاغوت، ماسو اللہ کی عبادت سے منع کرنا)۔

پانچواں: رسالت تمام امتوں کے لیے عام ہے (امت سے مراد: دنیا کی تمام قویں اور جماعتیں ہیں)۔

چھٹا: تمام انبیاء کا دین ایک ہی تھا (اصل دین ایک ہی ہے یعنی ان کی دعوت کا محور اور مرکزی نقطہ صرف توحید ہی ہے، البتہ عملی شریعت، امت، مکان اور زمان کے اعتبار سے مختلف ہوتی تھی)۔

ساتواں: ایک بڑا مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ طاغوت کا انکار کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت ممکن نہیں۔ اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالْطَّاغُوتِ﴾ (سوجہ شخص طاغوت کا انکار کرے) الائیہ (اس مسئلہ کو بڑا اس لیے کہا کہ اکثر لوگ اس سے نا بلد ہوتے ہیں، ہاں یاد رہے جس نے ان امور میں

سے کچھ انجام دیا اس پر شرک، کفر یا لعنت کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان امور یا ان جیسے دیگر امور میں فیصلہ صادر کرنے سے پہلے اسباب اور موانع کا خیال رکھنا ضروری ہے)۔

آٹھواں: طاغوت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے۔

نواں: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین کے نزدیک سورہ انعام کی مذکورہ بالاتین مکمل آیات کی کس قدر اہمیت اور عظمت تھی، ان میں دس مسائل ہیں جن میں سے اولین مسئلہ شرک سے ممانعت کی ہے۔

دسویں: سورہ اسراء (عن اسرائیل) کی مکمل آیات میں اخبارہ مسائل بیان ہوئے ہیں، جن کا آغاز اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے کیا ہے: ﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أَخْرَ فَنَقْعَدْ مَدْمُومًا مَحْذُولًا﴾ (اللہ تعالیٰ

کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا ورنہ ذلیل اور بے یار و مدد گار ہو کر پیش رہو گے)، اور ختم اس فرمان پر کیا ہے

﴿وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أَخْرَ فَنَلْقَنَ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَدْحُورًا﴾ (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنالیں کہ ملامت زدہ اور راندہ بنائ کر جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے)، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان مسائل کی

اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَيْنَا رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ﴾ (یہ ان دانائی کی باقیوں میں سے ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کی ہیں)۔

گیارہواں: سورہ نساء کی یہ آیت جو حقوق عشرہ کی آیت کہلاتی ہے، کا آغاز بھی اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان سے کیا ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ (اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ)۔ (اللہ تعالیٰ کا حق ادا بیگ کے اعتبار سے تمام دیگر حقوق پر مقدم ہے)۔

بارہواں: اس میں نبی ﷺ کی اس وصیت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے جو آپ نے وفات کے وقت فرمائی تھی۔ (درحقیقت آپ نے اس کی وضاحت کے ساتھ وصیت نہیں کی تھی بلکہ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا کہ ہم جب تک کتاب اللہ کو تھامے رہیں گے گمراہ نہ ہوں گے)۔

تیزہواں: ہمارے ذمہ اللہ کا کیا حق ہے اس کی معرفت (کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں)۔

چودہواں: بندے جب اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ (یہ درحقیقت اللہ کا احسان ہے بندوں پر)۔

پندرہواں: اس مسئلہ کا علم اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں تھا (کیونکہ معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کی خبر اپنی وفات کے وقت ستمان علم کے گناہ کے خوف سے لوگوں کو دی تھی اور اس وقت تک بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

وفات پاچکے تھے، دیگر صحابہ کرام کو نبی ﷺ نے یہ خبر اسی پر بھروسہ کر لینے کے ڈر سے نہیں دی تھی نہ کہ آپ کا یہ مقصد تھا کہ کسی کو بھی نہ بتایا جائے کیونکہ اگر آپ کا یہی مقصد ہوتا تو معاذ بن عوف کو بھی اس کے بارے میں نہیں بتاتے)۔

سولہواں: مصلحت کے پیش نظر ستمان علم کا جواز (یہ علی الاطلاق نہیں ہے)۔

سترہواں: کسی مسلمان کو ایسی خبر دینا مستحب ہے جس سے وہ خوش ہو (یہ اس حدیث کے سب سے بہترین اور عمدہ فوائد میں سے ایک ہے)۔

اٹھارہواں: اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت پر ہی بھروسہ کر کے ترک عمل سے ڈرتے رہنا۔ (اور یہی معاملہ نا امیدی کا بھی ہے)۔

انیسواں: اگر شخص مسؤول کو کسی بات کا علم نہ ہو تو اس کے متعلق «(اللہ و رسولہ أعلم) اللہ اور اس کے

رسول بہتر جانتے ہیں» کہنا (ایسا یعنی نبی ﷺ کے اضافے کے ساتھ صرف نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں

یا ان شرعی امور کے لیے کہنا درست ہے جو نبی ﷺ نے ہمیں بتایا ہے)۔

بیسواں: کسی کو علم سکھانا اور کسی کو اس سے محروم رکھنے کا جواز۔

اکیسواں: نبی ﷺ کا توضیح کر آپ گدھے پر سوار ہوئے اور ساتھ میں اپنے پیچھے ایک آدمی کو بھی سوار کر لیا، جو کہ مزید متوضع ہونے کی دلیل ہے۔

باکیسواں: سواری پر اپنے پیچھے کسی دوسرے کو بٹھانے کا جواز (بشرطیکہ یہ جانور پر دشوار نہ ہو)۔

تینیسواں: مسئلہ توحید کی عظمت۔

چوبیسواں: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت۔

[۲] توحید کی فضیلت اور اس کا گناہوں کے کفارہ ہونے کا بیان

توحید سے دور کرنے والے شیطانی وسوسوں کے برخلاف لوگوں کو توحید کی طرف شوق و رغبت دلانے کے لیے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب قائم کیا ہے۔ اور کسی چیز کی فضیلت کو ثابت کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ واجب نہیں ہے، بلکہ یہ فضیلت اس کے آثار و نتائج میں سے ہے، اور توحید بذات خود اہم اور تاکیدی واجبات میں سے ہے، جیسے باجماعت نماز ادا کرنا۔

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿الَّذِينَ إِمَانُوا وَلَمْ يَلِمُسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ (اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلوہ نہیں کیا، ان کے لیے امن ہے اور وہی لوگ راہ راست پر ہیں)۔

- ﴿وَلَمْ يَلِمُسُوا﴾: یعنی خلط ملط نہیں کیا۔ ﴿بِظُلْمٍ﴾: ظلم یہاں ایمان کے مقابلہ میں ہے جس سے مراد شرک ہے۔
- ﴿مُهْتَدُونَ﴾ (ہدایت یا فافہ ہیں): [۱] دنیا میں: علم و عمل کے ذریعہ اللہ کی شریعت اپنانے کی وجہ سے [۲] آخرت میں: حصول جنت اور دیدار اہمی کی وجہ سے۔
- توحید کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ دنیا و آخرت میں امن حاصل ہوتا ہے۔

دوسری دلیل:

[۲] عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، وَكَلِمَتُهُ الْقَاتِلَةُ إِلَى مَرِيمَةَ، وَرُوحُ مِنْهُ، وَالْجَنَّةَ حَقٌّ، وَالنَّارَ حَقٌّ، أَدْخِلُهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ»، «جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ: اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے، رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم علیہ السلام کی طرف ڈالا تھا نیز اس کی طرف سے (بھیجی ہوئی) روح تھے، اور جنت اور جہنم برحق ہیں، تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ (بہر حال) جنت میں داخل کرے گا، خواہ اس کے عمل

ہوں۔»۔ متفق علیہ۔

تیری دلیل:

صحیحین میں عقبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (کہ نبی ﷺ نے فرمایا): «فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَاتَلَ: (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)؛ يَتَسْعَى بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ»، «اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جو محض رضائے الہی کے لئے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کا اقرار کرے، دوزخ پر حرام کر دیتا ہے»۔

- «شہدہ»: شہادت: زبان سے اعتراف، دل سے اعتقاد اور اعضاء و جوارح کے ذریعہ تصدیق کرنے کا نام ہے۔
- «أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»: عبادت کا حقیقی مستحق اللہ کے سو اکوئی اور نہیں ہے۔
- «وَحْدَهُ» اس میں اثبات کی تاکید ہے، «لَا شَرِيكَ لَهُ» اس میں نفی کی تاکید ہے باس معنی کہ اس میں اللہ کے خصائص میں کسی کی شر اکت کی نفی تاکید کے ساتھ کی گئی ہے۔
- «وَأَنَّ مُحَمَّداً»: بن عبد اللہ بن عبد المطلب القرشی الحاشی خاتم النبیین۔
- «عَبْدُهُ»: (اس کے بندے ہیں) یعنی: [۱] اللہ کے شریک نہیں ہیں، [۲] اللہ کی سب سے زیادہ عبادت کرنے والے ہیں۔
- «وَرَسُولُهُ»: (اور اس کے رسول ہیں) یعنی آپ کی باتیں وحی پر مبنی ہیں نہ کہ جھوٹ اور افتر اپر دازی پر، تحقیق شہادت رسالت کی پختگی گواہی کی نفیض ہے: [۱] گناہ کے کام، [۲] دین میں ایسی بدعتوں کی ایجاد جو دین کا حصہ نہیں ہیں۔
- معاصی عام معنی میں شرک کو بھی کہا جاتا ہے، اور خاص معنی میں اس کی قسمیں ہیں: [۱] شرک اکبر، [۲] شرک اصغر، [۳] گناہ صغیرہ [۴] گناہ کبیرہ۔
- «عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ»: یہ نصاری پر رہے «وَرَسُولُهُ» یہ یہود پر رہے، ہم ان کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی لائی ہوئی شریعت جو ہماری شریعت کے مخالف ہو اس کا اتباع ہمارے لیے ضروری نہیں ہے، اور ہم سے پہلے والی شریعت کی، ہماری شریعت کے مقابلے میں درج ذیل حالات ہیں:
 ۱. وہ ہماری شریعت کے مخالف ہو، تو ہمارا عمل اپنی شریعت پر ہو گا۔
 ۲. وہ ہماری شریعت کے موافق ہو، تو ایسی صورت میں بھی ہم اپنی شریعت پر ہی عمل کریں گے۔
 ۳. اس چیز کے تعلق سے ہماری شریعت خاموش ہو، تو ایسی صورت میں وہ ہماری شریعت مانی جائے گی۔

- عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں اعتقاد رکھنے والوں کے تین اقسام ہیں (افراط و تفریط اور معتدل):
 - ا. جفا کرنے والے: جیسے یہود جنہوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ اور آپ کی ماں کے بارے میں طعن و تشنیع سے کام لیا، آپ کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کے قتل کے درپے ہو گئے۔
 - ب. غلوکرنے والے: جیسے نصاری جنہوں نے کہا کہ آپ اللہ کے بیٹے ہیں، ثالث من ثلاثة ہیں اور آپ کو اپنا معبود بنالیا۔
 - ج. معتدل: وہ ہم لوگ ہیں جو گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ کی ماں صدیقہ تھیں، وہ اپنی شر مگاہ کی حفاظت کرنے والی پاکدا من اور کنواری تھیں، آپ کی مثال اللہ کے نزدیک بالکل آدم علیہ السلام کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور کہا: کن (ہو جا) تو آپ وجود میں آگئے۔
- «کَلِمَتُهُ»: کیونکہ آپ کلمہ (کن) سے پیدا کیے گئے نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام بذات خود اللہ کے کلام ہیں، کیونکہ کلام، اللہ کی صفت ہے۔
- «رُوْحُ مُنْتَهٰ»: اس کی پیدا کر دہ روحوں میں سے ایک (پاکیزہ) روح ہیں۔ اس کی اضافت اللہ کی طرف عزت و تکریم کے لیے کی گئی ہے۔
- «أَذْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ» اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو جنت میں داخل کرتے ان کی دو فقیہیں ہیں:
 - ا. بغیر کسی سزا اور عذاب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے یہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں مکمل عمل کیا ہو گا اور شریعت کے مطابق زندگی گزاری ہو گی۔
 - ب. عذاب کا مزہ چکھنے کے بعد جنت میں داخل کیے جائیں گے یہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں ناقص عمل کیا ہو گا اور عمل میں کاہلی اور سستی سے کام لیا ہو گا (لیکن یہ بھی مشیت الہی کے تحت ہو گا، چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل فرمادے)۔
- «قَالَ: (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)»: اس کے لیے اخلاص شرط ہے جس کی دلیل یہ ہے «يَتَسْعَى بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ»۔ اس حدیث میں دو فرقوں پر رد ہے:
 - ا. مرجئہ پر: جو کہتے ہیں کہ صرف «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» کہنا کافی ہے، عمل اور اخلاص کی ضرورت نہیں۔
 - ب. خوارج پر: جو کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کامر تکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا (اگر توبہ کئے بغیر مرجائے)۔

الْتَّقْبِيْعُ عَلَى لِقَالُ الْمُفَيْدِ

جس کی اضافت اللہ نے اپنے نفس کی طرف کی ہے:

اضافت اوصاف: جس چیز کی اضافت اللہ کی طرف ہو اور اللہ سے منفصل نہ ہو تو یہ غیر مخلوق ہے: ﴿لَمَّا خَلَقْتُ يَدَيَّ﴾، (جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے) تو یہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف کرنے کے باب سے ہے۔

اضافت اعیان: جس چیز کی اضافت اللہ کی طرف ہو اور اللہ سے منفصل ہو اور بذات خود قائم ہو تو وہ مخلوق ہے: ﴿نَافَةَ اللَّهِ﴾، (اللہ کی اوٹی) یہ مخلوق کی اضافت خالق کی طرف کرنے کے باب سے ہے، لہذا ”نافَةَ اللَّهِ“ میں لفظ ”نافَة“ بذات خود قائم ہے اور اللہ سے منفصل ہے اس بنا پر وہ مخلوق ہے۔

اضافت عامہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿إِنَّ أَرْضِي وَسِعَةٌ﴾ (یقیناً میری زمین و سیع ہے)۔

اضافت تشریف: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾ (اور اس کی پیدا کردہ روحوں میں سے ایک (پاکیزہ) روح ہیں)۔

چونکی اور پانچوں دلیل:

[۳] ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَالَّذِي أَنْهَا عَنِ الْمُجْرِمِنَاتِ هُنَّ الْمُنْذَرُونَ» یا رَبِّ عَلَّمْنِي شَيْئاً أَذْكُرُكَ وَأَدْعُوكَ بِهِ، قَالَ: قُلْ يَا مُوسَى: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، قَالَ: كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُونَ هَذَا؟ قَالَ: يَا مُوسَى؛ لَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ - غَيْرِي - وَالْأَرْضِينَ السَّبْعَ فِي كِفَّةٍ، وَ(لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) فِي كِفَّةٍ، مَالَتْ بَهْنَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»، «موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا، اے میرے پروردگار! مجھے کوئی ایسا ذکر بتائیے جس کے ذریعہ میں تجھے یاد کروں اور دعا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسی! ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! یہ کلمہ تو تیرے سب بندے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسی! اگر ساتوں آسمان اور ان میں بسنے والے بجز میرے اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پڑھے میں ہوں اور ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ ایک پڑھے میں ہو تو، ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ ان سب سے وزنی ہو گا، اہن جہاں اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

[۵] اور سنن ترمذی میں حسن سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: «قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرْبَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقَيْتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئاً، لَا تَنْتَكَ بِقُرْبَابِهَا مَغْفِرَةً»،

«اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس زمین بھر گناہ لائے، پھر اس حال میں تو مجھ سے ملاقات کرے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں اسی قدر تیری طرف مغفرت و بخشش لے کر آؤں۔»

- **«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»**: یہ جملہ ذکر ہے جو دعا کو مضمون ہے کیونکہ ذکر کرنے والا اس کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے، لیکن جو شخص ایسی چاپی لے کر آئے جس میں دندان نہ ہو تو اس سے تالا نہیں کھل سکتا، اور **«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»** کے شروع ہی اس کے دندان ہیں۔
- **«بِقُرَابَةِ مَغْفِرَةً»**: یہ توحید کی عظمت ہے کہ بندہ جب اللہ سے شرک کی ملاوٹ سے پاک ہو کر ملاقات کرتا ہے تو وہ اس کے کبیر گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اور مغفرت کہتے ہیں: گناہوں کو ڈھانپنا اور اس سے تجاوز کرنا۔

مسائل:

پہلا: اللہ کے فضل کی وسعت۔

دوسرہ: اللہ کے نزدیک توحید کے ثواب کی کثرت۔

تیسرا: ثواب کے ساتھ ساتھ عقیدہ توحید گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

چوتھا: اس سے سورہ النعام والی آیت کی تفسیر بھی واضح ہو جاتی ہے (کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے) **﴿الَّذِينَ إِمَانُوا وَلَمْ يَلِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾** (جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے)۔

پانچواں: عبادہ **رَبِّ الْعَالَمِينَ** کی حدیث میں جو پانچ امور مذکور ہیں ان میں غور و تدبر کرنا، جن میں سرفہرست توحید کا اقرار اور شرک سے اجتناب ہے۔

چھٹا: حدیث عبادہ اور حدیث عتبان **رَبِّ الْعَالَمِينَ** دونوں کو جمع کریں تو ان سے **«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»** کا معنی اور جو لوگ دھوکے میں مبتلا ہیں ان کی خطا مزید واضح ہو جاتی ہے (ضروری ہے کہ وہ اس کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی چاہتا ہو، اور جس کا معاملہ ایسا ہو گا وہ یقیناً عمل صالح انجام دے گا)۔

ساتواں: عتبان **رَبِّ الْعَالَمِينَ** کی حدیث میں موجود شرط کی طرف توجہ (صرف زبان سے کہنا کافی نہیں ہے، بلکہ دل سے تصدیق اور عمل صالح کرنا بھی ضروری ہے)۔

اٹھواں: انبیاء کرام بھی کلمہ **«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»** کی فضیلت جانے کے محتاج تھے (تو ان کے علاوہ لوگ تو بدرجہ اولیٰ محتاج ہیں)۔

نوال: یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ تمام آسمانوں اور زمینوں سے وزنی اور بھاری ہونے کے باوجود بہت سے کلمہ گو کے ترازوں ملکے ہوں گے (مصیبت کہنے والے کی ہے، بذات خود اس کلمہ میں کوئی نقص نہیں ہے، اس کی وجہ شرط میں خلل یا اس کو ہٹا کرنے والی کسی چیز کا ارتکاب کرنا ہے)۔

دسوال: اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات پیس (یہ برابری اور مماثلت صرف عدد میں ہے)۔

گیارہوال: ان میں آبادیاں ہیں (یعنی آسمان میں، اور اس کی آبادیاں فرشتے ہیں)۔

بارہوال: اللہ تعالیٰ کے بھی اوصاف (صفات) ہیں، جبکہ اشاعرہ کا عقیدہ اس کے بر عکس بعض صفات کا انکار کرنا ہے (اور معطلہ کا بھی، کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ”وجہ“ کا اثبات ہے۔ کیونکہ اشاعرہ بعض صفات کا انکار کرتے ہیں اور معطلہ تمام صفات کا)۔

تیرہوال: جب آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو اچھی طرح سمجھ لیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث: «فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)، يَيْتَغْيِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ»، ”کہ جو شخص محض رضائے الہی کی خاطر کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا اقرار کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دیتا ہے“ سے شرک کو مکمل چوڑ دینا مراد ہے، اور محض زبان سے کلمہ پڑھ لینا نجات کے لیے کافی نہیں ہے۔

چودہوال: یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ اس حدیث میں محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کو اللہ کے بندے اور رسول کہا گیا ہے۔

پندرہوال: عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی طور پر اللہ کا کلمہ کہنے کی معرفت (اور یہ کہ آپ بنا باپ کے پیدا کیے گے)۔

سولہوال: آپ کا اللہ کی روح ہونے کی معرفت (آپ ان جملہ روحوں میں سے ہیں جنہیں اللہ نے پیدا فرمایا ہے)۔

سترنہوال: جنت اور جہنم پر ایمان لانے کی فضیلت کی معرفت (اور یہ کہ یہ جنت میں داخلہ کے اسباب میں سے ہے)۔

اٹھارہوال: حدیث میں وارد لفظ: «عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ) چاہے جیسا بھی عمل ہو» کی معرفت۔ (یعنی صاحب توحید ہونا شرط ہے)۔

انیسوال: اس بات کی معرفت کہ میزان (ترازو) کے دو پلڑے ہیں۔

بیسوال: اس حدیث میں مذکور ”وجہ“ (چہرہ) کی معرفت (جو کہ اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے)۔

[۳] اس بات کا باب کہ حقیقی موحد بلا حساب جنت میں جائے گا

اس باب کو اس لیے قائم کیا ہے کہ ہم حقیقی موحد بن جائیں جو ہمارے اوپر واجب ہے اور اس کی طرف ہم راغب ہوں، اور تحقیق توحید کا مطلب یہ ہے کہ: علم، اعتقاد اور خالص پیروی کے ساتھ توحید کو شرک، بدعت اور گناہوں سے پاک و صاف رکھا جائے۔

مؤلف عہد الشیعیہ نے تحقیق توحید کے مفہوم کو سمجھانے کے لیے کئی ابواب قائم کئے ہیں تاکہ قارئین کو تفصیل کے ساتھ جائز کاری حاصل ہو جائے، توحید میں پہنچنی درج ذیل طریقوں سے آئے گی:

[۱] اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کے ذریعہ [۲] سادات اولیاء (صحابہ کرام) کی اقتداء کے ذریعہ۔

[۳] توحید پر قرار رہنے اور شرک و معاصی سے اجتناب کے ذریعہ خواہ آپ اکیلے ہی کیوں نہ ہوں۔

[۴] توکل علی اللہ کے ذریعہ اور جہاڑ پھونک، داغنے اور بد فائی کو ترک کر کے۔

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّ إِنْرَهِيمَ كَانَ أُمَّةً فَانْتَ لَهُ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (بیشک ابراہیم علیہ السلام پیشواؤ اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور یک طرفہ مخلص تھے۔ وہ مشرکین میں سے نہیں تھے)۔

اس آیت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعریف ہے، لہذا ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم آپ سے محبت کریں اور آپ کی پیروی کریں، ہم جس قدر ان کی پیروی کریں گے اسی قدر ہم بھی درج ذیل اوصاف سے متصف ہو سکیں گے، وہ اس طرح کہ انہوں نے چھ امور کے ذریعہ توحید کی تحقیق کی جیسا کہ آیت میں مذکور ہے:

۱. ﴿أُمَّةٌ﴾: ایسے امام تھے جن کی پیروی اعمال، افعال اور جہاد میں کی جاتی ہے اللہ پر اعتماد رکھتے ہوئے۔

۲. ﴿فَانَّا﴾: ہمیشہ طاعت کرنے والے، ہر حال میں اس پر قائم رہنے والے، یعنی آپ دائمی اطاعت گزار تھے۔

۳. ﴿لَهُ﴾: یہ آپ کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔

۴. ﴿حَنِيفًا﴾: شرک سے منہ موزکر اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے، ہر اس چیز کو چھوڑ دینے والے جو طاعت کے مخالف ہو۔

۵. ﴿وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾: شرک اور مشرکین سے براعت (دل، زبان اور اعضاء و جوارح کے ذریعہ)۔

۶. ﴿شَاكِرًا لِّلْأَنْعَمَة﴾: کیونکہ نعمت آزمائش ہے جس کا شکر ادا کیا جانا چاہیے۔

فوازد:

۱. ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کی وفات حالت شرک میں ہی ہوئی تھی ﴿فَلَمَّا نَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَذَّبُوْلِلَّهُ تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾ (پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گئے)۔
۲. نوح علیہ السلام کے والدین مومن تھے، ﴿رَبِّ أَعْفِرُ لِي وَلِوَلْدَتِي﴾ (اے اللہ تو مجھے اور میرے والدین کو بخشن دے)۔
۳. امام احمد عزیز الشیعی فرماتے ہیں: تین چیزوں کی کوئی اصل نہیں: مغازی، ملاحم اور تفسیر، کیونکہ یہ تینوں ہی عمومی طور پر بلا سند بیان کی جاتی ہیں، لہذا سبقہ امتوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ یا تو اللہ کا کلام ہے یا پھر نبی علیہ السلام کا فرمان۔

دوسری دلیل:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَالَّذِينَ هُوَ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ﴾ (جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ہیں)

• ﴿لَا يُشْرِكُونَ﴾: شرک یہاں اپنے عام معنی میں ہے، کیونکہ اللہ کے نیک بندے تحقیق توحید کے لیے شرک سے اجتناب کرتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ ان سے معاصی کا صدور نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہر بھی آدم گناہ گار ہے مخصوص نہیں، ہاں جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ اپنے رب کے حضور میں توبہ کرتے ہیں نہ کہ اس پر مصروف ہتے ہیں۔

تیسرا دلیل:

حصین بن عبد الرحمن عزیز الشیعی کہتے ہیں کہ میں (ایک دفعہ) سعید بن جبیر عزیز الشیعی کے پاس حاضر تھا کہ انہوں نے کہا: ایکُمْ رَأَى الْكَوْكَبَ الَّذِي انْقَضَ الْبَارِحَةَ؟ فَقُلْتُ: أَنَا، ثُمَّ قُلْتُ: أَمَا إِنِّي لَمْ أَكُنْ فِي صَلَالَةٍ؛ وَلَكِنِّي لُدِغْتُ، قَالَ: فَمَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: ارْتَقَيْتُ، قَالَ: فَهَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ؟ قُلْتُ: حَدِيثُ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ، قَالَ: وَمَا حَدَّثَكُمْ؟ قُلْتُ: حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ الْحُصَيْبِ؛ أَنَّهُ قَالَ: «لَا رُقِيَّةٌ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَّةٍ»، قَالَ: قَدْ أَحْسَنَ مَنِ اتَّهَى إِلَى مَا سَمِعَ؛ وَلَكِنْ حَدَّثَنَا أَبْنُ عَبَّاسٍ ق، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمُّ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، إِذْ رُفِعَ لِي

سواد عظیم، فظنت ائمہ امتی، فقیل لی: هذا موسی و قومہ، فنظرت فإذا سواد عظیم، فقیل لی: هذه امتك، و معهم سبعون ألفا يدخلون الجنة بغير حساب ولا عذاب، ثم هبض فدخل منزله، فخاص الناس في أولئک، فقال بعضهم: فعلهم الذين صحبوا رسول الله ﷺ، وقال بعضهم: فعلهم الذين ولدوا في الإسلام فلم يشرکوا بالله شيئاً، وذکروا أشياء، فخرج عليهم رسول الله ﷺ فأخبروه، فقال: هم الذين لا يستحقون، ولا يكتون، ولا ينتظرون، وعلى ربهم يتوكلون، فقام عکاشہ بن محسن، فقال: يا رسول الله، ادع الله أن يجعلني منهم، فقال: أنت منهم، ثم فام رجل آخر، فقال: ادع الله أن يجعلني منهم، فقال: سبقك بها عکاشہ، ذكر شرط رات لون والاستاره تم میں سے کس نے دیکھا؟ تو میں نے کہا: میں نے، پھر ساتھ ہی یہ بھی کہ دیا کہ میں اس وقت نماز میں مشغول نہیں تھا، بلکہ کسی چیز نے دس لیا تھا، سعید بن جبیر علیہ السلام نے پوچھا: تو پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا: میں نے دم کیا تھا، انہوں نے مجھ سے پھر پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو میں نے جواب میں کہا کہ ہم سے شعبی نے ایک حدیث بیان کی ہے، اسی کی بنابر میں نے دم کیا تھا۔ سعید بن جبیر نے پھر سوال کر دیا: شعبی علیہ السلام نے تم سے کیا بیان کیا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ انہوں نے ہم سے بریدہ بن حصیب علیہ السلام سے مروی ایک حدیث بیان کی کہ «نظر بد اور کسی زہر لیلی چیز کے کامنے کے سوا کسی اور صورت میں دم نہیں»، یہ سن انہوں نے کہا کہ: «جس نے دلیل معلوم کر کے عمل کیا اس نے بہت ہی اچھا کیا»، البته ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی یہ حدیث سنائی: «میرے سامنے بہت سی امیں پیش کی گئیں، میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ تو بہت بڑی جماعت ہے اور کسی کے ساتھ تو ایک مختصر سی جماعت ہے۔ اور میں نے ایک نبی ایسا بھی دیکھا جس کے ساتھ کوئی ایک بھی (امتی) نہیں تھا۔ اسی اثناء میں میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت نمودار ہوئی، میں نے سمجھا کہ یہ میری امت ہے، لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسی علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ پھر میں نے ایک اور بہت بڑی جماعت دیکھی، مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان میں ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ اور کھر تشریف لے گئے، صحابہ کرام ﷺ ان (خوش نصیب ستر ہزار) افراد کے بارے میں قیاس آرائیا کرنے لگے، بعض نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہیں جو (عہد) اسلام میں پیدا ﷺ کا ساتھی ہوئے کا شرف حاصل ہوا، تو کچھ لوگوں نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہیں جو (عہد) اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ اور باتیں بھی ذکر کیں۔ اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے تو صحابہ کرام ﷺ نے آپ کو اپنی آراء سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ کرواتے ہیں، نہ اپنے جسم داغتے ہیں، نہ بدقالی لیتے ہیں اور وہ صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر عکاشہ بن محسن علیہ السلام کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، یہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے۔ آپ نے فرمایا: تم ان میں سے ہو۔ اس کے بعد ایک دوسر ا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے لیے بھی دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر دے۔ آپ نے فرمایا: اس (دعا) میں عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔

- «انقضَّ»: ٹوٹ کر گرا «ازْتَقِيَّتُ»: میں نے دم کیا تھا «عَيْنٌ»: حسد والی نگاہ۔
- «فَمَا حَمَلَكَ عَلَىٰ ذَلِكَ؟»: اس میں ادب کے دائِرے میں رہتے ہوئے جحت یا دلیل طلب کرنے کا جواز ملتا ہے۔
- «لَا رُقْبَةٌ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَّةٍ»: یعنی: کوئی بھی جھاڑ پھونک (بشرطیکہ شرعی ہو) اتنی موثر نہیں جتنی وہ نظر بد اور زہر یا جانور کے زہر اتارنے میں کارگر ہے، ہاں یاد رہے کہ اس کے علاوہ چیزوں میں بھی شرعی جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے۔
- «حُمَّةٌ»: یہ کسی بھی زہر یا جانور کے ڈنک مارنے کو کہتے ہیں، اور حُمَّةٌ بخار کو کہتے ہیں۔
- «رَهْطٌ»: تین سے لے کر نو تک کی عدد کے لیے بولا جاتا ہے۔
- «لَا يَسْتَرْقُونَ»: کسی سے یہ نہیں کہتے ہیں کہ پڑھ کر میرے اوپر دم کر دو، مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے:
 - [۱] اللہ تعالیٰ کے اوپر مضبوط اعتماد کی وجہ سے [۲] غیر اللہ کے سامنے اپنی عزت نفس کی حفاظت کی خاطر۔ [۳] اور اس لیے کہ قلب کا تعلق غیر اللہ سے قائم نہ ہو۔
 - «لَا يَرْقُونَ» (وہ دم نہیں کرتے ہیں) اولی روایت صحیح نہیں ہے جیسا کہ شیخ الاسلام نے کہا ہے کیونکہ نبی ﷺ خود پر دم کیا کرتے تھے اور جبریل علیہ السلام اور عائشہ ؓ نے آپ کے اوپر دم کیا تھا اور اسی طرح صحابہ کرام دم کیا کرتے تھے۔
 - دوسروں سے جھاڑ پھونک کروانے کے سلسلے میں لوگوں کے کئی اقسام ہیں:
 - [۱] کسی سے کہے کہ وہ اس پر دم کرے، اس شخص سے کمال فوت ہو گیا (یعنی وہ ستر ہزار افراد میں سے خارج ہو گیا)۔
 - [۲] کوئی خود سے دم کرنے کے لیے آئے تو اس کونہ روکے، اس سے کمال فوت نہیں ہو گا کیوں کہ اس نے طلب نہیں کیا ہے کہ کوئی اس پر دم کرے۔
 - [۳] کوئی خود سے دم کرنے کے لیے آئے تو اس کو دم کرنے سے روکنا، سنت کے خلاف ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اماں عائشہ ؓ کو اپنے اوپر دم کرنے سے نہیں روکا تھا۔
 - «وَلَا يَكْتُوونَ»: کسی دوسرا سے داغنے کو نہیں کہتے ہیں۔
 - «وَلَا يَتَطَبَّرُونَ»: تطری عربی زبان میں بد شکونی لینے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی دیکھنے والی، سنائی دی جانے والی یا ایک متعین جگہ یا وقت سے لیا جائے۔ اور حکم کے اعتبار سے ایسا کرنا: شرک اصغر ہے۔

- حدیث میں وارد ان تینوں صفات (دم کرانے، داغنے اور بد فالی لینے) والوں کے علاوہ وہ لوگ جو دو اورغیرہ استعمال کرتے ہیں، اس حدیث کے مفہوم ”بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہونے“ والی فضیلت میں شامل ہیں، کیونکہ حدیث میں علاج کرانے کا حکم دیا گیا ہے اور بعض دواؤں کی تعریف کی گئی ہے جیسے شہد اور کلوچی وغیرہ۔

امت کی اقسام:

امت دعوت: جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور جس نے قبول نہیں کیا (یعنی کفار) دونوں شامل ہیں۔

امت اجابة: جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کو قبول کیا یعنی مومنین۔

مسائل:

پہلا: توحید کے باب میں لوگوں کے درجات و مراتب مختلف ہیں۔

دوسرہ: ”تحقیق توحید“ کے مطلب کی وضاحت (شرک و بدعت اور معاصی سے توحید کو پاک کرنا)۔

تیسرا: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی مرح و تائش یوں فرمائی ہے کہ ”وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔“

چوتھا: اللہ تعالیٰ نے اس بات پر حضرات اولیائے کرام (نیک بندوں) کی بھی مرح فرمائی ہے کہ وہ شرک سے بے زار رہتے ہیں۔

پانچواں: ”دم“، ”جسم داغنے“ اور ”دم کرانے“ کے طریقہ علاج کو ترک کرنا توحید کا اعلیٰ درجہ ہے (کسی سے دم کرنے یا داغنے کے لیے کہنا)۔

چھٹا: ان اوصاف کا احاطہ کرنا ہی درحقیقت توکل ہے (کیونکہ منوع امور کو مصبوط توکل کی بنیاد پر چھوڑا جاسکتا ہے)۔

ساقواں: صحابہ کرام کے علم کی گہرائی کے انہوں نے یہ اندازہ لگالیا کہ جنت میں جانے والوں کو یہ بلند مرتبہ انہیں کسی عمل کی بدولت ہی ملا ہے (خالص عمل)۔

آٹھواں: اس بات کا بھی اندازہ ہوا کہ صحابہ کرام خیر کے کاموں کے لیے کس قدر حریص تھے۔ (کیونکہ انہوں نے اس نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کی تاکہ وہ بھی اس پر عمل پیرا ہو سکیں)۔

نوال: کیت (عدد) اور کیفیت (عمل) کے اعتبار سے اس امت محدثہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔

دسوال: اس سے موسی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (اتباع) کی فضیلت بھی عیا ہوتی ہے۔

گیارہوال: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں ([۱] آپ کی تسلی کی خاطر [۲] آپ کی فضیلت اور عزت بتانے کے لیے)۔

بارہوال: ہر امت کو اپنے نبی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ اٹھایا جائے گا۔

تیرہوال: دعوت انبیاء کو بالعموم تھوڑے لوگوں نے قبول کیا۔

چودہوال: جس نبی کی دعوت پر ایک شخص بھی ایمان نہیں لایا، وہ اکیلے ہی آئیں گے۔

پندرہوال: اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ [۱] کثرت تعداد پر مغرور [۲] اور قلت تعداد پر پریشان نہیں ہونا چاہیے (کیونکہ قلت کبھی کبھی کثرت سے بہتر ہوتی ہے)۔

سولہوال: نظر بد اور زہر لیے جانور کے کائٹے (وغیرہ معاملات) میں (شرعی) جھاڑ پھونک کی اجازت۔

سترهوال: سعید بن جیر کے قول: (لیکن ہم سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، ای آخرہ) سے سلف صالحین کی علمی گہرائی کا پتہ چلتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

اٹھارہوال: سلف صالحین ایک دوسرے کی بے جا تعریف و تائش سے پرہیز کیا کرتے تھے۔

انیسوال: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عکاشه رضی اللہ عنہ سے یہ کہنا (آپ ان میں سے ہیں) نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

بیسوال: اس سے حضرت عکاشه رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی (کہ وہ ان میں سے ہیں جو جنت میں بلا حساب کتاب کے جائیں گے)۔

اکیسوال: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اشارہ و کنایہ میں (بوقت ضرورت) گفتگو کرنا جائز ہے، اور آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ ([۱] یا تو وہ منافق تھا [۲] یا پھر اس کا دروازہ کھل جانے کے خوف سے کہ پھر کہیں ایسا آدمی بھی اس کا سوال نہ کر بیٹھے جو اس کا اہل نہ ہو)۔

بائیکسوال: اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

[۲] شرک سے ڈرنے کا بیان

مصنف چشتیہ تحقیق توحید کے بعد اس باب کو کیوں لائے ہیں؟ کیونکہ:

کبھی کبھی انسان کو لگتا ہے کہ اس نے تحقیق توحید کے تمام تقاضوں کو پورا کر لیا ہے لیکن عدم علم کی وجہ سے شرک کی آمیزش ہو جاتی ہے، لہذا انسان کو متنبہ کرنے کے لیے اس باب کا ذکر کیا ہے۔

شرک سے ڈرنا اور اس سے اجتناب کرنا تحقیق توحید کے تقاضوں میں سے ہے اس کے بغیر توحید مکمل نہیں ہو سکتی ہے، لہذا تحقیق توحید کے بعد اس باب کا ذکر کرنا مناسب ہے، بلکہ آخر کتاب تک تمام ابواب تحقیق توحید کے لوازم ہیں۔

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشَرِّكَ بِهِ وَيَعْقُرُ مَا دُوَّنَ ذَلِكَ لِمَنِ يَشَاءُ﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ اس (گناہ) کو نہیں بخشنے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے معاف کر دے گا)۔

[۲] اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: ﴿وَاجْتَبَنِي وَبَيْتَنِي أَنْ تَعْبُدَ الْأَكْصَنَامَ﴾ (اور (اے میرے رب) مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا۔)

ہم شرک سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

شرک اور مشرکیں سے براءت اور دوری اختیار کرنے کے باعث۔

اللہ سے دعا اور مدد طلب کرنے کے ذریعہ

شرک اور اس کے اسباب و حرکات کی معرفت حاصل کرنے کے ذریعہ۔

توحید سکھنے، اس پر عمل کرنے، اس کی طرف دعوت دینے اور اس پر صبر کرنے کے ذریعہ۔

• اگر کسی کی موت شرک اکبر پر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی معاف نہیں کرے گا کیونکہ یہ اللہ کے خالص حق توحید کا مجرم ہے، اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اور اگر شرک اصغر کرتے ہوئے موت آتی ہے تو اس کو بلقدر شرک عذاب دیا جائے گا اور پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، اور وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا کیونکہ وہ مومن ہے۔

• ﴿وَاجْتَبَنِي﴾: مجھے ایک کنارے تو بتوں کی عبادت کرنے والے کو دوسرے کنارے کر دے تاکہ ہمارے

در میان میں کافی فاصلہ رہے۔

- **الْأَصْنَام** : صنم کہتے ہیں ایسی چیز کو جو انسان وغیرہ کی صورت پر تراشنا گیا ہو یا مجسمہ کی شکل دی گئی ہو اور جس کی اللہ کے سو عبادت کی جاتی ہو، لیکن وہنہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ کے علاوہ پوجا کی جاتی ہو، یعنی وہنہ، صنم کے مقابلے میں عام ہے۔

- جب ابراہیم علیہ السلام اپنے اپر شرک کا خوف کھارے ہے میں جو کہ اللہ کے دوست اور توحید پرستوں کے امام ہیں تو ہمارا کیا حال ہونا چاہیے؟ لہذا ہم شرک سے خود کو مامون نہ سمجھیں اور نہ ہی نفاق سے، کیوں کہ نفاق سے خود کو مامون سمجھنے والا منافق ہی ہوتا ہے۔

تیرسی اور چوتھی دلیل:

- [۳] اور حدیث شریف میں ہے: **أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشَّرُكُ الْأَصْغَرُ، فَسُئِلَ عَنْهُ؟ فَقَالَ: الرِّيَاءُ**، «مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ ڈر ”شرک اصغر“ کا ہے، آپ سے پوچھا گیا: ”شرک اصغر“ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ریا کاری“۔

- [۴] اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُو لِلَّهِ نِدَاءً، دَخَلَ النَّارَ، «جس شخص کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی دسرے کو پکارتا ہو تو وہ جہنم رسید ہو گا». اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

- [۵] اور مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشِرِّكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَقِيَهُ يُشِرِّكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ، «جو کوئی اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا اور جو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملے کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کھہرا تا ہو تو وہ جہنم رسید ہو گا»۔

- **الرِّيَاءُ**: یہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت کرے تاکہ کوئی اس کو دیکھے یا سنے تو اس کی اس بات پر تعریف کرے کہ وہ بڑا عبادت گزار ہے، نہ کہ اس کی عبادت ہی لوگوں کے لیے ہو ورنہ وہ شرک اکبر ہو جائے گا، البتہ اگر وہ اس عبادت کے ذریعہ یہ چاہے کہ لوگ عبادت میں اس کی اقتدا کریں تو یہ ریاء نہیں ہے بلکہ یہ دعوت الی اللہ میں شمار ہو گا، اور ریاء کا علاج مندرجہ ذیل طریقوں سے کیا جاسکتا ہے:

[۱] توحید کا مطالعہ کرنا کیونکہ اس کے ذریعہ اللہ کی عظمت دل میں پیہٹھی ہے اور ایسا شخص اللہ کے سوا کسی کی پرواف نہیں کرتا۔

- [۲] دعاء کا اہتمام کرنا۔ [۳] اس کی کوشش کرنا کہ سارے اعمال خفیہ طور پر صرف بندہ اور اللہ کے درمیان انجام دیے جائیں۔
- [۴] اس ڈر سے عمل نہیں چھوڑ دینا چاہیے کہ کہیں ہم ریاء کاری میں نہ پڑ جائیں۔
- [۵] زیادہ سے زیادہ ایسے نیک اعمال انجام دینا جو آخرت کی یاد دلاتے ہوں، جیسے شرعی آداب و شر و ط کا خیال رکھتے ہوئے قبرستان کی زیارت کرنا۔

نبی ﷺ اپنی امت کے اوپر مسح دجال سے بھی زیادہ ریاکاری کا خوف کیوں کھاتے تھے؟

مسح دجال کا فتنہ ایک محدود وقت (آخری زمانہ) میں ہو گا،
جبکہ ریاکاری کا فتنہ ہر وقت موجود ہے۔

مسح دجال کا فتنہ ظاہر ہے لیکن ریاکاری کا
فتنه خفیہ ہوتا ہے۔

ریاکاری کی قسمیں:

عبادت سے فراغت کے بعد:
ایسی صورت میں ریاکاری موتزہ نہیں ہوتی
الایہ کہ اس میں سرکشی کا پہلو ہو جیسے
صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلانا۔

وقتی ہو: یعنی بنیادی طور پر
عبادت اللہ کے لیے ہی
شروع کی ہو لیکن بعد میں
ریاکاری شامل ہو گئی ہو۔

اصل عبادت میں ہو: یعنی
کوئی شخص ریاکاری کے
لیے ہی عبادت کر رہا ہو تو
ایسی عبادت باطل ہے۔

اس کو ختم کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ
اسی میں لگا رہے: اس میں تفصیل ہے:

اس کو ختم کرے: ایسی صورت میں عبادت باطل نہیں ہو گی،
بلکہ درست ہے، کیونکہ اس نے ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگر عبادت ایسی ہو جس کے ابتدائی حصہ کا تعلق آخری
حصہ تک نہ ہو تو صرف وہی حصہ باطل ہو گا جس میں
ریاکاری کا دخل ہو، جیسے زکاۃ۔

اگر عبادت ایسی ہو جس کے ابتدائی حصہ کا
تعلق آخری حصہ تک ہو تو عبادت باطل
ہے، جیسے نماز۔

- **«نِدَّا»:** ند، شبیہ و نظیر اور مماثل کو کہتے ہیں۔
- **«دَخَلَ النَّارَ»** (جہنم میں داخل ہو گا): یہ اللہ کے لیے ند (شریک) قرار دینے کی سزا ہے۔
- **«شَيْئًا»:** (کسی کو بھی) یہ ہر شرک کو شامل ہے حتیٰ کہ اگر سب سے افضل انسان کو بھی اللہ کا شریک قرار دیا تو جہنم میں داخل ہو گا۔
- **«وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ»** (اور جو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملے کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ہر اتا ہو تو وہ جہنم رسید ہو گا): شرک اگر اصغر ہو گا تو اس سے بھیگی کی جہنم لازم نہیں آئے گی، لیکن شرک اگر اکبر ہو تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔
- شرک کا معاملہ بڑا کٹھن ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے اخلاص کو آسان کر دیتا ہے اور وہ اس طرح کہ بندہ اللہ کو ہی اپنا نصب العین قرار دے لیتا ہے، لہذا وہ اپنے عمل کے ذریعہ صرف اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے نہ کہ لوگوں کی، اور نہ ہی وہ لوگوں کے ذریعہ خود مرح و شایامد مت کی پرواہ کرتا ہے، کیونکہ انسان اس کو کبھی بھی نفع نہیں پہنچا سکتا ہے۔
- اسی طرح یہ بھی بڑا ہم ہے کہ انسان اس بات پر خوش نہ ہو کہ اس کی بات لوگوں میں اس لیے مقبول ہے کہ وہ اس کی بات ہے بلکہ اس کے لیے خوشی کی بات یہ ہو کہ لوگ اس کی بات کو اس لیے قبول کر رہے ہیں کہ وہ حق ہے، نہ کہ اس لیے کہ وہ اس کی بات ہے یا اس کے برکس، کیونکہ اخلاص کا راستہ مشکل ترین راستہ ہے، اور نفس کا بار بار مراجعاً کرنے کی ضرورت ہے لہذا انسان کو چاہیے کہ راہ حق پر گامزن رہے اور نبی ﷺ کی متابعت کرتے ہوئے اپنا مقصود صرف اللہ کی خوشنودی رکھے، تو اسی صورت میں اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور اس کے لیے آسانیاں پیدا فر迪تا ہے۔

دعا کی دو قسمیں ہیں:

دعاۓ عبادت:

اور اس کی دو قسمیں ہیں:

دعاۓ عبادت: جیسے کوئی غیر اللہ کے لیے روزہ رکھے، نماز پڑھے یا حج کرے تو اس نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا۔

جس پر مخلوق بھی قدرت رکھتا ہے:

تو ایسی صورت میں چار شرطوں کے ساتھ دوسروں سے سوال کرنا جائز ہے: زندہ ہو، موجود ہو، قادر ہو اور اس کو سب سمجھ کر اس سے سوال کیا جا رہا ہو۔

جس چیز پر اللہ ہی قدرت رکھتا ہے، تو صرف اسی سے سوال کیا جائے:

اور اس کو غیر اللہ سے مانگنا شرک اکبر ہے، جیسے غیر اللہ سے اولاد طلب کرنا یا بارش کی دعا کرنا۔

شرک اکبر اور شرک اصغر کے مابین فرق:

• شرک اصغر:

- دائرة اسلام سے خارج نہیں کرتا ہے۔
- سارے اعمال کو بر باد نہیں کرتا ہے، بلکہ صرف اس عمل کو بر باد کرتا ہے جس میں شرک اصغر موجود ہو۔
- جان و مال کو حلال نہیں کرتا ہے۔
- دائیٰ طور پر جہنم میں رہنے کا باعث بنتا ہے۔
- اس عمل کو شریعت میں شرک اکبر شمار کیا گیا ہو۔
- جس کو اللہ تعالیٰ نے سبب قرار نہیں دیا ہے اس کو سبب قرار دینا۔
- ہر وہ چیز جو شرک اکبر کا وسیلہ ہو وہ شرک اصغر ہے۔
- نصوص شرعیہ میں لفظ "شرک" اور "کفر" سے تعبیر کیا گیا ہو اور معرفہ بہ (ال) نہ ہو۔

شرک اکبر:

- دائرة اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔
- سارے اعمال کو بر باد کر دیتا ہے۔
- جان و مال کو حلال کر دیتا ہے، بشرطیکہ اس کی تفہیذ مسلم حکماء کی جانب سے ہو۔
- دائیٰ طور پر جہنم میں رہنے کا باعث بنتا ہے۔
- اس عمل کو شریعت میں شرک اکبر شمار کیا گیا ہو۔
- نصوص شرعیہ میں لفظ "شرک" اور "کفر" معرفہ بہ (ال) ہو۔
- یہ اعتقاد رکھے کہ غیر اللہ کائنات میں خفیہ طور پر تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے اور اس کے ہاتھ میں جلب منفعت اور دفع مضرت ہے۔

مسائل:

پہلا: شرک سے ڈرنا چاہیے۔

دوسرہ: ریا کاری، بھی شرک کی ایک قسم ہے۔

تیسرا: ”ریا کاری“ شرک اصغر ہے (خفیف ریا کاری)۔

چوتھا: نیک لوگوں پر باقی گناہوں کی نسبت ”ریا کاری“ کا زیادہ خطرہ ہے۔ (کیونکہ یہ لوگوں کے دلوں میں لا شوری طور پر داخل ہو جاتا ہے اس کے خفیہ ہونے اور لوگوں کی خواہش کی وجہ سے، کیونکہ اکثر لوگوں کی چاہت ہوتی ہے کہ عبادت پر اس کی تعریف کی جائے)۔

پانچواں: جنت اور جہنم کا قریب ہونا۔

چھٹا: ایک ہی حدیث میں جنت اور جہنم کے قریب ہونے کو اکٹھاڑ کر کیا گیا ہے۔

ساتواں: جسے شرک کرتے ہوئے موت آئی وہ جہنم رسید ہو گا، اگرچہ وہ بہت بڑا عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔ (اگر یہ شرک، اکبر تھا تو کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، اور اگر شرک، اصغر ہو تو اپنے گناہ کے بقدر عذاب دیا جائے گا پھر جنت میں داخل کیا جائے گا)۔

آٹھواں: حضرت ابراہیم خلیل اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنی اولاد کے لیے بتوں کی عبادت سے محفوظ رہنے کی دعا کرنا، ایک بہت بڑا مسئلہ ہے (اہذا اس کی سنگینی ہمیشہ نگاہوں کے سامنے رہنی چاہیے)۔

نواں: حضرت ابراہیم خلیل اللہ تعالیٰ نے: ﴿رَبِّ إِنَّمَنِ أَصْلَلَنَ كَثِيرًا مِّنَ الْتَّأَسِ﴾ (اے میرے پروردگار! ان بتوں

نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے) کہہ کر اکثریت کی حالت سے عبرت پکڑی ہے۔

دوساں: امام بخاری عَنْ تَلِيِّيَّ کے بیان کے مطابق ان آیات و احادیث میں کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی تفسیر ہے۔

گیارہواں: اس باب سے شرک سے محفوظ رہنے والوں کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔ (جنت میں داخل ہو گا)۔

[۵] ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی گواہی کے لیے لوگوں کو دعوت دینے کا بیان

مصنف حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى نے یہ باب کیوں قائم کیا ہے؟

- ا. جب انسان کی خود کی اصلاح ہو گئی اور توحید کی محبت دلوں میں راتخ ہو گئی تو ضروری ہے کہ دوسروں کو اس کی طرف دعوت دی جائے، لہذا اس عظیم مقصد کے تحت مؤلف نے اس باب کو قائم کیا ہے، کیونکہ بندہ کا ایمان اسی صورت میں مکمل ہو سکتا ہے جب وہ دوسروں کو بھی توحید کی دعوت دے، لہذا توحید پر خود کا رہنمائی کے ساتھ اس کی طرف دعوت دینا بھی ضروری ہے تاکہ ایمان مکمل ہو ورنہ ناقص رہے گا۔
- ب. یہ ان لوگوں پر رہے ہے جو کہتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کی دعوت دی جائے گی نہ کہ توحید کی۔

پہلی دلیل:

ارشاد ربیٰ ہے: ﴿قُلْ هَذِهِ سَيِّلٌ أَذْعُوا إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصَرَةِ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾ (اے محمد ﷺ، آپ کہہ دیں کہ میرا اور میرے پیر و کاروں کا راستہ تو یہ ہے کہ ہم سب علم کی روشنی میں اللہ کی طرف بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)۔

- ﴿سَيِّلٌ﴾: میرا طریقہ، اور اس میں آپ کی لائی ہوئی شریعت کی ہر چیز شامل ہے چاہے اس کا تعلق عبادت سے ہو یا اللہ کی طرف دعوت دینے سے۔
- ﴿إِلَى اللَّهِ﴾: دعاۃ کی دو قسمیں ہیں: [۱] داعی الی اللہ [۲] داعی الی غیر اللہ۔
- ﴿عَلَى بَصَرَةِ﴾: [۱] علم شرعی [۲] مدعوین کی حالت کا علم [۳] حکمت، ان تینوں اشیاء کے مجموعہ کو بصیرت کہتے ہیں۔
- داعی الی اللہ کی شرطیں:
 - [۱] اخلاص۔
 - [۲] شرعی علم
 - [۳] حکمت،
 - [۴] صبر۔
 - [۵] صبر۔

دوسری دلیل:

حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رض کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا: ﴿إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةً أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - وَفِي رِوَايَةٍ: إِلَى أَنْ يُوَحَّدُوا اللَّهُ - فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ، فَأَعْلَمُهُمْ أَنَّ

اَفْتَرَضَ عَلَيْهِمْ حَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةً، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ، فَأَعْلَمُهُمْ أَنَّ اللَّهَ اَفْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتَرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ»، ”تَمَّ اَنْ لَوْغُوْنَ کَے پَاس جَارِ ہے ہو جو اہل کِتَاب ہیں، تم اُنہیں سب سے پہلے کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی گواہی کی دعوت دینا، اور ایک روایت میں ہے کہ، ”تَمَّ اَنْ لَوْغُوْنَ کے سب سے پہلے اللَّهُ تَعَالَیٰ کی وَحْدَانِیت (توحید) کی دعوت دینا“۔ پس اگر وہ تمہاری بات مان جائیں تو انہیں بتلانا کہ اللَّهُ تَعَالَیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پس اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان جائیں تو پھر انہیں بتلانا کہ اللَّهُ تَعَالَیٰ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے، جو ان کے اصحابِ ثروت سے وصول کر کے ان کے فقراء و غرباء میں تقسیم کر دی جائے گی۔ پس اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان جائیں تو ان کے عمدہ اور فیضی مال لینے سے گریز کرنا اور مظلوم کی بد دعاء سے بچنا، کیونکہ اس کے اور اللَّهُ تَعَالَیٰ کے درمیان کوئی حِجَابٌ نہیں۔“ بخاری و مسلم۔

• اس حدیث میں:

۱. دعاء کو سکھلانے اور انہیں اللَّهُ کی طرف دعوت دینے کے لیے بھیجنے کی مشروعيت کا ثبوت ہے۔
۲. نبی ﷺ نے صرف ایک آدمی کو بھیجا تھا، جس سے خبر واحد کے قبول کرنے کا ثبوت ملتا ہے گرچہ اس کا تعلق عقیدہ ہی سے کیوں نہ ہو۔
۳. آپ ﷺ نے دنوں کی قید نہیں لگائی، تاکہ ان کی ضرورت کے مطابق جتنا چاہیں ان کے پاس ٹھہرے رہیں، لہذا دعوت کے لیے ایام مخصوص کرنا سنت نبوی سے ثابت نہیں ہے۔
۴. مخالفین کو دعوت دینے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ انہیں توحید کی طرف بلا یا جائے نہ کہ مناظرہ کی طرف۔
۵. صرف اسلام کی طرف دعوت دینا کافی نہیں ہے، بلکہ اسلام لانے کے بعد واجبات دین سے بھی باخبر کرنا ضروری ہے تاکہ دعوت توحید قبول کرنے والوں کو اطمینان ہو جائے اور وہ ان پر کاربند ہو سکیں، لیکن یہ سب ترتیب وار ہو گا جیسا کہ معاذ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ والی حدیث میں مذکور ہے۔

تیری دلیل:

بخاری اور مسلم ہی میں حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ خبر کے دن رسول اللَّهِ ﷺ نے فرمایا: «لَا عُطِينَ الرَّاِيَةَ غَدَّاً رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ»

یَفْتَحُ اللَّهُ عَلَىٰ يَدِيهِ، فَإِنَّ النَّاسُ يَدْعُونَ لِيَتَهُمْ، أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا، فَلَمَّا أَصْبَحُوا غَدَوْا عَلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: «أَيْنَ عَلَيْيِ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟»، فَقَيْلَ: هُوَ يَشْتَكِي عَيْنِيهِ، فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ فَأَتَىٰ بِهِ، فَبَصَقَ فِي عَيْنِيهِ وَدَعَاهُ: فَبِرَأَ كَانَ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجْعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّأْيَةَ، فَقَالَ: «أَنْفَدْتُ عَلَىٰ رَسُولِكَ حَتَّىٰ تَنْزَلَ بِسَاحِتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَحْبُّ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقٍّ اللَّهُ تَعَالَىٰ فِيهِ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَأَحَدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ هُمْرِ النَّعْمٍ». (يَدُوْكُونَ؛ أَيْ: يَحْوُضُونَ، ”کل میں ایک ایسے شخص کو پرچم دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے رکھتے ہیں۔ اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح دے گا“، چنانچہ صحابہ کرام ﷺ رات بھر قیاس آرائیاں کرتے رہے کہ پرچم کے دیا جا سکتا ہے؟ صحیح ہوئی تو تمام صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ہر ایک کی یہی خواہش اور امید تھی کہ پرچم اسے ہی ملے گا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟“ بتایا گیا وہ اپنی آنکھوں کی تکلیف سے دوچار ہیں۔ صحابہ کرام نے حضرت علی ﷺ کو بلا بھیجا، تو نبی ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب (مبارک) ڈالا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ چنانچہ حضرت علی ﷺ (مکمل طور پر) یوں صحتیاب ہو گئے کہ گویا انہیں کچھ بھی تکلیف نہ تھی۔ آپ ﷺ نے پہنچ پرچم حضرت علی ﷺ کو تھامیا اور ارشاد فرمایا: ”اطمینان سے (ابھی) روانہ ہو جاؤ اور خیر کے میدان میں پہنچ جاؤ۔ پھر سب سے پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں ان سے آگاہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بدولت ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو تمہارے لیے یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔“ (یَدُوْكُونَ؛ یعنی: غور و خوض کرتے ہوئے۔)

- اللہ تعالیٰ کے لیے صفت محبت کا اثبات کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور اس سے بھی محبت کی جاتی ہے لیکن اس کی محبت مخلوق کی محبت کے مشابہ نہیں ہے۔
- کسی خاص فضیلت کے ثبوت سے عمومی فضیلت لازم نہیں آتی ہے، جیسے آپ ﷺ کا ابو عبیدہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرماتا کہ ”وہ اس امت کے امین ہیں“ اس سے فضیلت خاصہ ثابت ہوتی ہے نہ کہ وہ صحابہ میں سب سے افضل ہیں، اسی طرح حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) کا معاملہ ہے۔
- ”**هُمْرِ النَّعْمِ**“: یہ سرخ اونٹ کو کہتے ہیں، اور آپ ﷺ نے اس کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ عربوں کے نزدیک انتہائی مرغوب اور قیمتی مال سمجھا جاتا تھا۔

خارق عادت چیزیں چار ہیں: اور خارق عادت چیزیں وہ ہیں جو خلاف عادت واقع ہوں، جیسے کوئی ہو ایں اڑنے لگے یا پانی پر چلنے لگے:

۲- کرامت: یہ اللہ کے ان ولیوں کے لیے ہوتی ہے جنہوں نے ایمان اور تقویٰ کو اپنایا۔ کرامت کی مثال کے طور پر اصحاب کھف کا واقعہ موجود ہے۔

۱- آیت: یہ نبیوں کے لیے ہوتی ہے اور اسے مججزہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ قرآن میں اسے آیت ہی کہا گیا ہے، اور مججزہ وہ ہوتا ہے جس سے کچھ لوگ عاجز ہوں اور ساتھ ہی ساتھ یہ غیر انبیاء کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اب نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی کے لئے ”آیت“ کا دعویٰ کرنا ممکن نہیں ہے۔

۳- فضیلت: ہر وہ انسان جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے دنیا میں ہی اس کو رسوا کر دیتا ہے۔ اس کی مثال مسیلمہ کذاب کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک یمار کی آنکھ میں پھونک مار لیا اور اندھا ہو گیا۔

۴- مججزہ یا فتنہ: یہ انسان کی شخصیت کو دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اگر ایمان و تقویٰ سے سرشار ہے تو مججزہ ہے ورنہ شیطانی و دجالی فتنہ۔ جیسے دجال کا فتنہ۔

مسائل:

پہلا: نبی ﷺ کے تبعین کا طریق کاری یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں (رسولوں اور ان کے تبعین کا طریق)۔

دوسرہ: اس باب میں اخلاق نیت کی ترغیب ہے کیونکہ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ ”دعوت الی الحق“ کے کام میں بھی تودہ لوگوں کو بالعموم اپنی ذات کی طرف بلاتے ہیں۔ تیسرا: دعوت کے کام میں بصیرت سے کام لینا فرض ہے (چونکہ دعوت الی اللہ فرض ہے لہذا اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہو گا)۔

چوتھا: توحید کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک مانا جائے۔

پانچواں: شرک کی ایک خرابی یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے گالی اور اس کی ذات میں عیب ہے (اور موحد اللہ تعالیٰ کو تمام نقص و عیوب سے پاک مانتا ہے)۔

چھٹا: اس باب کا ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کو شرک سے دور رکھنا چاہیے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شرک نہ کرنے کے باوجود ان سے میل جوں کی بنیاد پر ان کا ساتھی بن جائے (کیونکہ جب وہ ان لوگوں کے پیچے رہے گا تو گرچہ شرک نہ کرے لیکن بظاہر انہیں میں سے ہو گا)۔

ساتو: جملہ واجبات دین میں سب سے پہلا واجب توحید ہے۔

آٹھواں: بثموں نماز تمام امور دین سے قبل دعوت توحید سے تبلیغ کا آغاز کرنا چاہیے۔

نواں: نبی ﷺ کے فرمان: «أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ» (وہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کریں) اور کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی شہادت و گواہی کا معنی و مفہوم ایک ہی ہے۔

دسوال: کچھ لوگ اہل کتاب ہونے کے باوجود توحید سے کماحتہ باخبر نہیں ہوتے، یا جاننے کے باوجود اس پر عمل پیر انہیں ہوتے۔

گیارہواں: دین کی تعلیم تدریجیاً یعنی چاہیے۔

بارہواں: سب سے پہلے اہم ترین اور بعد ازاں بذریعہ اہمیت والے مسائل بیان کرنے چاہیں (پہلے توحید، پھر نماز، پھر زکاۃ)۔

تیزہواں: اس میں زکاۃ کے مصرف کا بھی بیان ہے (اس کے آٹھ مصارف ہیں)۔

چودہواں: معلم کو چاہیے کہ وہ متعلم کے شہادات کو بھی دور کرے (اس کو تعلیم دے کر اور اس سے جہالت کو دور کر کے)۔

پندرہواں: زکاۃ میں عمدہ اور ثقیقی مال لینا منع ہے۔

سولہواں: مظلوم کی بد دعا سے بچنا چاہیے۔

ستہواں: مظلوم کی آہ و بد دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں (ترغیب و ترہیب کے مابین جمع کیا ہے)۔

اٹھارہواں: سید المرسلین حضرت محمد ﷺ اور سردار ان اولیاء صحابہ کرام ﷺ کو جن مشقتوں، بھوک اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا، وہ تمام چیزیں دلائل توحید سے تعلق رکھتی ہیں (بطور مثال خیر کے قصہ کو لیا جاسکتا ہے)۔

انیسوال: نبی ﷺ کا یہ فرمانا کہ ”کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو۔۔۔“ علامات نبوت میں سے ہے۔

بیسوال: آپ ﷺ کا حضرت علیؑ کی آنکھ میں لعاب ڈالنا (اور ان کا شھیک ہو جانا) بھی علامات نبوت میں سے ہے۔

اکیسوال: اس واقعہ سے حضرت علیؑ کی فضیلت بھی عیاں ہوتی ہے (یہ امیر المؤمنین علیؑ کے مناقب میں سے ہے)۔

باتیسوال: اس واقعہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور فضیلت بھی واضح ہوتی ہے کہ وہ ساری رات یہ سوچتے رہے کہ پرچم کس خوش نصیب کو ملے والا ہے اور اس خوشی میں وہ فتح کی بشارت بھی بھول گئے۔

تیسوال: اس سے ایمان بالقدر بھی ثابت ہوتا ہے کہ پرچم ایسے شخص کو مل گیا جس نے اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کی اور کوشش کرنے والے اس کے حصول سے محروم رہے۔

چوتیسوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ”اطمینان سے جاؤ“ میں آداب (جنگ) کی تعلیم ہے (کہ جلد بازی کے بجائے اطمینان کا حکم دیا)۔

پنچیسوال: اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ جنگ سے پیشتر دعوت اسلام دینی چاہیے۔

چھپیسوال: لوگوں سے اولین خطاب ہو یا قبل از اس انہیں دعوت دی جا چکی ہو اور ان سے جنگ ہو چکی ہو ہر دو صورت میں قبل از جنگ دعوت اسلام مشروع ہے۔

ستا ٹیکیسوال: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے: ”ان پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں وہ انہیں بتانا“، معلوم ہوا کہ اسلام کی دعوت حکمت و دانائی کے ساتھ پیش کرنی چاہیے (کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام کو عملی طور پر انجام دیں یا نہ دیں، تاکہ وہ لا علیٰ میں مرتد نہ ہو جائیں)۔

اٹھا ٹیکیسوال: مسلمان ہو کر اسلام میں (مقرر کردہ) حقوق سے روشناس ہونا چاہیے۔

اتیسوال: جس کے ہاتھوں ایک آدمی بھی مسلمان ہو جائے اس کا اجر و ثواب (دنیا میں مستحسن سمجھی جانے والی تمام چیزوں سے بہتر ہے)۔

تیسوال: اس سے فتویٰ پر قسم کھانے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے (مناسب ہے کہ فتویٰ پر کسی مصلحت یا فائدہ کے پیش نظر ہی قسم اٹھائی جائے)۔

قسم اول سے اختبار (۵ ابواب)

پہلا سوال: کتاب التوحید کے شروعاتی پانچ باب کا ذکر کریں اور ہر باب کی کتاب سے مناسبت بھی ذکر کریں۔
مصنف کا باب میں ذکر کرنے کا سبب باب کا عنوان

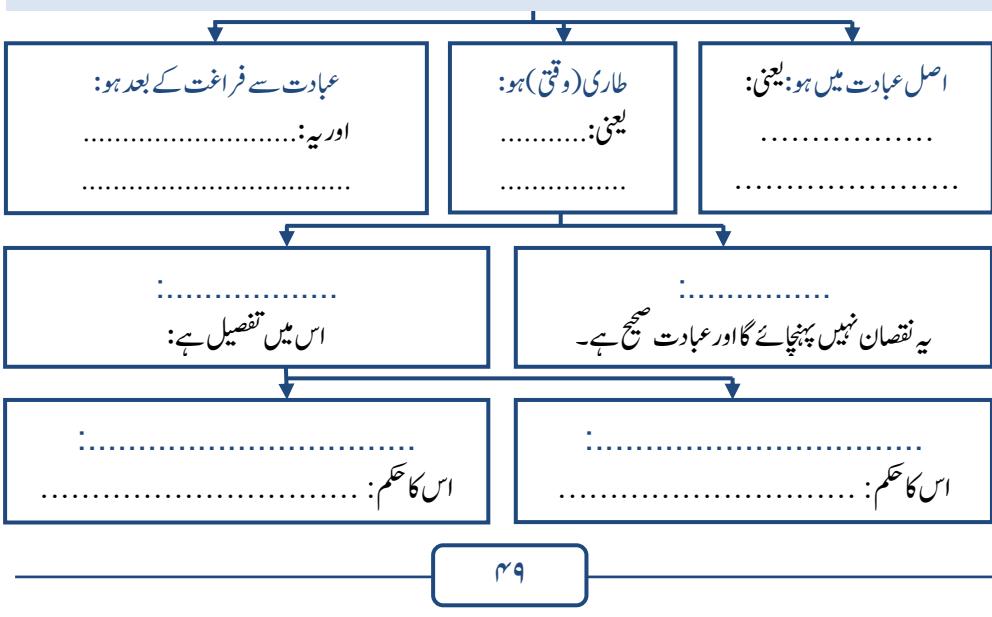
.....
.....
.....
.....
.....

دوسرے سوال: مناسب الفاظ کے ذریعہ عبارت مکمل کریں:

الْتَّقْرِيبُ إِلَى الْتَّقْوَى لِلْمُؤْمِنِ

- ۱۰ یہ امت دوسری امتوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ہے..... اور..... کسی خاص فضیلت کے ثبوت سے..... کسی کافاصل ہونا لازم نہیں آتا ہے.
- ۱۱ «صرف نظر بد میں ہی ذم کیا جائے گا» یعنی:..... کسی سے دم کرنے کے لیے یاد اغئے کے لیے کہنے کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ڈاکٹر کے پاس نہیں جایا جائے، کیونکہ.....
- ۱۲ **﴿لَا تَغْرِيَنَّ يُشْرِكَهُ﴾** یعنی:..... **﴿وَيَغْرِيُ مَا دُونَ ذَلِكَ﴾** یعنی:.....
- ۱۳ **﴿رُوحٌ مِّنْهُ﴾** یعنی:..... **﴿كَلْمَةٌ﴾** یعنی:..... جس کی اضافت اللہ نے اپنی ذات کی طرف کی ہے اس کی قسمیں ہیں ۱- اضافت جو کہ
- ۱۴ ۲- اضافت جو کہ.....
- ۱۵ آپ کافرمانا: «عکاشه تم پر سبقت لے گیا ہے» تاکہ..... یا.....
- ۱۶ **﴿وَلَمْ يَكُنْ سُوَا﴾** یعنی:..... **﴿يَظْلِمُ﴾** یعنی:..... شرک سے ہم گیسے بچ سکتے ہیں: ۱- ۲- ۳-
- ۱۷ «اس کے ذریعہ اللہ کی خوشودی چاہتا ہو» یعنی:..... اور اسمیں اللہ کی ایک صفت.....
- ۱۸ دعوت الی اللہ کے شر و ط: ۱- ۲- ۳- ۴- ۵-
- ۱۹ خارق عادت چیزیں: ۱- اور یہ ۲- اور..... ۳- اور.....
- ۲۰ -۲۱ -۲۲ -۲۳ مولف جعفر الشیعی نے فرمایا: (جھاڑ پھوٹک یاد اغئے کے لیے کہنے، کوچور دینا تحقیق توحید میں سے ہے) اور بد گھونی کا ذکر نہیں کیا کیونکہ بد گھونی.....

تیراسوال: مندرجہ ذیل خانوں میں ریا کے اقسام پر کریں:



چو تھا سوال: (☒) کی علامت مناسب خانہ میں لگائیں یا عبارت مکمل کریں:

- ۱- کتاب التوحید کے مؤلف ہیں: □ ابن عثیمین □ محمد بن عبد الوہاب الشیعی۔
- ۲- علماء نے نصیحت کی ہے: □ دراسہ شروع کرنے سے پہلے متون حفظ کرنا □ حفظ کا کوئی فائدہ نہیں ہے اہم یہ ہے کہ سمجھا جائے۔
- ۳- «الَّذِينَ أَتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتَلَوُنَهُ، حَقَّ تِلَاقُهُ وَهُوَ أَنْتَ» (جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اسے پڑھنے کے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں) اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ طالب کسی علم میں اقان پیدا ہونے تک اس کو نہ چھوڑے: □ صحیح □ غلط۔
- ۴- علماء کرام نے تلاش بسیار کے باوجود ”کتاب التوحید“ میں کوئی منکر حدیث نہیں یا ای: □ صحیح □ غلط۔
- ۵- علماء کرام گرچہ کتنی بھی معرفت کیوں نہ حاصل کر لیں، وہ معصوم نہیں ہو سکتے: □ صحیح □ غلط۔
- ۶- شیخ محمد بن عبد الوہاب کی تالیف ہیں: □ کشف الشبهات □ مسائل الجاہیۃ □ منقش الرسیرۃ □ اصول الایمان □ مذکورہ سمجھی۔
- ۷- کتاب التوحید کے ابواب کی تعداد ہے: □ ۲۷ □ ۲۶ □ ۱۰.
- ۸- جب آپ کوئی کتاب خریدیں تو اس کو نظر غائر مطالعہ کیے بغیر، یا کم سے کم اس کا مقدمہ، فہرス اور چیزہ چیزہ جگہوں سے پڑھے بغیر اس کو لاتحریری میں نہ رکھیں: □ صحیح □ غلط۔
- ۹- کتاب التوحید کی اتنے اقسام میں تقسیم ممکن ہے: □ ۱۱ □ ۹ □ ۱۰.
- ۱۰- سب سے نافع کتاب وہ ہے جو احکام کی علتوں کی سمجھ، مسائل کے اسرار اور استدلال کے طریقہ پر تیار کی گئی ہو، جیسے کہ کتاب التوحید: □ صحیح □ غلط۔
- ۱۱- علم، جمع و تفریق اور بہیت و تقسیم کا نام ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۱۲- علماء کی ذکر کردہ تعریفات، تقسیمات اور فروق کو ضرور یاد کرنا چاہیے: □ صحیح □ غلط۔
- ۱۳- کتاب التوحید کی پہلی قسم ہے: □ مقدمہ □ توحید کی تفسیر □ توحید کے وجوہ کا باب۔
- ۱۴- مؤلف عزیز الشیعی نے مقدمہ اور خاتمه میں امام بخاری عزیز الشیعی کے طریقہ کی اقتد اکی ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۱۵- مؤلف عزیز الشیعی نے پہلے باب کا نام نہیں رکھا ہے، لیکن ممکن ہے کہ ہم اسے: مقدمہ کا باب کہہ سکیں: □ صحیح □ غلط۔
- ۱۶- کتاب کی پہلی قسم مشتمل ہے: □ ۵ باب پر □ ۶ باب پر □ ۷ باب پر۔
- ۱۷- توحید کی قسمیں ہیں: □ ربوہیت، البوہیت اور اسماء و صفات۔
- ۱۸- معرفت و اثبات اور ارادہ و تصدیق مذکورہ سمجھی، ان میں کوئی فرق نہیں۔
- ۱۹- جس نے اقسام توحید میں سے بقیہ کو چھوڑ کر توحید کی صرف ایک قسم کو اختیار کیا وہ موحد نہیں کہلا سکتا: □ صحیح □ غلط۔
- ۲۰- توحید کو کتنی اقسام میں تقسیم کرنا بذمۃ ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے: □ صحیح □ غلط۔

- ۲۰ توحید کا ایمان سے تعلق کچھ یوں ہے کہ ایمان عام ہے اور توحید اس کا ایک جزء ہے: صحیح غلط.
- ۲۱ لا الہ الا اللہ کی شہادت کے: دور کن ہیں آٹھ اکان ہیں سات ارکان ہیں.
- ۲۲ اللہ تعالیٰ کو کائنات کی تدبیر کرنے اور بارش برسانے میں اکیلامانا، یہ توحید: الوہیت ہے ربوہیت ہے اسما و صفات ہے.
- ۲۳ جو اصل توحید کے متعلق ہے: شُرُكَ الْكَبِيرُ شُرُكَ الْأَصْغَرُ بدعت.
- ۲۴ واجبات میں سب سے اہم واجب ہے، والدین کے ساتھ حسن و سلوک کرنا: صحیح غلط.
- ۲۵ سب سے خطرناک حرام چیز ہے: زنا اور جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو قتل کرنا: صحیح غلط.
- ۲۶ عبادت کا اطلاق ہوتا ہے: دو چیزوں پر صرف ایک چیز پر.
- ۲۷ عبادت کی تعریف کہ (یہ ایک جامع لفظ ہے جو ہر...، یہ کس کا قول ہے: ابن القیم ابن تیمیہ).
- ۲۸ صواب یہ ہے کہ: (بغیر...): تکمیل کے تکمیل کے اور تشبیہ کے ان میں کوئی فرق نہیں ہے.
- ۲۹ قرآن کی ہر ایک آیت توحید کو مضمون ہے: صحیح غلط.
- ۳۰ انسانوں اور جناتوں کی پیدائش کا بھی وہی مقصد ہے جو جانوروں کی پیدائش کا مقصد ہے: صحیح غلط.
- ۳۱ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّةَ وَالْإِنْسَانَ﴾ اس میں اشکال زیادہ تر: فہم میں ہوتا ہے عمل میں ہوتا ہے.
- ۳۲ جن مکلف ہیں: ایمان لانے کے اور شریعت پر چلنے کے.
- ۳۳ امت کا اطلاق ہوتا ہے: امام پر ملت پر زمانہ پر جماعت پر مذکورہ سمجھی.
- ۳۴ ﴿بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا﴾ (ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا): (آدم نوح) کے عہد سے لے کر (عیسیٰ محمد) کے عہد تک، اور ان کو رسول بنا کر بھیجنے کی حکمت تھی: جحث قائم کرنا رحمت اللہ کے طریقہ کو بیان کرنا مذکورہ سمجھی.
- ۳۵ یہ بت ان طوائف میں سے ہے جن کی اللہ کے سو اپو جاکی جاتی ہے: صحیح غلط.
- ۳۶ طاغوت میں سے متبع کی مثال وہ امراء ہیں جو اللہ کی عبادت سے خارج ہیں: صحیح غلط.
- ۳۷ جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے اور وہ اس سے راضی نہ ہو: وہ طاغوت ہے وہ طاغوت نہیں ہے.
- ۳۸ کتاب التوحید کی دوسری آیت اس اجماع پر دلالت کرتی ہے کہ سارے رسول دعوت توحید کے لیے ہی بھیجے گئے: صحیح غلط.
- ۳۹ مؤلف عِزْلَتِ شَرْعِيَّہ کا فرمان: (آیت یا آیات) کا مطلب ہے: (آیت یا آیات کو مکمل کریں): صحیح غلط.
- ۴۰ قضاء، حکم اور ارادہ کی دو قسمیں ہیں: کوئی اور شرعی: صحیح غلط.
- ۴۱ قضاء (کوئی شرعی) میں سے ہے وہ چیز جس کو اللہ ایک جہت سے پسند کرتا ہے تو دوسری جہت سے ناپسند کرتا ہے۔
- ۴۲ ﴿وَقَضَيْنَا إِلَيْكَ بَعْيَ إِسْرَئِيلَ فِي الْكِتَابِ لِتُقْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ﴾ یہ قضاء: شرعی ہے کوئی ہے.
- ۴۳ تمام حیوانات اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں سوائے چھپلی کے: صحیح غلط.

- ۳۳ عبودیت کی قسمیں ہیں: ۲۳۔ پرندوں کا اللہ کی تسبیح بیان کرنایے عبودیت ہے: **□ تھروالی □ طاعت والی**.
- ۳۴ مشرکین بھی تھوڑی سی اللہ کی عبادت کرتے ہیں: **□ صحیح □ غلط**.
- ۳۵ عبادت زبان اور اعضا و جوار کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے: **□ صحیح □ غلط**.
- ۳۶ **﴿وَلَا نُذِرُ كُوپِه، شَيْئًا﴾** (اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ تھہراو) یہ ہر چیز کو عام ہے چاہے وہ نبی ہو، فرشتہ ہو، ولی ہو یا چاہے دنیا کی کوئی بھی چیز ہو: **□ صحیح □ غلط**.
- ۳۷ بشارت کہتے ہیں اس خبر کو جو خوش کرنے والی ہونہ کہ اس خبر کو جو غمگین کرنے والی ہو: **□ صحیح □ غلط**.
- ۳۸ وہ جان جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:
- مسلم □ ذمی □ معاهد □ متنا من □ سمجھی.
- ۳۹ کیانی **صلی اللہ علیہ وسلم** نے وصیت کی تھی؟ **□ ہاں □ نہیں**.
- ۴۰ ابن مسعود **رضی اللہ عنہ** کا قول: (یہ آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** کی وصیت ہے)؛ کیونکہ: **□ یہ دین کے سبھی امور کو شامل ہے □ یہ اللہ کی وصیت ہے □ مذکورہ سمجھی**.
- ۴۱ اللہ پر بندوں کا حتح: **□ واجب حتح ہے □ یہ اللہ کی طرف سے احسان ہے بندوں پر**.
- ۴۲ (اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں) یہ کہا جائے گا: **□ صرف نبی **صلی اللہ علیہ وسلم** کی زندگی میں □ ہر وقت**.
- ۴۳ نبی **صلی اللہ علیہ وسلم** نے معاذ **صلی اللہ علیہ وسلم** کو بشارت دینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ کہیں وہ: **□ منافست نہ کرنے لگیں □ اسی پر بھروسہ نہ کرنے لگیں □ سمجھی**، اور معاذ **صلی اللہ علیہ وسلم** نے اس کی مخالفت کی؟ **□ ہاں □ نہیں**، اس لیے کہ ستمان علم کسی بھی صورت میں حائز نہیں: **□ صحیح □ غلط**.
- ۴۴ کیا یہ حکم صرف معاذ **صلی اللہ علیہ وسلم** کے ساتھ خاص ہے؟ **□ ہاں □ نہیں**.
- ۴۵ کسی چیز کی فضیلت ثابت ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ غیر واجب ہو: **□ صحیح □ غلط**.
- ۴۶ **﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ أَسْمَأَرَتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يَعْرِفُونَكَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَشْرِفُونَ﴾** (جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا (اور کا) ذکر کیا جائے تو ان کے دل کھل کر خوش ہو جاتے ہیں) یہ باب نمبر... پر بالکل فٹ آتا ہے: **□ ۲۵ □ ۳**.
- ۴۷ جس کی اضافت اللہ نے اپنی طرف کی ہے اس کی قسمیں ہیں: **□ دو □ تین**.
- ۴۸ سب سے بڑا ظلم کسی انسان کا دوسرا کی جان، مال یا عزت پر ظلم کرنا ہے: **□ صحیح □ غلط**.
- ۴۹ اس شخص کا ٹھکانہ جو شرک کے سوا گناہوں پر اصرار کرتے ہوئے فوت ہو جائے: **□ عذاب ہے □ مشیت کے تحت ہے**.
- ۵۰ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) ذکر ہے، دعا نہیں: **□ صحیح □ غلط**.
- ۵۱ ایسے لوگ بھی پائے جائیں گے جو: (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں ہو گی: **□ صحیح □ غلط**.
- ۵۲ محمد **صلی اللہ علیہ وسلم** اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اس گواہی کے منافی ہے: **□ گناہ □ بدعت □ سمجھی**.

- ۶۳- (عیسیٰ علیہ السلام کے بندے ہیں) یہ یہود پر رہے اور (آپ اللہ کے رسول ہیں) یہ نصاری پر رہے: صحیح غلط.
- ۶۴- **﴿وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾** (اور اس کی روح ہیں) یہ اضافت: اعیان ہے اوصاف ہے.
- ۶۵- اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا: پوری طرح ناقص طریقہ سے سمجھی.
- ۶۶- تحقیق توحید کا مطلب ہے اس کو خالص کرنا: شرک سے بدعت سے معاصی سے سمجھی.
- ۶۷- **﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً﴾** (ابراهیم علیہ السلام ایک امت تھے) یعنی: قدوہ امام نیر کے معلم سمجھی.
- ۶۸- امراض حسی اور معنوی میں سوائے نظر بد اور زہر لیے جانور کے ڈنک مارنے کے دم کرنا جائز نہیں ہے: صحیح غلط.
- ۶۹- حدیث «لَا يَسْتَرْقُونَ»، امام مسلم نے اپنی صحیح میں اضافہ کیا ہے: «وَلَا يُرْقُونَ»، یہ اضافہ: صحیح ہے ضعیف ہے.
- ۷۰- شرک اکابر جان و مال کو (سلطان کے لیے) حلال کر دیتا ہے جب تکہ وہ ذمی یا معاہدہ نہ ہو: صحیح غلط.
- ۷۱- راقی (بنا کہے بذات خود دم کرنے والا) اور مسْتَرْقی (کسی کو دم کرنے کے لیے کہنے والا) میں فرق یہ ہے کہ مسْتَرْقی سائل اور دل کے ذریعہ غیر اللہ کی طرف ملقت ہونے والا ہوتا ہے جبکہ راقی حسن ہوتا ہے: صحیح غلط.
- ۷۲- اللہ کے خصائص میں غیر اللہ کو اللہ کے مقابل قرار دینا شرک: اکابر ہے اصغر ہے.
- ۷۳- جو صورت کی شکل میں تراش گیا ہو اسے کہتے ہیں: صنم وثن سمجھی.
- ۷۴- کرامَ الاموال کا مطلب ہے: سب سے عمدہ در میانے درجہ کا سب سے گھٹیا.
- ۷۵- علم و عمل کے ذریعہ بندہ خود کو مکمل کرتا ہے اور دعوت و صبر کے ذریعہ دوسرا کو: صحیح غلط.
- ۷۶- نبی ﷺ اپنی امت پر دجال سے زیادہ ریا کاری کا خوف کھاتے تھے کیونکہ یہ شرک اصغر ہے: صحیح غلط.
- ۷۷- بندہ جب اپنے اعتقاد میں سچا ہو تو ضروری ہے کہ وہ اس کی طرف دوسروں کو دعوت دے: صحیح غلط.
- ۷۸- بصیرت کہتے ہیں: علم شرعی کو حکمت کو مدعوین کی حالت کا خیال رکھنے کو مذکورہ سمجھی.
- ۷۹- دعوت کے شر و ط کی تعداد: پانچ ہے چار ہے تین ہے.
- ۸۰- شرک اکابر اور شرک اصغر کے مابین فرق:
-
-
-
-
-
-
-

یا نچوال سوال: خانہ (ا) کے مناسب کلمات کو خانہ (ب) کے مناسب کلمات سے ملائیں:

ب

ا

نہجۃ	۱
اوہبیت	۲
عبدات	۳
طاغوت	۴
ریاکاری	۵
بدفالی	۶
ند	۷
ضم	۸
توحید	۹
عبدات	۱۰
خوارج	۱۱
وشن	۱۲
ربوبیت	۱۳
خمر انتہم	۱۴
حنیفہ	۱۵

محبت و تعلیم کے جذبے سے سرشار ہو کر اللہ کے اوامر کی بجا آوری اور نو ایسے اجتناب کرتے ہوئے تواضع اختیار کرنا۔

اس سے مراد سرخ اونٹ ہے اور اس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ عرب کے نزدیک انتہائی مرغوب اور قیمتی شے ہے۔

بد شکونی یعنی خواہ وہ کسی دلکھی جانے والی اور سنی جانے والی یا ایک معین جگہ یاد قت سے لیا جائے۔

شبیہ، نظیر اور مثال۔

جس کی انسان وغیرہ کی صورت میں عبادت کی جاتی ہو۔

جس کی کسی بھی صورت میں اللہ کے سوا پوچا کی جاتی ہو۔

جس کے ذریعہ بندہ اپنی حد پار کر جائے خواہ وہ متبوع ہو یا معبود یا مطاع۔

اللہ کی عبادت کرے تاکہ لوگ دیکھیں یا سنیں تو اس کی تعریف کریں۔

یہ اللہ تعالیٰ کو پیدا کرنے، بادشاہت اور تدبیر میں اکیلامانہ ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کو عبادت میں یابندوں کے افعال میں اکیلامانہ ہے۔

یہ ایک اسم جامع ہے جوہر اس چیز کو شامل ہے جس سے اللہ محبت کرتا ہے یا راضی ہوتا ہے خواہ وہ ظاہری یا باطنی اقوال ہوں یا افعال۔

جو کہتے ہیں کہ صاحب کبیر کافر اور داعی جہنمی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اس کی خصوصیتوں ربوبیت، اوہبیت، اور اسماء و صفات میں اکیلامانہ ہے۔

شرک سے دوری اور ہر مخالفت سے خود کو الگ کرتے ہوئے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں۔

ہر زہر لیلے جانور کے ڈنک مارنے کو کہتے ہیں۔

الْتَّقْبِيمُ الْتَّقْبِيمُ لِلْقُولِ الْمُفَيدِ

دوسری قسم: توحید کی تفسیر (۱۹ ابواب)

[۲] ”توحید“ کی تفسیر اور ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی گواہی کا مطلب

شروع میں جب توحید کے تعلق سے گفتگو کی گئی تھی تو نفس گویا اس بات کا مشتاق ہو گیا تھا کہ آخر توحید ہے کیا جس کے لیے گذشتہ ابواب (وجوب، فضیلت، تحقیق، اس کی ضد سے ڈرنا اور اس کی طرف دعوت دینا) قائم کیے گئے ہیں؟ تو اس باب کے ذریعہ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہاں سے لے کر آخر کتاب تک تمام ابواب توحید کی تفسیر ہی ہے۔

پہلی دلیل:

ارشاد ربانی ہے: ﴿أَفَلَمْ يَرَوْنَ أَنَّ رَبَّهُمُ الْوَسِيلَةُ إِلَيْهِمْ أَقْرَبُ﴾ الآیة۔ (یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) جن کو پکارتے ہیں، وہ خود اپنے رب کا تقرب حاصل کرنے کا وسیلہ (ذریعہ) تلاش کرتے ہیں کہ کون اسکے قریب تر ہو۔)

• ﴿يَدْعُونَ﴾: یہ لوگ جنہیں حاجت روائی کے لیے پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کا تقرب حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ کون اس کے قریب تر ہو، تو کیسے یہ لوگ ان کو پکارتے ہیں جو خود محتاج ہیں (یہ دعایں شریک ہٹھرنا ہے)۔

دوسری دلیل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنِّي بِرَبِّي أَمَّا مَنَعَهُ دُنْدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِ﴾ الآیة۔ (اور جب ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہہ دیا تھا کہ تم جن کی بندگی کرتے ہو، میں ان سے بیزار ہوں۔ سوائے اسکے جس نے مجھے پیدا کیا ہے)۔

• ﴿إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِ﴾ (سوائے اسکے جس نے مجھے پیدا کیا ہے): یہ نفی و اثبات کے مابین جمع کرنا ہے، اور دو وجوہ سے (اللہ) نہیں کہا جاتا۔

- اللہ عز و جل کو عبادت میں تنہا قرار دینے کی علت کو بیان کرنے کی خاطر، کہ جس طرح وہ پیدا کرنے میں تنہا ہے اسی طرح عبادت میں بھی تنہا ہے۔

۲- بتوں کی عبادت کے بطلان کو بتانے کے لیے کہ چونکہ بتوں نے تم لوگوں کو پیدا نہیں کیا ہے لہذا وہ مستحق عبادت نہیں، بلکہ لا حق عبادت وہی ذات ہے جو خالق ہے نہ کہ جو خود مخلوق ہے۔

• اللہ کی عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی بھی عبادت کرنے سے توحید حاصل نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس کو صرف اللہ کے لیے خالص کرنا ضروری ہے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض مسلم ممالک ایسے ہیں جہاں لوگ نماز، روزہ، زکاۃ اور حج جیسی عبادتوں کو انجام دینے کے ساتھ ساتھ قبروں کو بھی سجدہ کرتے ہیں۔

تیسری اور چوتھی دلیل:

[۳] ارشاد ربیٰ ہے: ﴿أَخْذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَنَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ الآیة۔ (انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور بزرگوں کو اپنارب بنالیا)۔

[۴] ارشاد ربیٰ ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنَدَادًا لِّجِهَوْنِهِمْ كَجُبَّ اللَّهِ﴾ الآیة۔ (اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو (اس کا) شریک اور ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ اور وہ ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں)۔

• ﴿أَحْبَارَهُمْ﴾: یعنی ان کے علماء، اور انکو جر / بحر (سمندر) ان کے کثرت علم کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

• ﴿وَرُهْبَنَهُمْ﴾: ان کے عبادت اگر.

• ﴿أَرْبَابًا﴾: انہوں نے اللہ کی معصیت میں اپنے علماء کی اطاعت کی اور عبادت گزاروں کی عبادت کی (یہ طاعت میں شریک ٹھہرانا ہے)

• ﴿لِّجِهَوْنِهِمْ كَجُبَّ اللَّهِ﴾: یعنی نہ سے ایسی محبت رکھتے ہیں جو اللہ سے محبت رکھنے کے مساوی ہے۔

محبت کی اقسام

طبعی محبت: (یہ جائز ہے) بشرطیکہ یہ محبت اللہ کی محبت پر غالب نہ ہو، جیسے بچے یا بیوی کی محبت۔	اللہ کی خاطر یا اللہ سے محبت رکھنا: (یہ واجب ہے) اُوتُقُ عُرْی الْإِيمَانُ الْحُبُّ فِي اللَّهِ...» (ایمان کی سب سے مضبوط کڑی ہے اللہ کی خاطر محبت رکھنا)۔	اللہ کے ساتھ اور وہ سے بھی محبت: غیر اللہ سے اللہ جیسی یا اس سے زیادہ محبت رکھنا یا شرک اکبر ہے
---	--	--

اللہ کی خاطر محبت رکھنے کی بھی کئی اقسام ہیں، جیسے: کسی عمل، عمل کرنے والے، زمان یا مکان سے محبت رکھنا۔

پانچویں دلیل:

اور صحیح مسلم میں نبی ﷺ سے مردی ہے: «مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ ﷺ»، جس شخص نے کلمہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کا اقرار کر لیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے، ان کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون محفوظ ہو گیا اور اس کا حساب (یعنی باقی معاملہ) اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔
آنندہ ابواب اسی بات کی تشریع ہیں۔

• وَكَفَرَ بِمَا يُعْبُدُ: اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کا انکار ضروری ہے، بلکہ ہر ایک کفر کا انکار ضروری ہے، جو کلمہ شہادت کی گواہی دیتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھتا ہو کہ یہودی اور عیسائی آج بھی صحیح دین پر ہیں، تو وہ مسلمان نہیں ہے، اسی طرح جو یہ سمجھتا ہو کہ دنیا میں پائے جانے والے ادیان، افکار کا مجموعہ ہیں ان میں سے وہ جو چاہے اسے اختیار کر سکتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

مسائل:

- (۱): اس میں سب سے اہم مسئلہ توحید اور کلمہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کی تفسیر ہے جسے متعدد واضح آیات و احادیث سے بیان کر دیا گیا ہے (یعنی اس میں نفی و اثبات کا ہونالازم ہے)۔
- (۲): دلائل توحید میں سے پہلی آیت سورہ اسراء کی ہے، جس میں ان مشرکین کی تردید ہے جو مصائب و مشکلات میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صالحین و بزرگان کو پکارتے ہیں، اس آیت میں صاف بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارنا ہی شرک اکبر ہے (یہ دعاء میں شریک ٹھہرانا ہے)۔
- (۳): ان دلائل توحید میں سے ایک دلیل سورہ براءۃ (التوبہ) کی آیت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور بزرگوں کو رب بنا لیا تھا، جبکہ انہیں صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ حالانکہ اس آیت کی واضح تفسیر یہ ہے کہ کوئی اشکال یا ابہام نہیں کہ اہل کتاب اپنے علماء اور بزرگوں کو (مصیبت اور مشکل میں) پکارتے نہیں تھے، بلکہ عمل معصیت میں ان کی اطاعت کرتے تھے (یہ اطاعت میں شریک ٹھہرانا ہے)

(۴): حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کا تذکرہ جو انہوں نے کفار سے کہی تھی ﴿إِنَّمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِ﴾ (تم جن کی بندگی کرتے ہو، میں ان سے بیزار ہوں۔ سوائے اسکے جس نے مجھے پیدا کیا ہے) اور اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کفار کے معبودان باطلہ سے اپنے رب کو مستثنی کیا۔ اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ کفار سے اس طرح کی براءت و بیزاری اور اللہ تعالیٰ کی موالات و محبت ہی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تغیری ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَجَعَلَهَا كَلْمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِيْدَةِ الْمُجْرِمِينَ﴾ (اور ابراہیم یہی پیغام اپنی قوم میں چھوڑ گئے، تاکہ وہ (اس کی طرف) رجوع کریں)۔

(۵): ان دلائل میں سے ایک دلیل سورہ بقرہ کی وہ آیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق بیان فرمائی ہے کہ ﴿وَمَا هُم بِخَرِيْجِينَ مِنَ الْأَنَارِ﴾ (وہ جہنم کی آگ سے نکلنے والے نہیں ہیں)۔ اور ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے شریکوں سے یوں محبت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو اللہ تعالیٰ سے بھی بڑی محبت تھی، مگر ان کی یہ محبت انہیں مشرف بہ اسلام نہیں کر سکی۔ جب اللہ تعالیٰ اور غیر اللہ سے محبت کرنے والوں کو مسلمان شمار نہیں کیا لیا تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شریکوں سے محبت کرنے والوں، یا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف غیر اللہ سے محبت کرنے والوں کا کیا حال ہو گا؟ (یہ محبت میں شریک ٹھہرانا ہے، اور اس کی چار اقسام ہیں:

[۱] غیروں کی بُنْبُتِ اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت کرے، اور یہی توحید ہے۔

[۲] غیر اللہ سے اللہ جسمی محبت رکھے، یہ شرک ہے۔

[۳] غیر اللہ سے اللہ سے بھی زیادہ محبت رکھے، یہ دوسری قسم سے زیادہ خطرناک ہے۔

[۴] صرف غیر اللہ سے ہی محبت رکھے اور اس کے دل میں اللہ کے لیے محبت نہ ہو، یہ سب سے خطرناک اور برا ہے)۔

(۶): ان دلائل میں سے ایک دلیل نبی ﷺ کا فرمان ذیثان بھی ہے کہ ”جس شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار اور معبودان باطلہ کا انکار کیا اس کامال اور خون (جان) محفوظ ہو گیا اور اس کا حساب (یعنی باقی معاملہ) اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔“ یہ ارشاد مبارک ان بڑے دلائل میں سے ایک ہے جو کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ کے معنی و مفہوم کو (صحیح طور پر) واضح کرتے ہیں کہ اس کلمہ کو محض زبان سے ادا کر لینے سے جان و مال کو امان و تحفظ نہیں مل جاتا، یعنی اس کلمہ کو محض پڑھ لینے سے یا اس کے معنی اور لفظ کو جان لینے، یا اس کے محض اقرار سے امان نہیں مل جاتی اور نہ اللہ وحدہ لا شریک له کو محض پکارنے سے امان و تحفظ حاصل ہوتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ جب تک معبودان باطلہ کا انکار نہ کیا جائے امان نہیں مل سکتی۔ یاد رہے، اگر کسی نے ان باتوں میں سے کسی میں بھی ذرا سائش کیا تو اس کی جان اور مال کو تحفظ و امان حاصل نہیں ہو سکے گا۔ یہ مسئلہ انتہائی اہم اور عظیم ہونے کے ساتھ غایت درجہ واضح ہے اور مخالفین کے خلاف ایک دلیل قاطع ہے۔

النَّفِيُّ يَحُو الْنَّفِيُّ لِقُولِ الْمُفَيْدِ

[۷] رفع بلاء اور دفع مصائب کے لیے چھلے اور دھاگے وغیرہ پہننا شرک ہے۔

- «مَنْ أَلْشَرِكَ» یعنی: شرک کا حصہ ہے، اب کچھ حصے اور قسمیں شرک اکبر ہوتی ہیں تو کچھ اصغر۔ اسی لیے مطلق استعمال کیا ہے۔
- لِرَفْعِ الْهُنَاءِ یعنی نازل ہو جانے کے بعد «أَوْ فَعْهُ» اس کے نزول سے پہلے۔

چھلے اور دھاگے وغیرہ پہننا شرک اکبر ہے یا اصغر؟

شرک اصغر ہے:

جب یہ اعتقاد رکھے کہ یہ سبب ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نہ تو شرعی سبب بنایا اور نہ حسی، اس لیے شرک اصغر ہے۔

شرک اکبر ہے:

جب یہ اعتقاد رکھے کہ یہ بذات خود موثر ہیں، اور یہ خود سے نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اسباب اختیار کرنے کے تعلق سے عقیدہ رکھنے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

شرک اکبر: یہ وہ لوگ ہیں جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ سبب ہی بذات خود نفع پہنچانے یا نقصان دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

شرک اصغر: یہ وہ لوگ ہیں جو ان چیزوں کے سبب ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں جن کو اللہ نے سبب بنایا ہے۔ اور اسباب یا تو حسی ہوتے ہیں جیسے دوایا شرعی جیسے رقیہ شرعیہ۔

صحیح عقیدہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ سبب صرف اسی کو ماننا درست ہے، جس کو اللہ نے سبب بنایا ہے۔ اور اسباب یا تو حسی ہوتے ہیں جیسے دوایا شرعی جیسے رقیہ شرعیہ۔

اسباب اختیار کرنے میں لوگ افراط و تفریط اور معتدل تین طرح کے ہیں:

جو اسباب اختیار کرنے میں اعتدال سے کام لیتے ہیں: یہ صرف شرعی اور حسی اسباب کو ہی سبب قرار دیتے ہیں جس کو اللہ نے سبب قرار نہیں دیا ہے، جیسے فرقہ صوفیاء۔ سبب بنانا خلاف شریعت سمجھتے ہیں۔

جو اسباب اختیار کرنے میں غلوکے شکار ہیں: یہ اس کو بھی سبب قرار دیتے ہیں جس کو اللہ نے سبب قرار نہیں دیا ہے، جیسے جبریہ اور اشاعرہ۔

جو اسباب کا انکار کرتے ہیں: وہ اللہ کی حکمت کا انکار کرتے ہیں، جیسے جبریہ اور اشاعرہ۔

الشیخ ہیثہ بن محمد مدرس رحان

دھاگہ وغیرہ لٹکانے والے کے کئی احوال ہیں:

اسے تعلیم دی جائے گی۔

وہ اس کے حکم سے انجان ہو:

یہ شرک اصغر ہے۔

یہ اعتقاد رکھے کہ یہ سبب ہے، جبکہ اللہ نے اسے سبب قرار نہیں دیا ہے:

یہ شرک اکبر ہے۔

یہ اعتقاد رکھے کہ یہ بذات خود موثر ہیں، اور یہ خود سے نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

یہ کبیرہ گناہ ہے۔

اس سلسلہ میں اس کا کوئی عقیدہ نہ ہو بلکہ وہ اس کو زینت کی خاطر پہنچتا ہو جیسا کہ آج کل بہت سے نوجوانوں کا حال ہے اللہ ہمیں اور انہیں ہدایت دے، جو بھی اس کو پہنچنے ہوئے دیکھے گا وہ سمجھے گا کہ اس کا پہنچنا جائز ہے اور اس طرح لوگوں پر شر کا دروازہ کھل جائے گا، نیز یہ کہ اس میں عورتوں اور مشرکین کی مشابہت بھی ہے۔

پہلی دلیل:

[۱] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ أَفَلَمْ يَرَمَّمَ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنَّ اللَّهُ بِضُرِّ هَلْ هُنَّ كَيْشَفَتُ حُرْرَةٍ ﴾ الآیة۔ (اے محمد ﷺ! ان سے کہہ دیجیے، تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو، اس ضرر کو ہٹا سکتے ہیں؟)

• یہ بت اپنی عبادت کرنے والوں کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی نقصان دور سکتے ہیں، اس بنیاد پر یہ نفع و نقصان کا سبب نہیں ہیں۔ اب اسی پر قیاس کرتے ہوئے ہر وہ چیز جو شرعاً یا قدری سبب نہیں ہو اس کو سبب سمجھنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا سمجھا جائے گا۔

• ﴿ قُلْ حَسِّيَ اللَّهُ ﴾ (آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے): اس میں وہی اسباب کو چھوڑ کر ”صرف اللہ ہمارے لیے کافی ہے“ یہ تسلیم کر لینا ہے۔

دوسری دلیل:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا فِي يَدِهِ حَلَقَةً مِنْ صُفْرٍ، فَقَالَ: «مَا هُنَّهُ؟»، قَالَ: مِنَ الْوَاهِنَةِ، فَقَالَ: «أَنْزِعْهَا؛ فَإِنَّهَا لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهُنَّا، فَإِنَّكَ لَوْ مُتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا»،

نبی ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں پیش / تابنے کا چھلہ دیکھا تو فرمایا: ”یہ کیا ہے؟“ اس نے کہا کہ یہ واہنہ (ایک بیماری) کی وجہ سے پہن رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اسے اتار پھینکو، یہ (تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا بلکہ) تمہاری بیماری میں مزید اضافہ کر دے گا۔ اور اگر اسے پہنے ہوئے تمہیں موت آگئی تو تم کبھی نجات نہ پا سکو گے۔“ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جید سند سے روایت کیا ہے۔

- **”حلقةٌ مِنْ صُفْرٍ“:** تابنے وغیرہ کا چھلہ، یا پھر لو ہے کا کڑا ہو یاد ہاگے کا۔
- **”مَا هُذِهِ؟“:** یہ انکار سے قبل ثابت کے لیے ہے کہ کہیں ایسی چیز کو منکرنا سمجھ بیٹھیں جو درحقیقت منکر ہے ہی نہیں۔
- **”الْوَاهِنَةِ“:** یہ رو میڑزم (گھٹیا) کی طرح ایک طرح کی بیماری ہے جو بڑیوں میں ہوتی ہے، اور اس چھلہ کو پہنے کے تعلق سے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ اس بیماری کو دور کر دے گا اور ان کی حفاظت کرے گا۔
- **”لَا تَرِيدُكَ إِلَّا وَهُنَا“:** یعنی جسم اور اعتقاد دونوں کی کمزوری کا سبب ہے۔ اور یہ الجراء من جنس العمل (جیسا عمل ولی سزا) کی قبل سے ہے۔

تیسرا ولیں:

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مرفوع امر وی ہے: **”مَنْ تَعَلَّقَ تَمَيَّمَةً فَلَا أَتَمَّ اللَّهُ لَهُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللَّهُ لَهُ“**. وَفِي رِوَايَةٍ: **”مَنْ تَعَلَّقَ تَمَيَّمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ“**، جس شخص نے (بیماری سے تحفظ کے لیے) کوئی توعید لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے، اور جس نے سیپ باندھا، اللہ تعالیٰ اسے بھی آرام نہ دے۔ اور ایک روایت میں ہے: ”جس نے (بیماری سے تحفظ کی نیت سے) توعید لٹکایا، اس نے (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) شرک کیا۔“

- **”مَنْ تَعَلَّقَ تَمَيَّمَةً“:** جس نے توعید لٹکایا اور اس کا قلبی تعلق بھی اسی سے ہو گیا، اسی لیے آپ ﷺ نے: ””تَعَلَّقَ“ کہا ”عَلَّقَ“ نہیں۔
- **”فَلَا أَتَمَّ اللَّهُ لَهُ“:** یہ یا تو اس کے اوپر بد دعا ہے، یا مخف خبر ہے۔
- **”وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً“:** ودعا، ایسی چیزوں کو کہتے ہیں جو سمندر سے نکالی جاتی ہیں، جیسے سیپ۔
- **”فَلَا وَدَعَ اللَّهُ لَهُ“:** اللہ تعالیٰ اس کو ”ودع“ یعنی ”سکون“ میں نہ رہنے دے، تاکہ جس غرض سے اس نے اسے لٹکایا ہے وہ مراد پوری نہ ہو۔

- **«فَقَدْ أَشْرَكَ»:** اگر اس نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ کے حکم کے بنایہ بذات خود موثر ہے تو شرک اکبر ہے، ورنہ شرک اصغر ہے۔

چوتھی دلیل:

ابن ابی حاتم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ: **أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا فِي يَدِهِ خَيْطٌ مِنَ الْحُمَّى، فَقَطَعَهُ، وَتَلَّ قَوْلُهُ:** **وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ**، ”انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں بخار کے سبب دھاگا بندھا ہوا دیکھا تو انہوں نے اس دھاگا کو کاٹ دیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: **وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ** (ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے باوجود بھی مشرک ہیں)۔“

- **«مِنَ الْحُمَّى»:** یعنی بخار کی وجہ سے تاکہ بخار بھٹکنا ہو جائے یا اس سے شفایابی مل جائے۔
- **«فَقَطَعَهُ»:** منکر کو ہاتھ سے روکنے کی صورت میں ہاتھ سے روکنا چاہیے، اس سے تغیر منکر کے سلسلے میں سلف کے مضبوط موقف کا پتہ چلتا ہے۔ واضح رہے کہ تغیر منکر کے مراتب ہیں جن کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے ورنہ بہت بڑا فتنہ ہو سکتا ہے۔
- **لٹکانے کا حکم:** اس طرح کا کچھ بھی لٹکانا حرام ہے، چاہے وہ چھلہ، دھاگا، سیپ، تعویذ، بھیڑیے کی آنکھ، گھر، پر انہجوتا، نیلا پتھر (منکا)، ہتھیلی، آنکھ، نیل کی سینگ، شیر کی تصویر، درخت کی تصویر اور چیزیں اور غیرہ ہو۔

مسائل:

پہلا: (بیماری سے تحفظ کی نیت سے) چھلا، دھاگا وغیرہ باندھنا سخت منع ہے۔
دوسرا: اس حدیث میں مذکور حقیقت کہ اگر کوئی صحابی بھی شفا کی نیت سے کوئی ایسی چیز باندھے یا لٹکائے جس کا سبب ہونا شرعی طور پر ثابت ہو اور نہ حسی (ظاہری) طور پر اور وہ اسی حال میں انتقال کر جائے تو وہ بھی کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔ اس طور پر بات کے لیے شاہد ہے کہ ”شرک اصغر (شرک اکبر کے علاوہ) کبیرہ گناہوں میں سب سے زیادہ سگین ہے۔“

تیسرا: جہالت کے سبب بھی اس صحابی کو معدور نہیں سمجھا گیا۔ (نبی ﷺ کے بیان کردینے کے بعد اب جہالت عذر نہیں مانا جائے گا۔ اور یاد رہے جہالت کی دو قسمیں ہیں:

[۱] وہ جہالت جس میں اسے معدور نہیں سمجھا جائے گا چاہے کفر میں ہو یا گناہ کے کاموں میں، یہ وہ ہے کہ سیکھنے کے موقع ہونے کے باوجود سستی اور کاملی کی وجہ سے نہ سیکھ سکا ہو، اور جاہل رہ گیا ہو۔

[۲] وہ جہالت جس میں اسے معدور سمجھا جائے گا، جو مذکورہ بالا اوصاف کے برخلاف ہو، یعنی اسے سیکھنے کا کوئی موقع میسر نہ آسکا اور نہ اس نے سیکھنے میں سستی اور تغیریط سے کام لیا اور نہ ہی اس کے ذہن میں یہ کھکا کہ یہ حرام بھی ہو سکتا ہے، تو ایسا شخص اپنی جہالت کی وجہ سے معدور سمجھا جائے گا، اگر وہ مسلم ہے تو یہ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا، اور اگر کافر ہے تو دنیا میں اسے کافر گر دانا جائے گا اور آخرت میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

چوتھا: یہ چیزیں دنیا میں بھی مفید نہیں بلکہ مضر ہیں کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے یہ تمہاری بیماری میں اضافہ کا سبب ہو گا۔

پانچواں: ایسی چیزوں کا استعمال کرنے والے کو سختی سے روکنا چاہیے۔

چھٹا: اس بات کی وضاحت معلوم ہوئی کہ جس نے کوئی چیز لٹکائی اسے اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

ساتواں: جس نے کوئی توعیذ گذرا لٹکایا اس نے شرک کیا۔

آٹھواں: بخار کی وجہ سے دھاگا باندھنا شرک ہے۔

نوال: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر اس آیت کی تلاوت کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام ﷺ شرک اکبر کی آیات سے شرک اصغر پر بھی استدلال کیا کرتے تھے، جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے (محبت کے سلسلے میں)۔

دسوال: نظر بد سے بچاؤ کے لیے سیپ باندھنا شرک ہے (شرکیہ توعیذات میں سے ہے)۔

گیارہواں: (بیماریوں سے تحفظ کے لیے) توعیذ لٹکانے اور سیپ وغیرہ ڈالنے والے کے لیے بد دعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی مراد پوری نہ کرے اور اسے آرام نہ دے۔ (کسی توعیذ لٹکانے والے کو صراحت کے ساتھ توہم یہ نہیں کہیں گے کہ: ”اللہ تمہاری مراد پوری نہ کرے“، کیونکہ ایسا کرنا اس کو نفرت دلانے کا سبب بن سکتا ہے، لیکن ہم اس سے کہیں گے: توعیذ اور سیپ وغیرہ لٹکانچوڑ دو، اور اسکو نبی ﷺ کی حدیث پڑھ کر سنائیں گے)۔

[۸] دم جھاڑ پھونک اور تعویذ کا بیان

مؤلف نے مذکورہ مسائل میں حکم بیان کیے بغیر باب قائم کیا ہے اور مسبق ابواب کی طرح حکم بیان نہیں کیا ہے، اور یہ نہیں کہا ہے کہ یہ شرک ہے، کیونکہ:

۱. دم کرنے کی دو قسمیں ہیں شرعی اور غیر شرعی۔
۲. ہر طرح کا تعویذ لٹکانا شرک نہیں ہے، چنانچہ اگر قرآنی آیات لکھ کر لٹکایا جائے تو یہ عمل حرام ہے شرک نہیں۔

پہلی دلیل:

صحیح بخاری میں حضرت ابو شیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَأَرْسَلَ رَسُولًا: «أَنْ لَا يَقِينَ فِي رَقِبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةُ مِنْ وَتَرٍ - أَوْ: قِلَادَةُ - إِلَّا قُطِعَتْ»، وَهُنَّا خَضْرَتُ صلی اللہ علیہ وسلم كے ساتھ سفر میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد کو (اعلان کرنے کے لیے بھیجا) کہ ”کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا قلادہ (ہار) ہر گز نہ چھوڑا یا مطلق قلادہ فرمایا، مگر اسے کاٹ دیا جائے۔“

- «فَأَرْسَلَ»: شریعت کی منشائے مطابق ان کے احوال دریافت کرنے کے لیے۔
- «قِلَادَةُ»: اس ہار کے سلسلے میں ان کا عقیدہ تھا کہ یہ اونٹ کو نظر بد سے بچاتا ہے۔ جبکہ یہ اعتقاد کھنہ اسی فاسد ہے۔

دوسری اور تیسرا دلیل:

[۲] اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: إِنَّ الرُّقَيَّ وَالْمَئَامَ وَالْتَّوَلَةَ شَرُكٌ، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ”جھاڑ پھونک (نظر بد وغیرہ سے تحفظ کے لیے)، تعویذ گذے باندھنا، اور محبت یا نفرت پیدا کرنے کے لیے کیا جانے والا جادوئی عمل (تولہ) شرک ہے۔“ احمد اور ابو داود نے اسے روایت کیا ہے۔

[۳] اور حضرت عبد اللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ، ”جس نے کوئی چیز لٹکائی تو اسے اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔“ اسے امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

- **«إِنَّ الرُّفَقَى»:** یعنی اس جھاڑپھونک اور تریکہ کو شرک کہا گیا ہے جو شرک یہ جھاڑپھونک ان کے نزدیک معروف تھی، نہ کہ وہ جھاڑپھونک جو شریعت سے ثابت ہے۔
- **«مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ»:** آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا (من علّق) بلکہ فرمایا: من تعلق (یعنی جس نے اس کو لٹکایا) کیونکہ اس نے اس کو لٹکایا اور اس سے قبی لگا دکھا۔ اب جو اللہ سے لوگا گئے گا اللہ اس کو کافی ہو گا، اور جو غیر اللہ سے لوگاتا ہے تو اس کو اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔
- انسان کے لیے کسی بھی صورت میں مناسب نہیں ہے کہ وہ سبب پر اعتماد کر لے، بلکہ اپنی امید صرف اللہ سے رکھے، تو اب جس نے مسیب یعنی اللہ کو چھوڑ کر صرف اس شیئ سے اپنے دل کو جوڑ لیا تو وہ ایک طرح کے شرک میں پڑ گیا۔ ہاں اگر یہ اعتقاد ہو کہ وہ جو کر رہا ہے وہ صرف ایک سبب ہے اور شریعت کے مخالف امور میں سے نہیں ہے بلکہ مسیب اللہ تعالیٰ ہی ہے تو یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

شرعی جھاڑپھونک کے شروط:

یہ اعتقاد رکھ کر یہ شرعی سبب ہے جو اللہ کی اجازت کے بنا کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

یہ ایسا کلام ہو جو: مفہوم ہو، معلوم ہو، سنا جاسکتا ہو اور عربی زبان میں ہو۔

یہ کتاب و سنت سے ہو یا اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے ذریعہ۔

ان شروط میں سے اگر کوئی بھی شرط فوت ہو جائے تو اسے شرعی جھاڑپھونک نہیں کہا جائے گا۔ اور یاد رہے کہ عربی زبان کے علاوہ کوئی شرعی جھاڑپھونک نہیں ہو سکتا ہے، ہاں اگر دعا کر رہا ہو تو جائز ہے کہ عربی زبان کو چھوڑ کر اپنی زبان میں بھی دعا کرے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی کو تبدیل نہ کرے کیونکہ یہ توقیفی ہیں (اور ویسے بھی نام ہر زبان میں اسی طرح ادا کیا جاتا ہے جیسا وہ ہے)۔

الْسَّمَائِمُ: یہ لفظ ”تمیمہ“ کی جمع ہے۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو نظر بدبست تحفظ کے لیے پھوٹ کے گلے میں باندھی، لٹکائی یا ڈالی جائے۔ قرآنی توعیذات کو بعض اہل علم نے جائز اور بعض نے ناجائز قرار دیا ہے، ناجائز کہنے والوں میں سے ایک حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

والرُّقَى: یہ ”رقیہ“ کی جمع ہے۔ انہیں ”العزائم“ بھی کہا جاتا ہے، رقیہ، دم اور جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں۔ اگرچہ مذکورہ حدیث میں دم کرنے کو شرک کہا گیا ہے، لیکن دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ جو دم شرک کیہ کلمات پر مشتمل نہ ہو اس کی اجازت ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے نظر بد اور زہر لیے جانوروں کے کاٹنے پر دم کرنے کی اجازت اور خست دی ہے۔

التوّلۃ: یہ ایک ایسا عمل ہے، جسے عربوں کے خیال میں خاوند اور بیوی کے مابین الفت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

ویڈنگ رنگ (شادی کی انگوٹھی) پہننا بھی ”توّلۃ“ کی ایک شکل ہے:

حرام ہے
اور یہ اس کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے، کیونکہ یہ
عیسائیوں کی عادتوں میں سے ایک عادت ہے،
اس کے ذریعہ سے وہ عقیدہ شیش کا اظہار
کرتے ہیں، اور اگر یہ انگوٹھی سونے کی ہو تو
اس میں مردوں کے لیے ایک اور مذکور ہے۔

شرک اصغر ہے
اگر یہ اعتقاد رکھے
کہ میاں بیوی کے
تعلق کو باقی رکھنے کا
ذریعہ ہے۔

شرک اکبر ہے
اگر یہ اعتقاد رکھے کہ یہ
بذات خود موثر ہے اور یہ فی
نفس نفع پہنچانے اور نقصان
دور کرنے کی صلاحیت رکھتی
ہے۔

چوتھی دلیل:

اور امام احمد نے حضرت رونیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «یا رُوْفِیْفُعُ، لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحِيَةً، أَوْ تَقْلَدَ وَتَرَا، أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجِيعٍ دَابِيَّةً أَوْ عَظِيمٍ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ بَرِيْءٌ مِنْهُ»، ”اے رونیع! شاید تم ایک مدت تک زندہ رہو، لہذا تو لوگوں کو بتا دینا کہ جو شخص داڑھی کو گرہ لگائے، یا تانت لگلے میں ڈالے، یا چوپائے کے گوبر یا ہڈی سے استنجاء کرے، تو محمد ﷺ اس سے بیزار اور لا تعلق ہیں۔“

- «أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحِيَةً»: یا تو تکبر کی وجہ سے یا پھر نظر بد سے بچنے کی خاطر (یا کافروں کے ایک حلقة کی دیکھادیکھی)۔
- «تَقْلَدَ وَتَرَا»: وتر: بکری کے پٹھے سے بنائی گئی ایک طرح کی تانت ہے جو نظر بد سے بچنے کے لیے

الْتَّقْنِيُّوْنَ يَوْمَ الْتَّقْنِيُّوْنَ قَوْلَ الْمُفَيْدِ

- «أُو اسْتَنْجَى بِرَجِيعٍ دَائِيَّة»: پیشاب یا پاخانہ کے بعد اس مقام کو جانوروں کی لید سے صاف کرنا۔
- «أُو عَظَمٌ»: (بڑی) یہ جنوں کی خوراک ہے۔ اور ”لید“ جنوں کے جانوروں کا چارہ ہے۔

پانچوں اور چھٹی دلیل:

[۵] سعید بن جبیر رض سے مروی ہے کہ: «مَنْ قَطَعَ تَمِيْمَةً مِنْ إِنْسَانٍ كَانَ كَعَدْلٍ رَّقِيْبَةً»، ”جو شخص کسی کے گلے سے تعویذ کو کاٹ ڈالے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔“ (اس کو وکیج نے روایت کیا ہے)۔

[۶] اور انہوں نے ہی ابر ہم رض سے روایت کیا ہے کہ: «كَانُوا يَكْرُهُونَ التَّمَائِمَ كُلَّهَا، مِنْ الْقُرْآنِ وَغَيْرِ الْقُرْآنِ»، ”لوگ (یعنی اصحاب ابن مسعود رض) قرآنی اور غیر قرآنی ہر قسم کی تعویذات کو ناپسند کرتے تھے۔

• «كَانَ كَعَدْلٍ رَّقِيْبَةً»: کیونکہ اس نے اسے شیطان کی عبادت جو کہ شرک ہے اس سے آزاد کیا ہے، اور یہ بندوں کو بندوں کی غلامی سے آزاد کرنے سے بڑھ کر ہے۔ ہاں تعویذ کا ٹنے کا عمل احسن طریقہ سے انجام دے تاکہ اس سے نفرت پیدا نہ ہو۔

ہم قرآنی تعویذات کو حرام کیوں قرار دیتے ہیں؟

اس میں قرآن کی بے ادبی ہونے کی وجہ سے کہ وہ اسے پہنچنے ہوئے بیت اخلاقاء میں چلا جائے یا اس میں گندگی لگ جائے۔	شر کا دروازہ بند کرنے کی وجہ سے، وہ اس طرح کہ اس کو دیکھ کر کچھ لوگ یہ سمجھیں گے کہ ہر طرح کا تعویذ لٹکانا جائز ہے چاہے وہ غیر قرآنی سی سے کیوں نہ ہو۔	نبی ﷺ کے فرمان: «إِنَّ الرُّقْيَةَ وَالتَّمَائِمَ وَالتَّوْلَةَ شَرِّكُ» (”مجھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور محبت و نفرت کے لیے کیے جانے والے اعمال، سب شرک ہیں) کے عموم میں داخل ہونے کی وجہ سے۔	بعض سلف کے نزدیک مکروہ ہونے کی وجہ سے۔ اور واضح رہے کہ سلف کے نزدیک کراہت کا مطلب ”حرام“ ہی ہوتا تھا۔
---	--	---	---

مسائل:

پہلا: ”رقیہ“ اور ”تمیمہ“ کی تفسیر۔

دوسرہ: ”تلہ“ کی تفسیر۔

تیسرا: یہ تینوں (رقیہ، تمیمہ اور تلہ) بلا استثنائی ہیں۔

چوتھا: نظر بد اور زہر میلے جانوروں کے کامنے پر غیر شرکیہ دم منوع نہیں ہے (ان دونوں کے علاوہ چیزیں بھی اس میں شامل ہیں، جیسے جادو)۔

پانچواں: قرآنی آیات کے تمیمہ (تعویذ) کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے کہ یہ شرک ہے یا نہیں۔ (اور سب سے زیادہ احتیاط پر بنی قول عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے کیونکہ اس میں اصل اور بنیادی بات یہ ہے کہ اس کی مشروعیت ثابت نہیں ہے)۔

چھٹا: نظر بد سے تحفظ کی خاطر جانوروں کے گلے میں تانت باندھنا اسی قبیل سے ہے (یعنی شرک ہے)۔

ساتواں: اس میں تانت باندھنے والوں کے لیے شدید عیدوارد ہوئی ہے۔

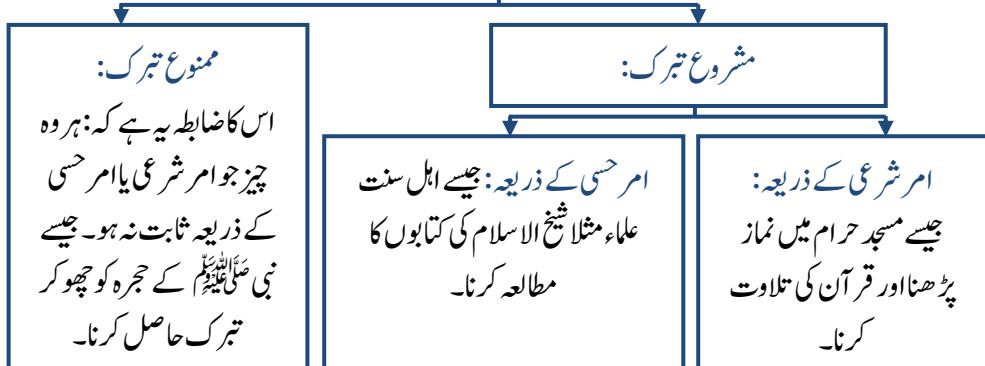
آٹھواں: اس سے کسی کے گلے میں لٹکی ہوئی تعویذ کو کاٹ پھینکنے کا ثواب اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

نواں: ابراہیم رضی اللہ عنہ کی بات اہل علم کے مذکورہ بالا اختلاف کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ان کے کلام سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد مراد ہیں (ان کی مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عمومی تابعین کرام نہیں ہیں)۔

الْتَّقْنِيُّونَ الْتَّقْنِيُّونَ قُولُ الْمُفَيدِ

[۹] کسی درخت یا پتھر وغیرہ کو متبرک سمجھنا

تبرک: برکت طلب کرنے کو کہتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں:



پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] ارشاد الہی ہے: ﴿أَفَرَأَيْمُ اللَّهُ وَالْعَزِيزُ ۖ وَمَنْتَهَا الْثَّالِثَةُ الْأُخْرَىٰ﴾ الآیات۔ (بخلاف متن

(بھی) لات، عزی اور تیسری (دیوی) منات کے بارے میں بھی غور کیا ہے؟)

[۲] حضرت ابو واقع دیشی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى حُنَيْنٍ، وَنَحْنُ حُدَّاثَةٌ عَهِدْ بِكُفْرٍ، وَلِلْمُشْرِكِينَ سِدْرَةٌ يَعْكُفُونَ عِنْدَهَا، وَيَنْوِ طُونَ بِهَا أَسْلِحَتْهُمْ، يُقَالُ هَا: (ذَاتُ أَنْوَاطٍ)، فَمَرَرْنَا بِسِدْرَةٍ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ؛ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا هُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُ أَكْبَرُ، إِنَّمَا السُّنَّةُ، قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَىٰ: «أَجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ إِلَهٌ» قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿۲۸﴾، لَتَرْكَبُنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ»، غزوہ حنین کے موقع پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جا رہے تھے اور ہم نے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ (راستے میں) مشرکین کی ایک بیری تھی، وہ (عظمت اور برکت کے خیال سے) اس کے پاس آکر بغرض عبادت بیٹھتے تھے۔ اور (برکت کے لیے) اپنے ہتھیار بھی اس پر لٹکایا کرتے تھے۔ اس کا نام ”ذات انواع“ تھا۔ چلتے چلتے ایک بیری کے پاس سے ہمارا گزر ہوا تو ہم نے کہا: ”یا رسول اللہ! جیسے ان مشرکین کا ذات انواع ہے، آپ ہمارے لیے بھی ایک ”ذات انواع“ مقرر فرمادیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ بھی تو (گر ابھی اور سابقہ قوموں کے) راستے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے تو وہی بات کی جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ: ﴿أَجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ إِلَهٌ» قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿۲۹﴾ اے موسیٰ! جیسے ان کے معبود ہیں

آپ ہمارے لیے بھی ایک ایسا ہی معبود مقرر کر دیں، ”موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”تم تو بڑے نادان ہو“ پھر آپ نے فرمایا: ”تم بھی پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔“ (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے)۔

• **﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّهَ وَالْعَزَّى﴾**: ہمیں بتاؤ کہ ان بتوں کی جن کی تم تعظیم کرتے ہو، معراج جیسی بڑی آیات و نشانیوں کے مقابلے میں ان کی کیا حیثیت ہے، کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ یہ بت ان کے نفع و نقصان کے مالک ہیں، اسی لیے وہ ان کے پاس آ کر ان سے دعا ملکتے تھے، ان کے لیے قربانیاں کرتے تھے اور ان کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

• **﴿اللَّه﴾**: [۱] اسے تاء کے تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے: ”لَاث“ یہ ایک نیک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستون گھول کر پلایا کرتا تھا۔

[۲] اور تاء کے تحفیف کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے: تاء کی تحفیف کے ساتھ لفظ جلالہ ”اللَّه“ کا مونث ہے۔

• **﴿وَالْعَزَّى﴾**: یہ اللہ کے نام ”عزیز“ سے مشتق مونث ہے۔

• **﴿وَمَنَّة﴾**: یہ مشتق ہے یا تو [۱] اللہ کے نام المثان سے [۲] یا منی سے کیونکہ اس بٹ کے پاس کثرت سے خون بھایا جاتا تھا، اور منی کو منی بھی اسی لیے کہا جاتا ہے (کہ یہاں حج کے موسم میں کثرت سے قربانی کا خون بھاتا ہے)۔

• **﴿الْحُدَّثَاء﴾**: یعنی، جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہوں، یہاں اس کو ان کے سوال کے لیے بطور اعتذار ذکر کیا ہے۔

• **﴿يَنُوْطُونَ﴾**: اس سے اپنے اسلحہ کو تبرک حاصل کرنے کی خاطر لکھا کرتے تھے۔

• **﴿ذَاتُ أَنْوَاطٍ﴾**: کیونکہ اس درخت پر وہ لوگ تبرک کی خاطر اپنے اسلحہ لکھا کرتے تھے۔

• **﴿اَجْعَلْ لَنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ اَنْوَاطٍ﴾**: ان کو یہ بات معلوم تھی کہ عبادات تو قیفی ہیں یعنی ان کے لیے شرعی دلیل اور اجازت ضرورت ہے، اسی لیے انہوں نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی، تو آپ نے اس معاملہ کی سلیمانی کو بتالیا لہذا وہ اس شرک سے بچ گئے۔

• **﴿لَتَرْكَبُنَ﴾**: تم ان کی طرح کے اقوال و افعال ضرور انجام دو گے، اس میں خبر بھی ہے اور ڈرانا بھی کہ ان کی طرح مت ہو جاتا۔

مسائل:

پہلا: سورہ نجم کی آیات (﴿أَفَرَءَيْتُمُ الْلَّهَ وَالْعَزَّىٰ ۖ وَمَنْوَةً آثَالِثَةَ الْأُخْرَىٰ﴾ ۱۹) کی تفسیر۔ دوسرا: صحابہ کرام ﷺ کے ذات انواع مقرر کرنے کے مطالبہ کی صحیح توجیہ (یہ کفار کے مقابلہ میں تھانے کے عبادت کی خاطر)۔

تیسرا: صحابہ کرام ﷺ نے اپنی اس خواہش کا صرف اظہار ہی کیا تھا۔ اسے عملی جامد نہیں پہنانا یا تھا۔ چوتھا: اس سے صحابہ کرام ﷺ کا مقصد وارادہ محض تقربہ اللہ کا حصول تھا، کیونکہ ان کا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے۔

پانچواں: جب صحابہ کرام ﷺ پر شرک کی یہ قسم مخفی رہی تو دوسرے عام لوگوں کا اس سے نابدرہ نہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ (اہم لوگوں کے عمل سے دھوکہ نہ کھائیں)۔

چھٹا: (اعمال صالحہ کے بدالے) صحابہ کرام ﷺ کو جو نیکیاں اور بخشش کے وعدے عطا کیے گئے ہیں، وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ (اہم اہم اچھائی کے ساتھ ہی یاد کریں، کیونکہ ان پر طعن کرنا گویا اللہ، اس کے رسول، اس کے دین اور صحابہ کرام ﷺ کی شان میں طعن کرنا ہے)۔

ساقواں: رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں صحابہ کرام ﷺ کو مغذو ر اور بے قصور نہیں سمجھا بلکہ آپ نے ان کی بایں الفاظ تردید فرمائی ”اللہ اکبر! یہی تو گمراہی (اور پہلی قوموں) کے راستے ہیں، تم بھی پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے“ اس طرح آپ ﷺ نے تین طرح سے اس کی مذمت فرمائی۔

آٹھواں: سب سے اہم بات جو اصل مقصد ہے، وہ نبی ﷺ کا صحابہ کرام ﷺ کے لیے یہ فرمانا ہے کہ ”تمہارا مطالبہ بھی بنی اسرائیل کے مطالبہ جیسا ہے“، انہوں نے کہا تھا: ﴿أَتَجْعَلُ لَنَا الَّهَآءَ﴾ (آپ ہمارے لیے ایک معبد بنادیں) سوم نے بھی ایسا ہی مطالبہ کیا۔ (اس میں الفاظ میں بھی مشرکین کی مشاہدت سے منع کیا گیا ہے)۔

نواں: اس قسم کے مقالات کو مقدس اور متبیر کہ سمجھنا، توحید اور لا الہ الا اللہ کی مراد ہے۔ یہ ایک انتہائی دقیق اور پوشیدہ بات ہے۔ (جس طرح سے شہادت کا مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی طرح برکت بھی اللہ کے سوا کسی سے حاصل نہیں کی جاسکتی)۔

وسماں: نبی ﷺ نے فتوے پر قسم کھائی، جبکہ بنائی مصلحت (یاد فوج مفسدہ) کے قسم کھانار رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ نہ تھی۔

گیارہواں: چونکہ صحابہ کرام کو اس مطالبہ کی وجہ سے مرتد نہیں سمجھا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ شرک بڑا بھی ہوتا ہے اور چھوٹا بھی۔

بادھواں: ابو واقع رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ: ”ہم لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے“ اس سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرا صحابہ کرام ﷺ کو اس بات کا علم تھا کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ (ان کو ان کی جہالت کی وجہ سے مغذور سمجھا جائے گا، کیونکہ وہ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے)۔

تیرہواں: حدیث سے اظہار تجہب کے لیے ”اللہ اکبر“ کہنے کی مشروعیت ثابت ہوئی اور اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔

چودہواں: شرک و بدعت کے تمام ذرائع کا سد باب کرنا چاہیے (ذریعہ کہتے ہیں کسی چیز تک پہنچنے کے راستے کو، اور ذرائع کی دو قسمیں ہیں:

[۱] مطلوب شے تک پہنچنے کا ذریعہ، اسے بند نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے کھولا اور طلب کیا جائے گا۔

[۲] مذموم شے تک پہنچنے کا ذریعہ، اسے بند کیا جائے گا۔ اور یہی مؤلف عزیز اللہ علیہ کی مراد ہے۔

پندرہواں: اس میں اہل جاہلیت کی مشاہدت سے منع کیا گیا ہے (یہ صرف بعثت سے قبل کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس میں حق سے جہالت، جاہلوں کے کام جیسے کام بھی داخل ہیں، اور یہ سب بھی اہل جاہلیت میں ہی شمار کیے جائیں گے)۔

سولہواں: اس میں دوران تعلیم (کسی مصلحت کی بنیاد پر استاد کاشا گرد پر) ناراض ہونا ثابت ہے۔

ستہواں: نبی ﷺ نے ”انھا السنن“ یہ طریقے ہیں، فرمایہ کہ عمومی اصول بیان کر دیا۔ (اور یہ ڈرانے کی خاطر ہے)۔

اٹھارہواں: نبی ﷺ کی یہ خبر بھی علامات نبوت میں سے ہے کہ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق اب اسی طرح ہو رہا ہے۔

انیسواں: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن باتوں پر یہود و نصاری کی مذمت فرمائی، وہ دراصل ہمیں تنبیہ ہے کہ ہم اس سے بچیں۔

بیسواں: اہل علم کے ہاں یہ اصول طے ہے کہ عبادت کی نبیاد حکم اور امر پر ہے، اور اپنی مرضی سے کوئی عبادت مقرر نہیں کی جاسکتی، اس سے قبر کے سوالوں پر تنبیہ ہوتی ہے کہ قبر میں پہلا سوال یہ ہو گا: (مَنْ رَبَّكَ؟) (تیر ارب کون ہے؟) یہ توضیح ہے، البتہ دوسرا سوال (مَنْ نَمِّيَكَ؟) (تیر انہی کون ہے؟) اس کا تعلق امور غیبیہ سے ہے۔ اور تیسرا سوال: (مَادِينِكَ؟) (تیر ادین کیا ہے؟) اس پر آیت «إِنَّ جَهَنَّمَ لَكَ إِلَّا لَهَا إِلَّا» آخر تک، دلالت کرتی ہے۔

اکیسواں: اہل کتاب کے طور طریقے بھی اسی طرح مذموم ہیں، جیسے مشرکین کا مذہب اور ان کے اطوار ہیں۔

پانیسواں: جو شخص باطل سے حق کی طرف آتا ہے، اس کے دل میں قدیم عبادت، عقائد اور تصورات کا پکھنہ کچھ اثر باتی رہ جاتا ہے، جیسا کہ ابو اقدح رضی اللہ علیہ نے کہا: ”ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے“ (اسی لیے حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ زانی کو کوڑے مارنے کے بعد جرم والی جگہ سے جلا وطن کر دیا جائے تاکہ وہ پھر اس جرم کی طرف پلٹ نہ جائے، اور انسان کو چاہیے کہ وہ کفر و شرک اور فسق و فجور والی جگہوں سے دور رہے، اور اہل سنت کا یہ طریقہ رہا ہے کہ علمائے ربانیین سے ہی علم سکھتے ہیں، اور وہ شخص جو پہلے مذالت و گمراہی میں تھا اور اب سنت کی طرف رجوع کر چکا ہے تو اس سے اس وقت تک علم نہیں سیکھا جائے گا جب تک علماء حق اس کے گمراہ کن عقائد سے پوری طرح دستبردار ہونے کی شہادت نہ دے دیں)۔

[۱۰] غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کا حکم

۱. مؤلف نے حکم ذکر کیے بغیر باب کو قائم کیا ہے، اور یہ نہیں کہا کہ: (غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا شرک ہے)؟
۲. شیخ چاہتے ہیں کہ طالب علم دلیل سے حکم اخذ کرنا سکھے، اور یہ علمی تربیت کا ایک طریقہ ہے۔

پہلی اور دوسری دلیل:

- [۱] ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِقَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ ﴿لَا شَرِيكَ لَهُ﴾ الآیہ۔ (کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں)۔
- [۲] نیز ارشاد الہی ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْخِرْ﴾۔ (پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر)۔

- ﴿قُل﴾: توحید خالص کو قائم کرنے کی خاطر ان مشرکین سے بانگ دہل کہیے۔
- ﴿صَلَاتِي﴾: میرے تمام بدنبال اعمال جن میں سب سے افضل نماز ہے، خواہ وہ نفل ہو یا فرض۔
- ﴿وَنُسُكِي﴾: یعنی میری قربانی، میرے تمام مالی اعمال جن میں سب سے افضل اللہ کے لیے ذبح کرنا ہے۔
- ﴿وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِقَ﴾: یعنی میری ذات میں کسی بھی طرح کا تصرف اور میری زندگی کے شب و روز اور میرے مرنے جینے سے لے کر سبھی معاملوں کی تدبیر، سبھی کچھ اللہ ہی کے لیے ہے۔
- ﴿أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (میں سب سے پہلا مسلمان ہوں): [۱] یہ اضافی (نسبتی) اولیت ہے، یعنی میں اس امت کا نسبت اس سے پہلا مسلمان ہوں۔
- [۲] یہ مطلق اولیت ہے اور اس سے مراد ہے کہ میں لوگوں میں سب سے پہلا مسلمان اور اللہ کا سب سے زیادہ متواضع بندہ ہوں۔
- ﴿وَأَنْخِرْ﴾: آپ اپنی قربانی خالص اللہ کی خاطر کریں جس طرح اللہ ہی کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔ کیونکہ قربانی بھی اہم عبادت ہے۔

ذبح کی تسمیہ:

غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا
اس کی محبت و تعظیم کرتے
ہوئے: (یہ شرک اکبر ہے)
جیسے جنات اور قبر والوں
کے لیے ذبح کرنا۔

ایسا ذبح جو جائز ہو:
یعنی جو خود کے
کھانے، یا مہمان
نوازی کرنے یا تجارت
کی غرض سے ہو۔

اللہ کے لیے ذبح کرنا، یعنی اللہ نے جس موقع
و مناسبت سے ذبح کرنے کی بہادیت یا حکم دیا ہے
جیسے حج، عید الاضحی، عقیقہ اور دیگر صدقہ
و خیرات کے لیے جانور ذبح کرنا۔
اسے غیر اللہ کے لیے انجام دینا شرک اکبر ہے۔

تیری دلیل:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چار باتیں بتائیں: «لَعْنَ اللَّهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ، لَعْنَ اللَّهُ مَنْ لَعَنَ وَالْيَدِيْهِ، لَعْنَ اللَّهُ مَنْ أَوَى مُحْدِثًا، لَعْنَ اللَّهُ مَنْ عَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ»، ”جو شخص غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ جو شخص اپنے والدین پر لعنت کرے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ جو شخص کسی بد عقی (مجرم) کو پناہ دے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ جو شخص زمین کے حدود اور نشانات کو بدلتے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

«لَعْنَ»: اللہ کی لعنت، کامطلب ہے اللہ کا اسے اپنی رحمت سے دور کر دینا۔ آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ خبر دے رہے ہیں کہ جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، یا پھر آپ یہ دعا کر رہے ہیں کہ: اے اللہ جو تیرے علاوہ کسی اور کے لئے ذبح کرے تو اس پر لعنت پہنچ۔

چوتھی دلیل:

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِي دُبَابٍ، وَدَخَلَ النَّارَ رَجُلٌ فِي دُبَابٍ»، قَالُوا: وَكَيْفَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «مَرَّ رَجُلٌنَّ عَلَى قَوْمٍ كُلُّهُمْ صَنَمٌ، لَا يَبُوْزُهُ أَحَدٌ حَتَّى يُقْرَبَ لَهُ شَيْئًا، فَقَالُوا لِأَحَدِهِمَا: قَرْبٌ، قَالَ: لَيْسَ عِنْدِي شَيْءٌ أَقْرَبُ، قَالُوا لَهُ: قَرْبٌ وَلُؤْ دُبَابًا، فَقَرَّبَ دُبَابًا؛ فَخَلَوْا سَيِّلَةً، فَدَخَلَ النَّارَ، وَقَالُوا لِلَاخَرَ: قَرْبٌ، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأَقْرَبَ لِأَحَدٍ شَيْئًا دُونَ اللَّهِ، ۵، فَضَرَبُوا عُنْقَهُ، فَدَخَلَ الْجَنَّةَ»، ”ایک شخص کمی کی وجہ سے جنت میں چلا گیا اور ایک شخص کمی ہی

کی وجہ سے جہنم جا پہنچا۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: ”دو آدمیوں کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا، جس کا ایک بت تھا۔ کسی کو وہاں سے چڑھاوا چڑھائے بغیر گزرنے کی اجازت نہ تھی۔ (اس) قوم کے لوگوں نے ان میں سے ایک کو کہا: چڑھاوا چڑھاؤ، اس نے کہا: چڑھاوا کے لیے میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ انہوں نے کہا: تمہیں یہ کام ضرور کرنا ہو گا، خواہ ایک مکھی چڑھاؤ۔ اس شخص نے ایک مکھی کا چڑھاوا چڑھادیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ اور وہ اس مکھی کے سبب جہنم میں جا پہنچا۔ ان لوگوں نے دوسرے سے کہا: تم بھی کوئی چڑھاوا چڑھاؤ، تو اس نے کہا: میں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے واسطے کوئی چڑھاوا نہیں چڑھا سکتا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور وہ سیدھا جنت میں جا پہنچا۔“ اس حدیث کو احمد نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً صحیح ہے۔

• **”فِي ذُبَابٍ“**: عربی زبان کا لفظ ”فی“ یہاں سبب کے معنی میں ہے، یعنی ایک مکھی کے سبب۔

مسائل:

پہلا: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿فَلْ إِنَّ صَلَاقَ وَشَنْكِي﴾ کی تفسیر۔

دوسرا: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْحِرْ﴾ کی تفسیر۔

تیسرا: رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے شخص پر لعنت فرمائی ہے (کیونکہ یہ شرک ہے اور اللہ کا حق تمام حقوق سے بڑھ کر ہے)۔
چوتھا: اپنے والدین پر لعنت کرنے والا خود لعنتی ہے، اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر تم کسی کے والدین پر لعنت کرو گے تو وہ تمہارے والدین پر لعنت بھیجے گا (کیونکہ سبب بنا گویا خود یہ کام کرنا ہے، یا پھر یہ کہ وہ خود ہی اپنے والدین پر لعنت کرے)۔

پانچواں: جو شخص کسی بد عقی (یا مجرم) کو پناہ دے، وہ ملعون ہے۔ مجرم سے مراد وہ شخص ہے جو کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو جس پر شریعت نے سزا مقرر کی ہے اور وہ اس سے بچنے کے لیے کسی کی پناہ ڈھونڈتے۔ (اس کی مدد کرنے والا، صرف اس کی حمایت کرنے والے کے مقابلے میں، زیادہ بڑا مجرم ہے۔ اور بدعت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

[۱] دینی امور میں بدعت ایجاد کرنا، جیسا کہ جہیہ، معتزلہ اور رافضہ وغیرہ نے کیا۔

[۲] امت سے متعلق امور میں اسے انجام دینا، جیسے جرائم اور اس جیسی چیزیں، مثلاً کسی چور یا ادا کو کو اپنے گھر میں پناہ دے۔)

چھٹا: جو شخص حدود زمین کی علامات بدلتا ہے، وہ لعنتی ہے۔ اس سے ایسے نشانات مراد ہیں جو آپ اور آپ کے پڑوسی کی حدود ملکیت کو متعین کرتے ہیں اور ان نشانات کو بدلتے سے پڑوسیوں کا حق مارنا مقصود ہو۔ ساتواں: کسی متعین شخص پر یا عمومی طور پر گناہ گار لوگوں پر لعنت کرنے میں فرق ہے۔ (پہلا منوع اور دوسرا جائز ہے، کسی معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں، اور اس باب میں اصل بات یہ ہے کہ مطلقاً کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے)۔

آٹھواں: ایک مکھی کی وجہ سے جہنم میں جانے کا قصہ بہت عظیم ہے۔ (اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو)۔ نوواں: مکھی کا چڑھاوا چڑھانے والا جہنم رسید ہوا حالانکہ ایسا کرنے میں اس کا مقصد قطعاً شرک نہیں تھا، بلکہ اس نے اپنی جان بچانے کے لیے ایسا کیا تھا۔ (کیونکہ پچھلی امتوں میں اکراہ مقبول عذر نہیں مانا جاتا تھا)۔

وسواں: اہل ایمان کے ہاں شرک کس قدر سنگین جرم ہے کہ اس مومن نے قتل ہونا گوارا کر لیا، لیکن اہل صنم کا مطالبہ پورا نہ کیا، حالانکہ انہوں نے اس سے صرف ظاہری عمل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ (جب اس کی موافقت اور صبر نہ کرنے کی وجہ سے اسلام کو نقصان پہنچ کا اندیشہ ہو تو صبر کرے، معلوم ہو کہ صبر کرنا کبھی کبھی واجب ہوتا ہے)۔

گیارہواں: ان دونوں میں سے شرک کا رنگاب کر کے جہنم میں جانے والا شخص مسلمان تھا۔ اگر وہ کافر ہوتا تو آپ ﷺ یوں نہ فرماتے کہ ”وہ ایک مکھی کے سبب جہنم میں گیا۔“

بادھواں: اس حدیث میں ایک دوسری صحیح حدیث کی تائید ہے کہ ”جنت اور جہنم تمہارے ایک کے، اس جو تے کے تھے سے بھی زیادہ قریب ہے۔“ (اور اس حدیث کا مقصد لوگوں کو ترغیب دلانا اور ڈرانا ہے)۔

تیزہواں: شمول بت پرست ہر ایک کے نزدیک قلبی عمل سب سے زیادہ اہم اور مقصوداً عظیم ہوتا ہے۔ (دلوں کی بیماری کی دو اکتاب و سنت ہے، لہذا اپنے دلوں کو دنیا میں مشغول کرنے سے بچیں)۔

جب کسی انسان کو کفر کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لیے کیا مناسب ہے؟ صبر کرے اور قتل ہو جائے، یا پھر بظاہر اس کی موافقت کرے اور دل میں اس کی تاویل کر لے؟

۱. ظاہری اور باطنی دونوں طور پر اس کی موافقت کر لے۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ اسلام سے مرتد ہو جانا ہے۔

۲. ظاہری طور پر اس کی موافقت کر لے (باطنی نہیں) اور مقصد اس اکراہ اور زبردستی سے گلو خلاصی ہو۔ ایسا کرنا جائز ہے۔

۳. نہ تو ظاہری اور نہ ہی باطنی طور پر اس کی موافقت کرے بلکہ قتل ہو جانے کو ترجیح دے۔ ایسا کرنا جائز ہے اور یہ صبر میں داخل ہے اور یہ اس صورت میں جب اکراہ کی موافقت کرنے سے عمومی طور پر دین کو نقصان پہنچتا ہو، ورنہ (بہتر ہے کہ) صرف ظاہری طور پر موافقت کر لے۔

الثُّقُولُ الْمُفَيَّدُ لِلْقُولِ الْمُفَيَّدِ

[۱۱] جس جگہ پر غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے اس جگہ پر (اللہ تعالیٰ کے نام پر بھی) ذبح کرنا جائز نہیں

مؤلف عَنِ اللَّهِ تَعَالَى کی حسن ترتیب کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا عام حکم بیان کرنے کے بعد اس جگہ پر ذبح کرنے کا حکم بیان کر رہے ہیں جس جگہ پر غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا جاتا ہو، تو اس جگہ پر اللہ کے لیے ذبح کرنا جائز نہیں ہے، جیسے کوئی ایسی جگہ جہاں بتوں کے لیے ذبح کیا جاتا ہو وہاں اللہ کی خاطر قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل حکمتیں ہیں:

۱. اس میں کفار کی مشابہت ہے۔

۲. اس عمل میں ایک طرح کا دھوکا ہے، کیونکہ اس سے یہ گمان ہو گا کہ مشرکین کا عمل جائز ہے۔

۳. اس کے ذریعہ مشرکین کے فعل کو تقویت ملے گی، جبکہ منوع، اور شرعاً اس کی تردید مقصود ہے نہ کہ تصحیح و تقویت۔

پہلی دلیل:

ارشادِ اہلی ہے: ﴿لَا نَقْمَنُ فِيهِ أَبَدًا﴾۔ (آپ کبھی اس (مسجد ضرار) میں (عبادت کے لیے) کھڑے نہ ہوں)۔

مصنف عَنِ اللَّهِ تَعَالَى کا آیت کریمہ کو اس باب میں ذکر کرنے کا سبب:

مسجد ضرار چونکہ معاصی، مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان کے درمیان تفریق پیدا کرنے کی غرض سے قائم کی گئی تھی، لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس میں کھڑے ہونے یعنی عبادت کرنے سے منع فرمادیا، جبکہ اس میں بھی نمازِ صرف اللہ کے لیے ہی پڑھی جاتی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہو وہاں اللہ کی عبادت نہیں کی جائے گی، گرچہ اس کو زائل ہی کیوں نہ کر دیا گیا ہو۔ اور جس طرح نماز عبادت ہے اسی طرح ذبح کرنا بھی عبادت ہے، اور جس طرح غیر شرعی جگہ پر نماز درست نہیں اسی طرح ذبح کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ ایسا کرنے سے اس جگہ کی تعظیم اور مشرکین سے مشابہت ہوتی ہے۔

اور اسی سے ملتی جاتی چیز، سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع کرنا ہے، کیونکہ اس وقت کفار سورج کی پرستش کر رہے ہوتے ہیں۔ یہاں زمانہ اور وقت کے لحاظ سے منع کیا گیا ہے جبکہ مذکورہ حدیث میں مکان (جگہ) کے لحاظ سے منع کیا گیا ہے، لہذا زمان و مکان پر قیاس کیا جائے گا۔

دوسری دلیل:

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک شخص نے بوانہ نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، چنانچہ اس نے (اس کے متعلق) نبی ﷺ سے پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا وہاں جا بیت کے بتوں میں سے کوئی ایسا بات تھا جس کی پوچاکی جاتی رہی ہو؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے مزید پوچھا: ”کیا وہاں مشرکین کا کوئی میلہ لگتا تھا؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنی نذر پوری کرلو۔ یاد رکھو! جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی ہو اور وہ نذر جس کو پورا کرنا انسان کی وسعت میں نہ ہو، اس کی وفا اور ادا میگی جائز نہیں۔“ (اسے ابو داود نے روایت کیا ہے اور اس کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔)

نذر: لغت میں: مہد و میان اور لازم کر لینے کو کہتے ہیں۔ اور شریعت میں: بندے کا پس اپر کسی ایسی چیز کا لازم کر لینا جو اس پر لازم نہیں ہے۔

غیر اللہ کے لیے نذر ماننا (یہ شرک اکبر ہے):

جیسے کوئی صرف لفظ غیر اللہ کی قسم کھالے، یہ نذر منعقد نہیں ہو گی (یعنی اس کو پورا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا کوئی کفارہ ہے، وہ بس اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرے)۔

اللہ کے لیے نذر ماننا:

عام نذر: اس میں ہر مسلمان داخل ہے (بِوْقُوْنَ بِاللَّهِ) (وہ اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں) کیونکہ مسلمانوں نے اوامر بحالانے اور نواہی ترک کرنے کی نذر مانی ہے۔

خاص نذر: جیسے کوئی کسی معین چیز کی نذر مانے۔

نذر ماننے اور منعقد ہونے سے قبل: اس کا حکم: یہ حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اگر اس میں خیر ہو تو اونبی ﷺ نے خود بھی نذر مانی ہوتی۔

نذر ماننے اور منعقد ہونے کے بعد: یا تو اس کو پورا کرے یا قسم کا کفارہ ادا کرے۔

نذر طاعت کی ہو: اس کو پورا کرنا واجب ہے، اور اگر پورانہ کرے تو اس پر کفارہ لازم ہے (جیسے کوئی نماز پڑھنے کی نذر مانے)۔

نذر معصیت کی ہو: اس کو پورا کرنا حرام ہے، اور واجب ہے کہ نذر توڑ کر کفارہ ادا کرے (جیسے کوئی حرام کام بطور مثال غیبت کرنے کی نذر مانے)۔

مباح ہو: اس کو اختیار ہے چاہے تو نذر پوری کرے (اور یہ اولی ہے) یا کفارہ ادا کرے (جیسے کوئی خاص کپڑا اپنے کی نذر مانے)۔

غصہ کی حالت میں مانی ہوئی نذر: یہ مباح نذر کی طرح ہے، جو قسم کے معنی میں لیا جائے گا (جیسے شہر چھوڑنے کی نذر مانے)۔

مکروہ نذر: اس نذر کو پورا کرنا مکروہ جبکہ اس کو توڑ کر کفارہ ادا کرنا مستحب ہے (جیسے کوئی نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی نذر مانے)۔

نذر مطلق: کسی چیز کی تعین کیے بغیر نذر مانے، تو اس میں کفارہ ہے (جیسے کوئی کہے: اللہ کی خاطر میں نذر مانتا ہوں، اور خاموش ہو جائے)۔

- نذر اگر اللہ کی خاطر ہو تو وہ منعقد ہو گا: اب یا تو اس کو پورا کرے یا پھر اسے توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے۔
- نذر اگر غیر اللہ کی خاطر ہو تو منعقد نہیں ہو گا: اس کو نہ تو پورا کرے اور نہ ہی اس کا کوئی کفارہ ادا کرے، بلکہ اللہ کے حضور قوبہ واستغفار کرے (یاد رہے! ایسا کرنا شرک اکبر ہے)۔

مسائل:

پہلا: آیت مبارکہ ﴿ لَا نَقْمَنُ فِيهِ أَبَدًا ﴾ (آپ کبھی اس (مسجد ضرار) میں (عبادت کے لیے) کھڑے نہ ہونا) کی تفسیر۔

دوسرہ: اللہ تعالیٰ کی اطاعت و معصیت بعض اوقات زمین پر بھی اثر انداز ہوتی ہے (چونکہ اس زمین پر شرک یہ اعمال انجام دیے جا رہے تھے، لہذا مشرکین کی مشابہت سے بچنے کی خاطر ایسے عمل کو حرام قرار دیا گیا جس میں شرک کی مشابہت ہو)۔

تیسرا: کسی مشکل مسئلہ کو سمجھانے کے لیے واضح مسئلہ پیش کرنا چاہیے، تاکہ کوئی اشکال باقی نہیں رہے۔
چوتھا: بوقت ضرورت، مفتی سائل سے تفصیلات اور وضاحتیں طلب کر سکتا ہے (یا اسی طرح تفصیلی جواب دے سکتا ہے)۔

پانچواں: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خاص مقام کو منت اور نذر ماننے کے لیے مخصوص کرنے میں کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو (لیکن اگر یہ ڈر ہو کہ عوام یہ سمجھنے لگے کہ اس جگہ کی کوئی خاصیت ہے تو پھر منوع ہو گا)۔

چھٹا: جس مقام پر دور جاہلیت میں کوئی ”وشن (بت)“ رہا ہو، وہاں نذر پوری کرنا منع ہے، خواہ اب اسے وہاں سے ختم کر دیا گیا ہو۔

ساتواں: کسی ایسی جگہ پر بھی نذر پوری نہیں کی جاسکتی، جہاں مشرکین کا کوئی میلہ یا تہوار منایا جاتا رہا ہو، اگرچہ اب وہ سلسلہ بند ہی ہو چکا ہو۔

آٹھواں: اگر کسی نے مشرکین کے بت یا تہوار والے مقام کی نذر مانی ہو تو اسے پورا کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ نافرمانی کی نذر رہے جو جائز نہیں۔

نوال: اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تھوار میں بھی مشرکین کی مشاہدہ سے پچنا چاہیے، اگرچہ مشرکین کی مشاہدہ کرنا مسلمان کا مقصود نہ بھی ہو (شیعۃ الاسلام علیہ السلام علیہ السلام کا صریح فتویٰ ہے کہ مشاہدہ کے لیے قصد و ارادہ شرط نہیں ہے، البتہ ایسا اگر قصد اکیا جائے تو زیادہ گنہگار ہو گا)۔

دسوال: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی نذر باطل ہے (مطلوب یہ ہے کہ نذر منعقد تو ہو گی لیکن اسے پورا نہیں کیا جائے گا)۔

گیارہوال: جو امر انسان کی وسعت و طاقت میں نہ ہو اس کی نذر ماننا بھی ناجائز اور غلط ہے (یعنی اس کو پورا نہیں کیا جائے گا، اور جس پر انسان قدرت نہیں رکھتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

[۱] شرعی طور پر قدرت نہ رکھتا ہو: جیسے کوئی کہے کہ: میں اللہ کی خاطر یہ نذر مانتا ہوں کہ فلاں آدمی کے غلام کو آزاد کروں گا۔ ایسا کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اسکی ملکیت میں نہیں ہے۔

[۲] طبعی طور پر قدرت نہ رکھتا ہو: جیسے کوئی کہے میں اللہ کی خاطر یہ نذر مانتا ہوں کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اڑوں گا۔ یہ نذر منعقد نہیں ہو گی کیونکہ وہ اسکی طاقت و قدرت سے باہر ہے)۔

اللہ کی خاطر نذر ماننے کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے:

- اس کو اختیار دیا جائے گا کہ: یا مسلم غلام آزاد کرے، یادس مسکین کو کھانا کھلائے، یادس مسکین کو کپڑا پہنائے۔

- اگر اس کی طاقت نہ ہو تو لگا تار تین دن تک روزہ رکھے۔

[۱۲] غیر اللہ کی نذر و نیاز ماننا شرک ہے

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] ارشاد الہی ہے: **﴿وَقُوْنَ بِالنَّذْرِ﴾** (یہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں)۔

[۲] نیز ارشاد ہے: **﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذْرُّتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ﴾** (اور تم (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جو کچھ بھی خرچ کرو یا جو بھی نذر مانو، اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے)۔

دونوں آیتوں کی باب سے مناسب یوں ہے کہ نذر ان اسباب میں سے ہے جن کی وفا کے ذریعہ نیکو کار جنت میں جائیں گے، اور چونکہ یہ عبادت ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ صرف اللہ کے لیے کی جائے اور غیر اللہ کے لیے اسے انجام دینا شرک ہے۔

تیسرا دلیل:

اور صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يَعْصِيهِ»**، جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کی نذر مانے تو وہ اللہ کی نافرمانی کرے۔

اللہ کی اطاعت، اللہ کی معصیت اور غیر اللہ کے لیے نذر مانے میں فرق:

غیر اللہ کی نذر ماننا:

جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا، یہ منعقد نہیں ہو گا، ایسا شخص تو بکرے، کیونکہ یہ شرک اکبر ہے۔

اللہ کی معصیت کی نذر ماننا:

جیسے اللہ کی قسم کھانا، یہ منعقد ہو گا لیکن اس کو پورا کرنا حرام ہے، بلکہ اس کا کفارہ دے۔

اللہ کی اطاعت کی نذر ماننا:

جیسے اللہ کی قسم کھانا، یہ منعقد ہو گا (یعنی اس کو یا تو پورا کرے یا پھر کفارہ دے)۔ اور اس کو پورا کرنا واجب ہے۔

مسائل:

پہلا: نذر پوری کرنا واجب ہے (لیکن یاد رہے اطاعت کی نذر فقط جو اللہ کے لیے مانی گئی ہو)۔

دوسرہ: جب یہ ثابت ہو چکا کہ نذر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو پھر اسے غیر اللہ کے لیے ماننا اور سرانجام دینا شرک ہے۔

تیسرا: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو نذر معصیت پر مبنی ہو، اسے پوری کرنا جائز نہیں (اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے)۔

ضروری نوٹ:

نذر اور قسم کے احکام لگ بھگ ایک جیسے ہیں، اور اسی لیے فقهاء ان دونوں کے مسائل ”باب الایمان والنذور“ کے تحت ذکر کرتے ہیں۔

[۱۳] غیر اللہ سے پناہ طلب شرک ہے۔
(یعنی ایسی چیزوں میں جن پر صرف اللہ ہی قدرت رکھتا ہے)

پہلی دلیل:

ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَرَأَوْهُمْ رَهْقًا﴾ (اور یہ کہ بعض لوگ جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے تو ان جنوں نے انسانوں کو مزید خوف میں مبتلا کر دیا)۔

- ﴿يَعُوذُونَ﴾: یعنی اس کی پناہ پکڑتے تھے، ”عیاذ“ کہتے ہیں ایسی چیز میں پناہ مانگنا جس سے ڈراجائے، اور ”لیاذ“ کہتے ہیں ایسی چیز میں پناہ مانگنا جس کی امید ہو۔
- ﴿فَرَأَوْهُمْ رَهْقًا﴾: دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیتے تھے، ”رهق“ کہتے ہیں بدن میں ڈر سما جانے کو، غیر اللہ کی پناہ، پناہ مانگنے والے کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچاتی بلکہ اسے مزید خوف میں مبتلا کر دیتی ہے، اور چونکہ یہ شرک اکبر ہے، لہذا اس کے مقصود کے برعکس چیز کے ذریعے اسے سزا دی گئی۔

دوسری دلیل:

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: «مَنْ تَرَأَ مَنْزِلًا فَقَالَ: (أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّنَامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّىٰ يَرْحَلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذَلِكَ»، ”جو شخص کسی جگہ ٹھہرے اور یہ دعا پڑھ لے: (أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّنَامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ) (میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں) تو اس کے وہاں سے روانہ ہونے تک اسے کوئی چیز ضرر نہ پہنچا سکے گی۔

- «مَنْزِلَةً»: کسی جگہ دائی قیام کی غرض سے اترنا یا وقتی (جیسے کشتی میں سوار ہونا)۔
- «أَعُوذُ»: میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں بِكَلَامِ اللَّهِ اللہ کے کلمات کے ذریعے خواہ اللہ کے وہ کلمات کوئی ہوں یا شرعاً۔
- «النَّامَاتِ» (مکمل) کا مطلب ہے: [۱] وہ کلمات خبر دینے میں سچے ہیں [۲] وہ کلمات احکام میں عدل و انصاف پر بنی ہیں۔
- «شَرُّ مَا خَلَقَ»: شر کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شر کو حکمت کے تحت پیدا کیا ہے، اور یاد رہے مخلوق کے تیئں اللہ کی حکمتوں کی کئی قسمیں ہیں:
 - [۱] جن میں صرف بھلائی ہی بھلائی ہے، جیسے: جنت، رسول اور فرشتے۔
 - [۲] جن میں صرف برائی ہی برائی ہے، جیسے: جہنم اور ابليس (وجودی اعتبار سے)، ورنہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی حکمت کے تحت پیدا کیا ہے لہذا ان میں بھی خیر ہے۔
 - [۳] جن میں بھلائی اور برائی دونوں ہیں، جیسے: انسان، جنات اور حیوانات۔
- «لَمْ يَضُرِّهِ شَيْءٌ» (اسے کوئی چیز ضرر نہ پہنچا سکے گی): یہ ایسی خبر ہے جس سے دعا پڑھنے والے کو فائدہ نہ ہونانا ممکن ہے، کیونکہ یہ صادق مصدق کا کلام ہے، لیکن اگر کبھی یہ (دعا) سود مند نہ ہو تو وہ کسی مانع کی بنارہ ہو گا سبب اور خبر (حدیث) میں کوئی کمی یا نقص کے سبب نہیں، مثلاً سورہ فاتحہ کا پڑھنا یہاں سے شفایابی کا سبب ہے لیکن کبھی کبھی انسان سورہ فاتحہ پڑھتا ہے لیکن مریض کو شفایابی نہیں حاصل ہوتی ہے (تو یہ کسی مانع کی بنیاد پر ہوتا ہے نہ کہ سبب میں کمی کی وجہ سے)۔

مسائل:

پہلا: سورہ جن کی آیت کی تفسیر (﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسَانِ يَعُودُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهْقًا﴾) (اور یہ کہ بعض لوگ جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے تو (اس طرح) انکی سر کشی اور بڑھ گئی تھی)۔

دوسرہ: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی پناہ لینا شرک ہے (اور شرک سے مراد "شرک اکبر" ہے، یعنی ایسی چیزوں میں غیر اللہ کی پناہ طلب کرنا جن پر صرف اللہ ہی قدرت رکھتا ہے)۔

تیراہ: مذکورہ بالا حدیث سے علماء سلف نے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات مخلوق نہیں ہیں، کیونکہ مخلوق سے پناہ مانگنا شرک ہے (اس طرح کے معاملات میں شرک "شرک اکبر" ہو گا، اور اگر یہ کلمات، اللہ کی مخلوق ہوتے تو رسول اکرم ﷺ ان سے پناہ طلب کرنے کی ہر گز رہنمائی نہ فرماتے)۔

چوتھا: اس سے اس دعا کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے، گرچہ یہ ایک مختصر سی دعا ہے (نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ: "جب تک اس جگہ رہو گے کوئی بھی چیز تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی")۔
پانچواں: کسی عمل سے کسی دنیاوی فائدہ کا حصول، مثلاً کسی کے شر سے تحفظ یا کسی منفعت کا حصول، اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عمل شرک نہیں (اہذا کسی چیز سے فائدہ کا حصول اس کے شرک ہونے کی نفی نہیں کرتا ہے، بلکہ عین ممکن ہے کہ فائدہ کے حصول یا شر سے بچاؤ کے باوجود بھی وہ شرک ہو)۔

دیگر فوائد:

حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریعت جب جاہلیت والے کسی امر کو باطل قرار دیتی ہے تو اس کی جگہ بہتر تبادل بھی بتاتی ہے، جیسے یہاں ہے کہ وہ لوگ زمانہ جاہلیت میں جنوں سے پناہ مانگا کرتے تھے تو شریعت نے اس کو ان کلمات سے بدل دیا۔

اور یہ بہترین ہے جس کا خیال دعا کو رکھنا چاہیے کہ وہ جب عوام میں پائی جانے والی کسی برائی کا دروازہ بند کریں تو حتی المقدور اس کے تبادل کوئی بہتر طریقہ بھی بتائیں۔ اور اس طرح کی مثالیں کتاب و سنت میں بھری پڑی ہیں۔

[۱۲] غیر اللہ سے فریاد کرنا یا انہیں پکارنا شرک ہے

ایک سے لے کر پانچ تک دلائل:

[۱] ارشاد الہی ہے: ﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنَّ فَعْلَتْ فِيْنَكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ وَإِنْ يَمْسِسَكَ اللَّهُ بِضَرٍ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ﴾ الآیة۔ (اور تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ایسی چیز کو نہ پکارو جو نہ کچھ تمہارا بھلا کر سکے اور نقصان، اگر تم ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور اگر اللہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں)۔

[۲] نیز ارشاد الہی ہے: ﴿ فَانْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَأَعْنَدُوهُ ﴾ الآیة۔ (پس تم اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اسی کی بندگی کرو)۔

[۳] اور فرمایا اللہ ﷺ نے: ﴿ وَمَنْ أَصَلَ مِنْ بَدْعَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ﴾ الآیتیں۔ (اور اس شخص سے بڑا گراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے)۔

[۴] اور فرمایا: ﴿ أَمَّنْ تَحْسِثُ الْمُضْطَرُ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ الْشَّوْءَ ﴾ الآیة۔ (جب کوئی بے قرار فریاد کرے تو کون ہے جو اس کی پکار اور فریاد کو سنے؟ اور (کون اس کی) ہنکیف دوڑ کرتا ہے؟)

[۵] اور طبرانی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ: نبی ﷺ کے زمانے میں ایک منافق، مومنین کو (بہت) ایذا دیا کرتا تھا، پناچہ صحابہ نے مشورہ کیا کہ چلو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے گلو خلاصی کے لیے استغاثہ (فریاد) کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّهُ لَا يُسْتَغَاثُ بِي، وَإِنَّمَا يُسْتَغَاثُ بِاللَّهِ»۔ (دیکھو! مجھ سے استغاثہ (فریاد) نہیں کیا جاسکتا، بلکہ استغاثہ (فریاد و پکار) صرف اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے)۔

- ﴿ وَلَا تَدْعُ ﴾ (نہ پکارو): اس سے مراد وہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ ہے جس پر صرف اللہ ہی قدرت رکھتا ہے۔

- ﴿ عِنْدَ اللَّهِ ﴾ (اللہ کے نزدیک): جس کو مقدم ہونا چاہیے اس کو مُؤخِّر کرنا حصر (اور اختصار) کا فائدہ دیتا ہے، یعنی صرف اللہ ہی سے رزق طلب کرو کیونکہ حالت یہ ہے کہ رزق صرف اللہ ہی کے پاس ہے نہ کہ اس کے سوا کسی اور کے پاس، یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کے رزقوں کے مالک نہیں ہیں، کیونکہ مالک ہے تو صرف اللہ ہے لہذا مالک حقیقی سے ہی روزی طلب کرو۔

الْتَّقِيَّةِ لِلْقُولِ الْمُفَيْدِ

- **﴿وَاعْدُوهُ﴾**: یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طلب رزق اور اس کے اسباب میں سے یہ ہے کہ بندہ عبادت کو لازم پڑتے۔
- **﴿وَاشْكُرُوا لِلَّهِ﴾**: کیونکہ نعمت ایک طرح کی آزمائش ہے لہذا دل، زبان اور اعضا و جوارح سے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔
- **﴿الْمُحِيطُ﴾**: کسی ایسے شخص سے پریشانیوں کو دور کرنے اور ضرورتوں کے پوری کرنے کا سوال نہیں کیا جائے گا جو اس کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔
- **﴿مُنَافِقُ﴾**: منافق اس کو کہتے ہیں جو دل میں کفر چھپائے ہوئے باہری طور پر اسلام کا اظہار کرے، اور (مسلمانوں کو) ایذا پہنچانا اس کی فطرت ہوتی ہے۔

رزق کی قسمیں:

مومنوں کے ساتھ خاص: یہاں اس سے مراد ایمان، تقویٰ اور عمل صالح ہے۔

عام: یہ ہر مخلوق کے لیے (عام) ہے خواہ وہ حلال ہو یا حرام۔

مسائل:

پہلا: اس سے ثابت ہوا کہ دعا عام ہے اور استغاثہ خاص، لہذا استغاثہ کے بعد دعا کا ذکر کرنا ”عطاف العام على الخاص“ ہے۔

دوسرہ: اس سے آیت مبارکہ **﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ﴾** (کی تفسیر بھی معلوم ہوئی)۔

تیسرا: غیر اللہ کو پکارنا اور اس سے فریاد کرنا شرک اکبر ہے۔
چوتھا: کوئی انتہائی نیک و برگزیدہ شخص بھی اگر غیر اللہ کو اس کی رضا و خوشبودی کے حصول کی غرض سے پکارے تو وہ بھی ظالموں میں سے ہو گا۔ (نہی کے مخاطب وہ لوگ ہیں جن کی حالت دیکھتے ہوئے ان سے اس طرح کے فعل کے صدور کا گمان نہیں، تو جلا جس سے اس طرح کے فعل کا صدور عین ممکن ہو وہ بدر جب اولی اس میں داخل ہو گا)۔

پانچواں: اس سے آیت کریمہ **﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ يُضْرِي فَلَا كَأَشْفَقُ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾** کے بعد والی آیت مبارکہ کی تفسیر بھی معلوم ہوئی کہ جب اللہ کے سوا کوئی پریشانیوں کو دور کرنے والا نہیں ہے تو عبادت اسی کے لیے ہو اور استغاثہ (فریاد) بھی۔

چھٹا: معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے اور یہ عمل دنیا میں بھی لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا (تو ایسا کرنے والا دنیا و آخرت دونوں جگہ خائب و خاسر ہوا)۔

ساتواں: اس تفصیل سے تیری آیت مبارکہ (﴿فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَأَعْنِدُوهُ﴾) کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔

آٹھواں: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے روزی طلب نہیں کرنی چاہیے، جیسا کہ اس کے سوا کسی سے طالب جنت بھی نہیں ہونا چاہیے۔

نواں: اس سے چوتھی آیت (﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾) کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔

دوسری: جو شخص غیر اللہ کو پکارے، یا اس سے فریاد کرے، اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں (کیونکہ استقہام یہاں نفی کے معنی میں ہے)۔

گیارہواں: اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں پکارا جاتا ہے وہ پکارنے والے کی پکار سے بے خبر ہیں، وہ نہیں جانتے کہ انہیں کوئی پکار رہا ہے۔

بارہواں: اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کو پکارا جاتا ہے وہ اس پکار کے سبب قیامت کے دن پکارنے والے کا دشمن ہو گا۔

تیرہواں: غیر اللہ کو پکارنا در حقیقت اس کی عبادت کرنا ہے۔

چودہواں: جن کو پکارا جاتا ہے وہ قیامت کے دن اس پر سیش کا انکار کر دیں گے (اس کا رد کرتے ہوئے انکار کریں گے)۔

پندرہواں: غیر اللہ کو پکارنے کے سبب ہی وہ شخص سب سے زیادہ گمراہ کھلاتا ہے ([۱] کیونکہ وہ ان کو پکار رہا ہے جو اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے [۲] جن کو وہ پکار رہا ہے وہ اس کی پکار سے غافل ہیں [۳] ان کی عبادت کی وجہ سے یہ کافر ہے)۔

سولہواں: اس سے پانچویں آیت (﴿أَمَنَ شُحْسِنَتُ الْمُضْطَطَ إِذَا دَعَاهُ﴾) کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔

ستہراہواں: حیران کن بات تو یہ ہے کہ بتوں کے پچاری (اور ان کو پکارنے والے بھی اعتراف کرتے ہیں کہ پریشان و بے قرار آدمی کی پکار کو صرف اللہ ہی سنتا ہے اور وہی نجات دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مشکلات میں وہ بھی خالص اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔

اٹھارہواں: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے مکمل طور پر چن تو حید کی حفاظت فرمائی اور (امت کو) اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہائی ادب و احترام کی تعلیم دی (چنانچہ آپ نے امت کو یہ تعلیم دی کہ شدائد کے وقت صرف ایک اللہ کی طرف ہی رجوع کریں اور استغاثہ (فریاد) بھی اسی ایک اللہ سے کریں)۔

الْتَّقْوَىٰ يَوْمَ الْنَّعْيٰ لِلْقَوْلِ الْمُفَيْدِ

دوسری قسم کا امتحان (۱۹ ابواب)

پہلا سوال: نذر کے مندرجہ ذیل اقسام کے مابین فرق ذکر کریں:
 طاعت کی نذر معصیت کی نذر غیر اللہ کی نذر

.....

دوسرے سوال: مندرجہ ذیل احکام کے لیے مناسب نمبر اختیار کر کے ہر ایک عمل کا حکم بیان کریں:
 جائز (۱)، کروہ (۲)، صغیرہ (۳)، بکیرہ (۴)، شرک اصغر (۵)، شرک اکبر (۶)، اس میں تفصیل ہے (۷)، واجب (۸)، مستحب (۹).

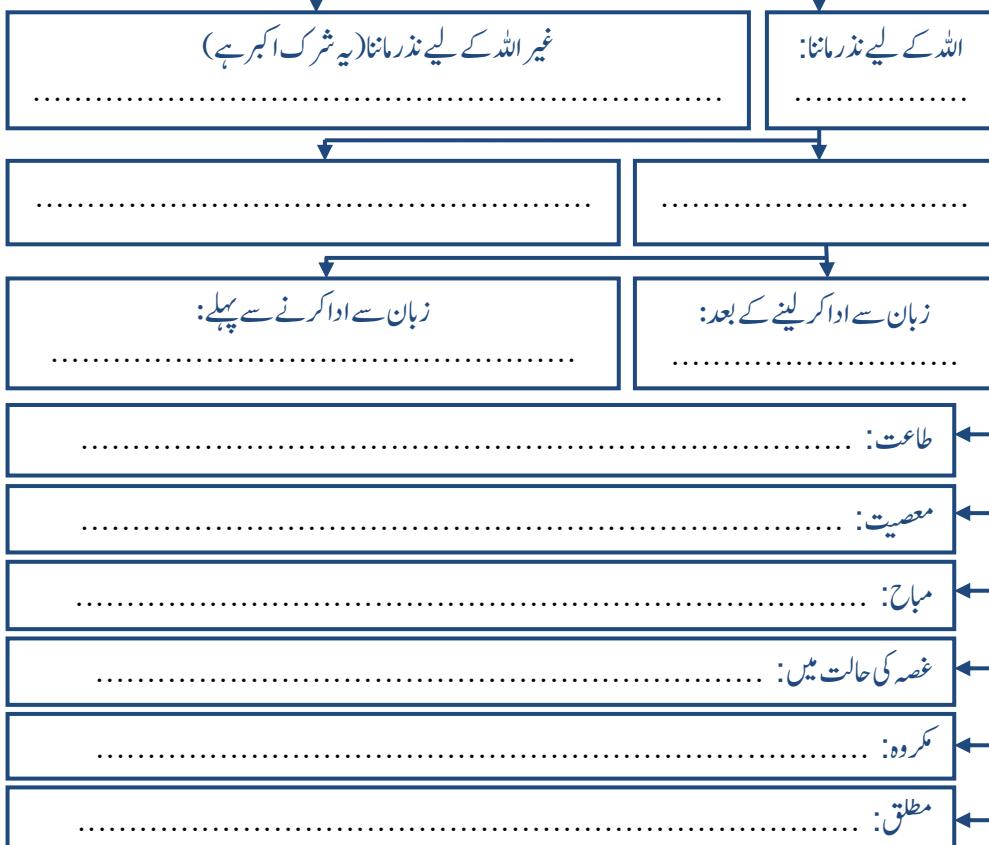
.....	نبی ﷺ سے محبت کرنا	بیوی سے محبت کرنا
.....	اہل کتاب کے کفر میں شک کرنا	اللہ کے ساتھ ساتھ کسی اور سے بھی محبت کرنا
.....	جس نے تانت لٹکایا اس کے حق میں بدعا کرنا	نظر بد دور کرنے کی خاطر قرآن جھوٹا
.....	ویدنگ رنگ پہننا	کسی معین شخص پر لعنت کرنا
.....	نبی ﷺ کے مجرہ کو چھوٹا	تعویذ لٹکانا
.....	نذر کے لیے کسی جگہ کو خاص کرنا	ہڈی یا لید سے استحشاء کرنا
.....	کفار کے تیوباروں میں شرکت کرنا	قرآن کریم کی تلاوت سے تبرک حاصل کرنا
.....	جنت سے خوف کھانا	مخلوق سے فریاد کرنا
.....	قرآن کریم کی آیات لٹکانا	غیر اللہ کی نذر مانا
.....	قرآنی آیات کی تعویذ لٹکانا	معصیت کی نذر
.....	غیر عربی زبان میں ڈم کرنا	جوتا یا چیزہ لٹکانا
.....	اللہ کے ناموں کو غیر عربی زبان میں ادا کرنا	زینت کی خاطر دھاگا لٹکانا
.....	شفایاپی کی نیت سے زم زم پینا	جر اسود کو چھوٹا
.....	مسجد ضرار کے محل و قوع کا پتہ لٹکانا	صلحت کی خاطر مال تلف کر دینا
.....	«ہم رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کریں گے» کہنا

تیسرا سوال: [] کی علامت مناسب جگہ میں لگائیں یا عبارت مکمل کریں:

۱. توحید کی تفسیر: □ دوسرے باب □ چھٹے باب □ مذکورہ دونوں باب میں ہے۔

۲۵. تبرک کی قسمیں ہیں: ۱- ۲- اور ان کے مابین ہم اس طرح فرق کریں گے
۲۶. جہالت کی وجہ سے معدود سمجھے جانے والے لوگوں کی قسمیں: ۱- ۲- ۲- جو نماز پڑھتا ہے، زکاۃ دیتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے مگر قبروں پر جا کر سجدہ بھی کرتا ہے، تو ایسا کرنا: کفر اکبر ہے کفر اصغر کبیرہ گناہ ہے وہ منافق ہے۔
۲۸. شرک اکبر کی قسمیں ہیں: ۳ قسمیں ۲ قسمیں ۱ و ۲ قسمیں۔
۲۹. ذبح کی قسمیں ہیں: ۳ قسمیں ۲ قسمیں.
۳۰. ﴿إِنَّمَا يَرَأُ مِمَّا تَعَمَّلُونَ ﴾ ﴿إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي﴾ ان آیات میں: ”اللَّهُ أَلَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ“ کا معنی موجود ہے۔ کہ خالق ہی عبادت کا مستحق ہے بتوں کی عاجزی مذکورہ سمجھی چیزیں ہیں۔
۳۱. ﴿أَنْجَبَاهُمْ﴾: ان کے علماء ان کے عبادت گزار بزرگان۔
۳۲. ﴿وَرُهْبَكَاهُمْ﴾: ان کے عبادت گزار بزرگان ان کے علماء۔
۳۳. ﴿أَرْبَكَابَا﴾ یہ: محبت میں طاعت میں: شریک ٹھہرانا ہے۔
۳۴. اسباب اختیار کرنے میں لوگوں کی اقسام: افراط و تفریط اور معتدل صحیح اور شرک اکبر و شرک اصغر۔
۳۵. نحر (قربانی) بدین عبادتوں میں سب سے عظیم ہے: صحیح غلط۔
۳۶. گناہ گار کو لعنت کرنا جائز نہیں ہے الایہ کہ ایسا کرنا عمومی طور پر ہو: صحیح غلط۔
۳۷. مسلمان کو چاہیے کہ اپنی زبان کو ایک دوسرے پر لعن و طعن سے بچائے رکھے، اور یاد رہے لعنت اسی پر بھیجی جائے گی جو اس کا مسخ ہو گایا تو نص عام کے ذریعہ جیسے کفار یا خاص کے ذریعہ جیسے سودخور مذکورہ سمجھی۔
۳۸. وہ جگہیں جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کی خاطر تیار کی گئی ہوں، وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، سوائے مسجد کے: صحیح غلط۔
۳۹. ان جگہیوں کو اگر طاعت والی جگہیوں کے طور پر بدل دینا ممکن ہو تو بدل دیا جائے گا: صحیح غلط۔
۴۰. مسجد قبائل نماز پڑھنے کی خاطر سفر کرنا صحیح ہے: صحیح غلط۔
۴۱. وہ جگہیں جہاں شرک انعام دیے جاتے تھے، اب ان جگہیوں سے شرک کے آثار ختم ہو جانے کے بعد تذکیر اور یاد دہانی کی خاطر جانا صحیح ہے: صحیح غلط۔
۴۲. نبی ﷺ کی عادات کا طریقہ معلوم کرنے کے لیے ”غار حرا“ جانا صحیح ہے: صحیح غلط۔
۴۳. ”معران“ نبی ﷺ کے کہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو کہتے ہیں: صحیح غلط۔
۴۴. جو شخص راستے کی ان نشانیوں کو مٹا دے جن سے لوگ راہیاتے ہیں، تو وہ: ملعون ہے گناہ گار ہے۔
۴۵. صالحین کی شان میں کی اور ان کے فضل کا انکار کرتے ہیں: غلو کرنے والے جفا کرنے والے معتدل لوگ۔

چوتھا سوال: نذر کا حکم تفصیل کے ساتھ ذکر کریں:



پانچاں سوال: خانہ (ا) کے مناسب کلمات کو خانہ (ب) کے مناسب کلمات سے ملائیں:

نمبر	آ	ب
۱	نذر	اس کو ”عزم“ بھی کہا جاتا ہے، دلیل سے ثابت ہے کہ جس میں شرک کی آیزش نہ ہو وہ جائز ہے۔
۲	منافق	وہ یہ گمان کرتے تھے کہ ایسا کرنے سے میاں بیوی کے مابین محبت بڑھتی ہے۔
۳	ذم اور حجڑ پھوک	نظر بد سے بچنے کی خاطر بچوں کی گردنون میں لٹکایا جاتا ہے۔
۴	تولہ	اللہ کی طرف سے اس کا مطلب ہے: اللہ کی رحمت سے دور کر دینا۔
۵	تعویذ	مکلف کا اپنے اوپر غیر واجب چیز کو واجب کر لینا۔
۶	لغت کرنا	جو کفر کو چھپائے رکھے اور اسلام ظاہر کرے، ایذا پہنچانا اس کی فطرت ہوتی ہے۔

تیسرا فہم: اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کا بطلان (۱۲ ابواب)

توحید کی تفسیر ذکر کرنے کے بعد مؤلف علی الشیعیہ نے بالترتیب چار ابواب کے ذریعے غیر اللہ کی عبادت کے بطلان کو دلائل و برائین کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔

- اللہ تعالیٰ کے سواتمام مخلوقات کی عبادت کا بطلان حتیٰ کہ نبی ﷺ کی عبادت کرنا بھی باطل ہے۔
- فرشتوں کی عبادت کا بطلان، جبکہ وہ انسانوں میں سے کچھ بہت ہی خاص لوگوں کو چھوڑ کر اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔
- غیر اللہ سے غیر شرعی شفاعت طلب کرنے کا بطلان کیونکہ شفاعت صرف اللہ کا حق ہے۔
- اللہ کے سوا کسی اور سے ہدایت کی توفیق طلب کرنے کا بطلان کیونکہ اللہ کے سوا کوئی بھی اس کا مالک نہیں ہے۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿أَلَّا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴾ ۱۱۱ ﴿ وَلَا سَتَطِعُونَ لَهُمْ نَصْرًا ﴾ الآیة (کیا وہ ایسیوں کو (اللہ تعالیٰ کا) شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں) کا باب

- اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عاجزی کو بیان کیا ہے، نیز بطلان عبادت کے اسباب کو بھی ذکر کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:
 - [۱] وہ کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کرتے ہیں، اور جو پیدا نہیں کر سکتا وہ عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔
 - [۲] وہ عدم سے وجود میں لائے گئے اور پیدا کیے گئے ہیں، لہذا وہ خود دوسروں کے محتاج ہیں ابتدائی اور پہیشگی دونوں طور پر، اور جو دوسروں کا محتاج ہو وہ داتا کیسے ہو سکتا ہے۔
 - [۳] وہ اپنے پکارنے والوں کی مدد نہیں کر سکتے [۳] (بلکہ) وہ خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔

دوسری دلیل:

ارشاد الہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قُطْمَرٍ ﴾ الآیة۔ (اور اللہ کو چھوڑ کر تم لوگ جن کو پکارتے ہو، وہ ایک کھجور کی گھٹلی کے چھپلے کے برابر بھی مالک نہیں ہیں)۔

- ﴿قُطْمَرٍ﴾: یہ اس پتی جھلی کو کہتے ہیں جو کھجور کی گھٹلی کے اوپر ہوتی ہے۔

- اللہ تعالیٰ نے اپنے سواہر ایک کی عبادت کو چند امور کے ذریعہ باطل قرار دیا ہے:
 - [۱] وہ کسی بھی چیز کے مالک نہیں ہیں۔
 - [۲] وہ سنتے نہیں ہیں۔
 - [۳] اگر بغرضِ محال یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ سنتے ہیں تو وہ اس پکار کا جواب نہیں دے سکتے ہیں، کیونکہ وہ اس کی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔
 - [۴] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو لے کر آئے گا جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی تھی تو وہ اینے ساتھ کیے جانے والے شرک کا انکار کر دیں گے۔

تین سے جھ تک دلائیں:

[۳] ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ كُنْ مِنْ قَطْمَمِرٍ﴾ الآیۃ۔ (اور اللہ کو چھوڑ کر تم لوگ جن کو پیار تے ہو، وہ ایک سجھور کی گھٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی مالک نہیں ہیں)۔

[۳] اور صحیح (بخاری) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: «شیخ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم اُحد، وَكُسْرَتْ رَبَاعِيَّتُهُ»، ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احمد میں زخمی ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رباعی دانت شہید کر دیے گیے، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «کیف یُفْلِحُ قَوْمٌ شَجَوْا نَبِيَّهُمْ؟» (”ایسی قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا ہے“) تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ لَكُمْ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ ((اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں)۔

[۵] اور صحیح (بخاری) ہی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ﷺ نے نماز فجر کی آخری رکعت میں رکوع سے سرا اٹھایا تو «سَمِيعُ اللَّهِ لِمَنْ حَمَدَهُ، رَبِّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ» کے بعد فرمایا: «اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا»، ”یا اللہ! فلاں اور فلاں پر لعنت فرمًا“ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ ”(اے پیغمبر ﷺ!) اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ: ”آپ ﷺ صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر بد دعا کر رہے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ لَكُمْ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ ((اے پیغمبر ﷺ!)) اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔“

[۶] اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبَيْنَ﴾ نازل ہوئی، تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے: "اے قریش کی

طرح کا کوئی اور کلمہ آپ نے فرمایا، اپنی جانوں کو خریدو (یعنی اپنے آپ کو بچالو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! (اپنے آپ کو بچالو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے میری پچھوپھی صفیہ! اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے میری بیٹی فاطمہ! میرے مال سے جو چاہو مانگ لو، لیکن اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔

- «شَجَّ»: الشَّجَّةُ: (شجت) خاص طور سے سر اور چہرے کے زخم کو کہتے ہیں۔
- «رَبَاعِيَّةُ»: رباعیہ دنوں دنیوں کو ”ثنایا“ اور ان کے بعد دو اے دائیں اور بائیں طرف کے ایک ایک دانت کو رباعی کہا جاتا ہے۔
- اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ بشر (انسان) تھے اور ان کو بھی وہی (پریشانیاں) لا حق ہوتی تھیں جو ایک عام انسان کو لا حق ہوتی ہیں، اور جو پریشانیوں میں مبتلا ہو وہ معبد نہیں ہو سکتا ہے انہی ﷺ کی عبادت کرنا بھی باطل ہے۔
- اس میں عبرت پکڑنے والوں کے لیے عبرت ہے کہ کسی بھی انسان کو اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو۔
- «صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ، وَسَهِيلَ بْنَ عَمْرِو، وَالْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ»، ان تینوں (صفوان بن امیہ، سہیل بن عمر و اور حارث بن ہشام) نے اسلام قبول کیا اور بڑی خوبی کے ساتھ اسلام پر جنے رہے، اس میں لمحہ فکریہ ہے کہ عداوت کبھی بھی دوستی اور ولایت میں بدل سکتی ہے۔
- جس (بد دعا) سے روکا گیا ہے، وہ:
 - [۱] نام کے ساتھ کسی کافر معین پر لعنت کرنا، لیکن عمومی طور پر ان پر لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح کافروں پر اس طرح سے لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ہم کہیں: اے اللہ! مسلمانوں کو ان سے راحت دے۔
 - [۲] عمومی طور پر سبھی کافروں کی بلاکت کی بد دعا کرنا، نبی ﷺ نے اس طرح سے عمومی طور پر کبھی ان پر بد دعا نہیں فرمائی، اور اللہ نے ان کا باقی رہنا مقدر کیا (لکھ رکھا) تھا۔ (اور بعد میں انہیں میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا)۔

مسائل:

پہلا: دنوں آئیوں کی تفسیر (جن میں بتوں اور اللہ کے سوادو سروں کی عبادت کا بطلان ہے)۔

دوسرہ: جنگ احمد کا تذکرہ (جس میں نبی ﷺ کی عبادت کا بطلان ہے تو دوسرے تو من باب اولی اس میں شامل ہیں کہ ان کی عبادت نہ کی جائے)۔

تیسرا: سید المرسلین ﷺ کا نماز میں قوت نازلہ پڑھنا اور آپ کے پیچھے بلند مرتبت صحابہ کرام ﷺ کا آمین کہنا ثابت ہے (اس امت کا کوئی بھی شخص نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے مقابلے میں اللہ کے زیادہ قریب نہیں ہے، پھر بھی وہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے، تو دوسرے لوگ اس عمل کے زیادہ محتاج ہیں کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں)۔

چوتھا: جن کے لیے بد دعا کی گئی وہ کافر تھے (اور نبی ﷺ ان کے کسی معاملے کا اختیار نہیں رکھتے تھے)۔

پانچواں: ان لوگوں نے ایسے ایسے کام سر انجام دیے جن کے کرنے سے دیگر کفار بھی قاصر ہے۔ مثلاً ان کا اپنے نبی کو زخمی کرنا اور ان کے قتل کے درپے ہونا اور مسلمان شہداء کا مثلہ کرنا حالانکہ وہ (شہداء) ان کے رشتہ دار بھی تھے۔

چھٹا: ان کفار کی اس بد سلوکی اور نبی ﷺ کی بد دعا کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿لَيْسَ لَكُمْ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ (جس کا مطلب ہے کہ سبھی امور اللہ ہی کے اختیار میں ہیں)۔

ساتواں: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ﴿أَوْ تَنْوِيْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يَعْدِبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾ (کہ اللہ تعالیٰ ان کفار کو معافی دیدے گیا انہیں عذاب دے گا کیونکہ یہ لوگ ظالم ہیں) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معافی دی اور وہ ایمان لے آئے۔

آٹھواں: اس سے نزول حادث کے موقع پر قوت نازلہ پڑھنے کا ثبوت بھی ملتا ہے (انہیں امور میں قوت نازلہ پڑھنا مشروع ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہوں، جیسے زلزلہ)۔

نواں: جن پر بد دعا کی جا رہی ہے نماز میں ان کا اور ان کے آباؤ اجداد کا نام لینا (جاائز ہے)۔

وسواں: قوت نازلہ میں کسی مشعین شخص کا نام لے کر لعنت کرنا (پہلے جائز تھا پھر بعد میں اس سے روک دیا گیا)۔ گیارہواں: آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبَيْنَ﴾ کے نزول کے موقع پر آپ ﷺ کا اپنے خاندان کے لوگوں کو ڈرانا (یہ الدرجات العالیین کے حکم کو عملی جامد پہنانا تھا)۔

بیارہواں: نبی ﷺ نے جب دعوت توحید دی تو آپ کو مجنوں کہا گیا۔ اسی طرح آج بھی اگر کوئی دعوت توحید دے تو اسے بھی ایسے ہی القاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے (لہذا حکمت کے ساتھ (بنائی کی پرواد کیے) دعوت الی اللہ کا کام کرتے رہنا چاہیے)۔

تیسرا: نبی ﷺ کا اپنے قریبی اور دور کے رشتہ داروں سے یہ فرمانا کہ ”اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا“ یہاں تک کہ بھی بات آپ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ ؑ سے بھی کہی کہ ”اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ! اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا“ جب آپ سید المرسلین ہونے کے باوجود اپنی لخت جگر سارے جہاں کی عورتوں کی سردار فاطمہ ؑ سے صراحت کہہ رہے ہیں کہ میں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا جبکہ انسان کا ایمان ہے کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا، تو اب اس کی روشنی میں آج کل کے حالات کو دیکھیے کہ اس پیاری میں عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی مبتلا ہیں، غور کرنے والے پر صحیح توحید اور دین کی اجنبیت عیاں ہو جائے گی (نبی ﷺ کی نسبت اسی صورت میں فائدہ دے گی جب ہم آپ پر ایمان لائیں اور آپ کا اتباع کریں، پھر یہ بھی یاد رہے کہ مومن کا نبی ﷺ سے محبت کرنا ایسی طے شدہ بات ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس کے باوجود کسی انسان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ جذباتی لگاؤ کی بنیاد پر فیصلہ کرے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کی پیروی کرے جس پر کتاب و سنت دلالت کرتی ہیں اور جس کی تائید شہادات اور شہوات سے پاک عقل صریح کرتی ہے)۔

• [۱۶] اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ حَقَّ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ فَالْوَا مَآذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَالْوَا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴾ (یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے مگر اہٹ دور کر دی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند وبالا اور بہت بڑا ہے)

• یہ ان دلائل و برائین میں سے ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سو مخلوقات میں سے کوئی بھی اس چیز کا مستحق نہیں کہ اسے اللہ کا شریک ٹھہرایا جائے، کیونکہ بنی نوع انسان میں سے کچھ خاص لوگوں کو چھوڑ کر، اللہ کے سب سے زیادہ قریب فرشتے ہیں، اس کے باوجود جب وہ اللہ کا کلام سنتے ہیں تو ان پر مگر اہٹ طاری ہو جاتی ہے، تو پھر اللہ کا شریک کیسے ہو سکتے ہیں، جب فرشتے قریب ہونے کے باوجود شریک نہیں ہو سکتے تو دیگر مخلوقات بدرجہ اولیٰ۔

فرشتوں پر ایمان لانے میں کیا چیزیں شامل ہیں؟

• فرشتہ: غیب کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے، وہ اللہ کی اطاعت و فرمان برداری میں ہمیشہ لگے رہتے ہیں اور کبھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ ذی روح ہیں اور جسم والے ہیں ان کے پاس دل اور عقل ہے، ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کی ان صفات پر بھی ایمان رکھتے ہیں، جن کے بارے میں اللہ نے ہمیں ان کے تعلق سے بتایا ہے اور انہیں سپرد کردہ اعمال پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اور جو بھی خبریں ان کے بارے میں آئی ہیں ہم ان پر اجمالی و تفصیلی طور پر ایمان رکھتے ہیں۔

• ﴿ فُزُعٌ ﴾: ان کے دلوں سے بد حواس کر دینے والا خوف دور کر دیا جاتا ہے ﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ ﴾: اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرتے ہیں [۱] علوذات، [۲] علوصفات، [۳] علو قہر جو تمام مخلوقات پر ہے۔ آیت سے مانوذ فوائد:

• فرشتہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَمَّا فُونَ رَبِّهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ﴾ (اور اپنے رب سے جوان کے اوپر ہے، کلپکاتے رہتے ہیں)۔

• اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں کے پاس دل ہے، جیسا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ حَقَّ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ ﴾ (یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے ڈر دور کر دیا جاتا ہے)۔

• اس بات کا ثبوت کہ فرشتہ جسم سے خالی صرف روح کا نام نہیں بلکہ ان کے پاس جسم بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ جَاعِلُ الْمَلَائِكَةَ رُسَّالًا أُولَئِي أَجْنَاحَةٍ مَثْنَىٰ وَتَلَاثَ وَرَبِيعٌ ﴾ (اور دو دو تین تین چار چار پرول والے فرشتوں کو اپنائیغیر (قادص) بنانے والا ہے)۔

• ان کے پاس عقل و سمجھ بھی ہے کیونکہ دل، عقل کی جگہ اور اس کا مسکن ہے۔

• اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ”قول“ کا ثبوت، اور یہ اللہ کی مشیت کے تالع ہے۔

- اس بات کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ کا قول برحق ہے، اور اللہ کے کلام کا برحق ہونے کا مطلب ہے کہ: [۱] اس کی ساری خبریں صحی ہیں [۲] اور اللہ کے سارے احکام عدل پر مبنی ہیں، جیسا کہ اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: ﴿ وَتَمَتَّعْتَ كَلِمَتَ رَبِّكَ صَدَقَوْدَلَّا ﴾ (اور آپ کے رب کا کلام سچا اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے)۔

علوّذات کے دلائل اجمالی طور پر پائچ ہیں:



دوسری دلیل:

صحیح (بخاری) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی فیصلہ صادر فرماتا ہے تو اللہ کے فرشتے اللہ کے فرمان کے لیے تواضع اور فرمان برداری میں اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول کی آوازان کے دلوں پر ایسی پڑتی ہے گویا چکنے اور سخت پتھر پر لو ہے کی زنجیر پیچ دی گئی ہو اور وہ فرمان ان فرشتوں تک پورے طور پر پائچ جاتا ہے، حتیٰ کہ ”جب ان کے دلوں سے گھبر اہٹ دور ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو (اللہ کے مقرب فرشتے) کہتے ہیں کہ اس نے جو کہا وہ برحق ہے اور وہ عالی مقام اور بزرگ و برتر ہے۔“ اللہ کی اس بات کو شیاطین چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں، یہ شیاطین ایک دوسرے کے اوپر سوار ہوتے ہیں، اور اس کی کیفیت راویٰ حدیث سفیان (بن عینہ عزیز اللہ علیہ) نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کے اوپر انگلیوں کو پھیلاتے ہوئے بتلائی۔ سب سے اوپر والا شیطان جب کوئی بات سن لیتا ہے تو وہ اپنے سے نیچے والے کو بتا دیتا ہے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو، یہاں تک کہ آخری شیطان وہ بات ساحر یا کاہن کو بتا دیتا ہے۔ کبھی تو کان لگا کر چوری چھپے سننے والے شیطان کو شہاب ثاقب اپنا ہٹکار بنا لیتا ہے اور کبھی وہ نجی نکلتا ہے تو بات نیچے تک پہنچ جاتی ہے اور تب کاہن شیطان کی بتائی ہوئی بات میں سو جھوٹ ملاتا ہے۔ اگر کوئی بات اسی طرح واقع ہو جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ: فلاں روز اس ساحر یا کاہن نے ایسے ہی نہیں کہا تھا؟ چنانچہ صرف اس ایک بات کے سچ ہونے سے اس کاہن کو سچا سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ وہ بات تو آسمان سے سنی ہوئی ہوتی ہے۔“

- «صَفْوَانٍ»: حدیث میں وارد عربی لفظ ”صفوان“ ٹھوس چکنے پتھر کو کہتے ہیں، اور جب اس پر زنجیر پڑتی ہے تو بڑی بھیانک آواز پیدا ہوتی ہے، مراد اس تشبیہ سے اس خوف کی حالت کو سمجھانا ہے جو اللہ کا کلام سننے کے بعد فرشتوں پر طاری ہوتا ہے۔
- «يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ»: یہ آواز فرشتوں کے اندر پوری طرح سرایت کر جاتی ہے۔
- حدیث سے مأخوذه فوائد:
 - اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے لیے صفت ”کلام“ کا ثبوت اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے وہ حق ہی ہوتا ہے۔
 - فرشتوں کے لیے پر، گفتگو اور عقل کا ثبوت، اور یہ کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس کے سامنے خضوع اختیار کیے رہتے ہیں۔
 - اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آزمائش کی خاطر ان جناتوں کا آسمان تک پہنچنا ممکن بنادیا ہے۔
 - جنوں کی بہتات اور یہ کہ ان کے جسم بہت ہلکے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے پرندوں کی طرح اڑتے پھرتے ہیں۔
 - کاہن سب سے بڑا جھوٹا ہوتا ہے اسی لیے جنوں سے سنی ہوئی بات میں اپنی طرف سے بہت زیادہ جھوٹ کا اضافہ کر دیتا ہے۔
 - جادو گر کبھی کبھی مسحور کو غیر حقیقی اور خیالی چیزوں کو اپنے جادو کے زور پر حقیقت باور کر دیتا ہے، لہذا اس کے اس مکر سے بچنا واجب ہے۔
 - چوری چھپے آسمان کی باتیں سننے والے جنوں کے مندرجہ ذیل مراحل ہیں:
 1. نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے وہ بکثرت اس طرح کے کلام کو سن لیا کرتے تھے۔
 2. جب نبی ﷺ کی بعثت ہوئی تو آسمان پر پھر الگا کر چوری چھپے سننے سے جنوں کو روک دیا گیا۔
 3. نبی ﷺ کی وفات کے بعد چوری چھپے سننے والے شیاطین پھر یہ کام کرنے لگے لیکن پہلے کے مقابلے میں اس میں کمی واقع ہوئی۔

تیری دلیل:

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (إِذَا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يُوَحِّيَ بِالْأَمْرِ، تَكَلَّمَ بِالْوَحْيِ أَخْذَتِ السَّمَوَاتِ مِنْهُ رَجْفَةً - أَوْ قَالَ: رِعْدَةً - شَدِيدَةً،

خَوْفًا مِنَ اللَّهِ، فَإِذَا سَمِعَ ذَلِكَ أَهْلُ السَّمَاوَاتِ صَعِقُوا وَخَرُّوا لِلَّهِ سُجَّدًا، فَيَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ جَبَرِائِيلُ، فَيَكْلِمُهُ اللَّهُ مِنْ وَحْيِهِ بِمَا أَرَادَ، ثُمَّ يَمْرُّ جَبَرِائِيلُ عَلَى الْمَلَائِكَةِ، كُلَّمَا مَرَّ بِسَمَاءَ سَأَلَهُ مَلَائِكَتُهَا: مَاذَا قَالَ رَبُّنَا يَا جَبَرِائِيلُ؟ فَيَقُولُ جَبَرِائِيلُ: قَالَ الْحَقُّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَقُولُونَ كُلُّهُمْ مِثْلُ مَا قَالَ جَبَرِائِيلُ، فَيَتَسْمَى جَبَرِائِيلُ بِالْوَحْيِ إِلَى حَيْثُ أَمْرَهُ اللَّهُ». اللَّهُ تَعَالَى جَبَرِائِيلَ كَمَا يَقُولُونَ، فَيَقُولُونَ كُلُّهُمْ مِثْلُ مَا قَالَ جَبَرِائِيلُ، تَوَهُ اس وحی کا تکلم فرماتا ہے، چنانچہ اللَّهُ تَعَالَیٰ کے خوف سے تمام آسمانوں پر دہشت اور کچھی طاری ہو جاتی ہے۔ جب آسمان والے اس آواز کو سنتے ہیں تو بے ہوش ہو کر سجدے میں گرپڑتے ہیں، سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام سراختے ہیں، اللَّهُ تَعَالَیٰ اپنی وحی میں سے جو چاہتا ہے ان سے گفگو فرماتا ہے، پھر جبرائیل ملائکہ کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں: اے جبرائیل! ہمارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ تو جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں: اس نے حق فرمایا ہے اور وہ عالی مقام اور بزرگ وبرت ہے۔ پھر تمام فرشتے بھی یہی الفاظ پکارتے ہیں، پھر جبرائیل علیہ السلام اس وحی کو جہاں اللَّهُ عَزَّوَ جَلَّ کا حکم ہوتا ہے پہنچادیتے ہیں۔

حدیث سے مأخوذه فوائد:

- اللَّهُ تَعَالَیٰ کے لیے ارادہ کا ثبوت، اور اس کی دو قسمیں ہیں:
 1. ارادہ شر عیہ۔
 2. ارادہ کونیہ۔
- مخلوقات گرچہ جمادات ہی کیوں نہ ہوں وہ اللَّهُ کی عظمت کو محسوس کرتی ہیں۔
- آسمانوں کا کئی طبقات میں ہونے کا ثبوت، اور ان میں سے ہر ایک طبقہ کے لیے خاص فرشتے ہیں۔
- جبرائیل علیہ السلام کی فضیلت کہ وہ امین ہیں اور پوری امانت داری کے ساتھ وحی کو جہاں پہنچانے کا حکم ہوتا ہے، پہنچادیتے ہیں۔
- اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ کے لیے صفت عزت (قوت و غلبہ) اور صفت جلال کا ثبوت۔

الْتَّقْوِيَّةُ الْمُفَيْدَةُ

«اس وحی کو جہاں اللہ عز و جل کا حکم ہوتا ہے پہنچا دیتے ہیں»:

«جَلَّ»: عربی زبان میں لفظ ”الْجَلَال“ اس عظمت اور سطوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جس کے اوپر اور کوئی عظمت و سطوت نہ ہو۔

«عَزَّ»: عربی زبان میں لفظ ”الْعَزَّة“ قوت اور غلبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور ”عَزِيزٌ“ کے تین معنی ہیں:

عَزِيزٌ: بمعنی غلبہ و قہر والا

عَزِيزٌ: ایسا عظیم المرتبت کہ اس کے مقام و مرتبہ میں کسی کی شرکت نہ ہو۔

عَزِيزٌ: ایسا غالب و مقتدر کہ کسی کے لئے اس کو نقصان پہنچانا محال و ممتنع ہو۔

مسائل:

پہلا: سورہ سباء کی آیت ۲۳ (﴿حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ فَالْأُولُوا مَآذًا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا أَنَّهُ حَقٌّ﴾) (یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبر اہٹ دور کر دی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟) کی تفہییر۔

دوسرہ: اس آیت میں ابطال شرک کی دلیل ہے بالخصوص ایسے شرک کی کہ جس کا تعلق صالحین امت سے ہے اور اس آیت کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ آیت دل سے شجرہ شرک کی جڑوں کو کاٹ پھینکتی ہے۔

تیسرا: اس باب سے آیت کریمہ ﴿قَالُوا أَنَّهُ حَقٌّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (کہتے ہیں حق فرمایا اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے) کی تفہییر بھی واضح ہوتی ہے۔

چوتھا: فرشتوں کے سوال کی وجہ بھی اس میں مذکور ہے (کہ وہ شدت خوف کی وجہ سے ایسا پوچھتے ہیں)۔

پانچواں: فرشتوں کے سوال پر جبر نیل علیہ السلام انہیں اللہ کا فرمان سناتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے)۔

چھٹا: اس میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ جب سب فرشتے ہے ہوش ہو جاتے ہیں تو سب سے پہلے حضرت جبر نیل سر اٹھاتے ہیں (جس سے ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے)۔

ساقواں: چونکہ ہر آسمان کے فرشتے جبر نیل سے سوال کرتے ہیں لہذا وہ سب کو جواب دیتے ہیں (جو فرشتوں کے

ما بین حضرت جبریل کی اہمیت اور عظمت کو بیان کرتی ہے۔)

آٹھواں: بے ہوشی اور غشی تمام آسمان کے فرشتوں پر طاری ہوتی ہے۔

نواں: اللہ تعالیٰ کے کلام سے آسمان لرز جاتے ہیں (ایسا اللہ کی تعظیم میں ہوتا ہے)۔

دسویں: اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل اللہ کی وحی کو منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں (کیونکہ وہ امانت دار ہیں)۔

گیارہواں: شیاطین چوری چھپے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے کی کوشش کرتے ہیں۔

بازہواں: اس مقصد کے لیے وہ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو جاتے ہیں۔

بازہواں: ان شیاطین پر شہاب ثاقب چھوڑ جاتا ہے (جو چوری چھپے سننے والے شیاطین کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے)۔

چودہواں: بعض اوقات کا ہن تک بات پہنچ سے قبل ہی شہاب اس شیطان کو خاکستر کر دیتا ہے اور کبھی شہاب کے آنے سے پہلے پہلے یہ شیطان اپنے انسانی دوست (کا ہن و نجومی) کو وہ بات بتاچکا ہوتا ہے۔

پندرہواں: بعض اوقات کا ہن کی بات صحیح ثابت ہو جاتی ہے۔

سولہواں: کا ہن اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے (ایسا بر سیل مبالغہ کہا گیا ہے نہ کہ سو کی تحدید مقصود ہے)۔

سترہواں: کا ہن کی جھوٹی باتوں کو لوگ محض اس لیے سچ مان لیتے ہیں کہ اس کی ایک بات تو صحیح تھی، حالانکہ وہ بات آسمان سے سنی گئی ہوتی ہے۔

اٹھارہواں: نقوس انسانی باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں، اور کا ہن کی صرف اس ایک بات کو مد نظر رکھتے ہیں اور اس کی سو غلط باتوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

انیسویں: شیاطین اس ایک بات کو ایک دوسرے سے حاصل کر کے یاد کر لیتے ہیں اور اس سے (دوسرے جھوٹوں کے صحیح ہونے پر) استدلال کرتے ہیں (کیونکہ اسی سے ان کا دھندا اچلتا ہے، اگر ان کا دھندا اس اس کا سارا جھوٹ پر ہی مبنی ہو تو پھر ان کا دھندا اچلے گا ہی نہیں)۔

پیسویں: اس سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا بھی اثبات ہوتا ہے، برخلاف اشاعرہ اور معلمہ کے کہ وہ اس کے مکمل ہیں۔

اکیسویں: آسمانوں پر طاری ہونے والی کپکی اور دہشت اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتی ہے۔

باکیسویں: تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں (اللہ کی عظمت کا تصور کرتے ہوئے اور جس سے وہ خوف کھارے ہوتے ہیں اس سے بچنے کی خاطر)۔

[۱۷] شفاعت کا بیان

مصنف عَرَبِ الشَّامِ نے یہ باب کیوں قائم کیا ہے؟

- بتوں کے سفارشی ہونے کے بطلان کو ظاہر کرنے کے لیے، کیونکہ کفار یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ بت اللہ کے نزدیک ان کے سفارشی ہوں گے۔
- کیونکہ اللہ کا علم، قدرت اور بادشاہت کامل ہے نہ کہ ناقص جسے دنیاوی بادشاہوں کی طرح سفارشی کی ضرورت محسوس ہو اور نہ ہی سفارشیوں کو اتنی جرأت ہے کہ وہ بغیر اس کی اجازت کے ہی کسی کے حق میں سفارش کرنا شروع کر دیں۔

ایک سے لے کر پانچ تک دلائل:

[۱] ارشاد الہی ہے: ﴿وَأَنذِرْ يِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُخْسِرُوا إِلَى رَبِّهِمْ لَنَسْ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٰ وَلَا شَفِيعٌ﴾ (اور- اے محمد ﷺ- آپ اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو نصیحت کریں جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے اس حال میں پیش کیے جائیں کہ ان کا اللہ کے سوا کوئی مدد گاریا سفارشی نہ ہو)۔

[۲] اور فرمایا: ﴿قُلْ لِلَّهِ الْسَّفَّاعَةُ جَمِيعًا﴾ (اے محمد ﷺ- کہہ دیجیے کہ ہر قسم کی شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے)۔

[۳] نیز فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عَنْهُ وَإِلَّا يَأْذِنَهُ﴾ (کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟)۔

[۴] نیز ارشاد الہی ہے: ﴿وَكَمْ مَنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ عَدَّ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنِ يَشَاءُ وَيَرْضَحُ﴾ (اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ جس کے لیے شفاعت کی اجازت دے اور پسند کرے)۔

[۵] مزید فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شُرُكَاءٍ وَمَا لَهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنَفَعُ الْشَّفَاعَةُ عَنْهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (اے محمد ﷺ- ان مشرکین سے- کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے

سو اجنب کو تم معبود سمجھتے ہو، انہیں پکار کر دیکھو، وہ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور زمین و آسمان (کی ملکیت، یا ان کی تخلیق) میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ شفاعت (سفرارش) بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لیے اجازت ہو جائے۔

• **﴿وَأَنذَرَ يٰهٰ﴾**: انذار کہتے ہیں ایسی خبر دینے کو جس میں خوف شامل ہو، اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ آپ قرآن کے ذریعہ ان کو ڈرائیں۔

• **﴿وَكَمْ مَنْ مَلَكٌ﴾**: یعنی: آسمان میں ملائکہ کی کثرت ہے اس کے باوجود ان کی شفاعت کسی کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی، الایہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں سفارش کی اجازت مرحمت فرمادے اور یاد رہے کہ سفارش کرنے والے اور جس کی سفارش کی جا رہی ہے دونوں سے اللہ کا راضی ہونا ضروری ہے۔

• **﴿أَدْعُوا﴾**: یہ عاجزی بتلانے اور بطور تحدی (چیلنج) ہے بایں معنی کہ: انہیں حاضر کرو یا انہیں دعائے سوال کے ذریعہ پکارو۔

• **﴿مِنْ شَرِيكٍ﴾**: یعنی وہ اس کی طاقت نہ تو انفرادی طور پر رکھتے ہیں اور نہ ہی شریک بن کر۔

• **﴿مِنْ ظَاهِيرٍ﴾** (یعنی مددگار): یہاں پر بتول کو اللہ تعالیٰ کے شریک و مددگار ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

• ان بتول سے ہر اس چیز کی نفی کر دی گئی جس کی امید ان کی عبادت کرنے والے لوگ رکھتے ہیں، کہ یہ کسی بھی چیز کے مالک نہیں ہیں نہ ہی ذاتی و انفرادی طور پر، نہ ہی شریک و سا جھی کے طور پر، اور نہ ہی معاون و مددگار کے طور پر کیونکہ کوئی اگر کسی کا مددگار بھی ہو گرچہ شریک نہ ہو پھر بھی وہ اس کا احسان مند ہو جاتا ہے اور اس کی محبت کی خاطر وہ کر گزرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، اب جب کہ ان تینوں چیز کی نفی کر دی گئی تو اب صرف شفاعت ہی پیچتی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اسے بھی باطل قرار دے دیا ہے، لہذا ان کی شفاعت انہیں کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی۔

• یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت کے بارے میں علامہ ابن القیم عَلَیْہِ الْحَمْدُ وَالْحَلْمُ فرماتے ہیں کہ: ”یہ وہ آیتیں ہے جو دل سے شرک کی جڑیں کاٹ دیتی ہیں۔“

شفاعت (کہتے ہیں: جلب منفعت یاد فع مضرت کے لیے کسی کو واسطہ بنانا، اس) کی قسمیں:

ان چیزوں میں شفاعت
طلب کرنا جن پر مخلوق قادر
ہو:
اس کی یہ چار شرطیں ہیں:
• حاضر ہو۔
• زندہ ہو۔
• قادر ہو۔
• سبب ہو۔

ناجائز شفاعت:
جس کو قرآن نے ناجائز
قرار دیا ہے جیسے کہ غیر
اللہ سے ایسی چیزوں کے
لئے شفاعت طلب کرنا،
جن پر صرف اللہ ہی قادر
ہے۔
یہ شرک اکبر ہے۔

جائز شفاعت:
جس کو اللہ نے صرف اپنے لیے ثابت
کیا ہے، اور مندرجہ ذیل شرطوں کے
ساتھ یہ اللہ سے طلب کی جائے گی:
• شفاعت کے لیے اللہ کی اجازت۔
• شفاعت کرنے والے، اور جس کی
شفاعت کی جا رہی ہے دونوں سے
اللہ کی رضامندی۔

﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُقْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَنْهَا﴾
(اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ
اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے۔)

عام شفاعت جو تمام انبیاء و رسول، فرشتوں،
موحدین اور نابالغ بچوں کے لیے ہوگی:
• موحدین کے حق میں رفع درجات کی
شفاعت۔
• موحدین میں سے مستحقین عذاب کے لیے
جہنم میں داخل نہ کرنے کی شفاعت۔
• جہنم میں داخل ہو چکے موحدین کو جہنم سے
باہر نکالنے کی شفاعت۔

بلاشرکت غیرے صرف نبی ﷺ کے لیے
خاص شفاعت:
• شفاعت عظیٰ، اور یہی وہ مقام محمود ہے
جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا
ہے۔
• آپ ﷺ کا اپنے چچا ابو طالب کے لیے
عذاب ہلکا کرنے کی شفاعت۔
• جنت کا دروازہ کھولنے کے لئے شفاعت۔

شیخ الاسلام ابوالعباس ابن تیمیہ عَلَیْہِ السَّلَامُ فرماتے ہیں: ”اللَّهُ تَعَالَیٰ نے اپنے علاوہ تمام مخلوق سے ان باتوں کی نفی کر دی جن سے مشرکین استدال کرتے تھے۔ مثلاً اس بات کی نفی کی ہے کہ کسی کو زمین و آسمان میں کسی قسم کی قدرت و اختیارات کلی ہو، یا جزوی اختیارات ہوں، یا کوئی اللہ کا مددگار ہو، البتہ سفارش ہی باقی ہے، چنانچہ وہ بھی اسی کے لیے مفید ہو گی جس کے حق میں سفارش کی اجازت اللہ تعالیٰ خود دے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا

يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ أَرْضَنَ﴾ (اور وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے بجز اس کے جس سے اللہ راضی ہو) پس وہ سفارش جس کے مشرکین قائل ہیں، قیامت کے دن معدوم ہو گی (یعنی ان کو حاصل نہیں ہو سکے گی) جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی نفی کی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر فوراً سفارش کی بجائے پہلے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے اور اسکی حمد و شناکریں گے، اس کے بعد آپ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیں اور بات کریں، آپ کی بات سنی جائے گی، آپ سوال کریں آپ جو مانگیں گے دیا جائے گا، آپ سفارش کریں، آپ کی سفارش قبول ہو گی۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ): سب سے زیادہ خوش نصیب کون ہے جو آپ کی سفارش کا حقدار ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ”جس نے خلوص دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا۔“ لہذا ثابت ہوا کہ یہ سفارش اللہ کی اجازت سے صرف خلوص دل سے کلمہ پڑھنے والوں کو حاصل ہو گی اور مشرکین کو حاصل نہیں ہو گی۔

شفاعت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلاص اہل توحید پر اپنا خصوصی فضل فرمائے گا اور جن لوگوں کو سفارش کی اجازت دے گا، ان کی دعا سے اہل توحید کی مغفرت کرے گا، اس طرح وہ سفارش کر کے عزت اور قابل تائش مقام حاصل کر پائیں گے۔

جس شفاعت کا قرآن نے انکار کیا ہے اس سے مراد وہ شفاعت ہے جس میں شرک کی آمیزش ہو، یہی وجہ ہے کہ متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اجازت سے شفاعت کا اثبات کیا ہے، اور نبی ﷺ نے صاف صاف فرمایا ہے کہ شفاعت صرف اہل توحید اور اہل اخلاص کے لیے ہی ہو گی۔ انتہی۔

مسائل:

پہلا: ان آیات قرآنیہ کی تفسیر (جن کی تعداد پانچ ہے)۔

دوسرہ: ناقابل قبول شفاعت کی وضاحت (یعنی وہ شفاعت جس میں شرک کی آمیزش ہو)۔

تیسرا: قابل قبول شفاعت (یہ اہل توحید کی شفاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ، شفاعت کرنے والے اور جس کے حق میں شفاعت کی جا رہی ہے دونوں سے راضی ہو)۔

چوتھا: شفاعت کبری کا ذکر، جسے مقام مُحَمَّد بھی کہتے ہیں (یہ میدانِ حشر میں فیصلہ کے انتظار میں کھڑے لوگوں کے حق میں فیصلہ کرنے کے سلسلے میں ہوگی)۔

پانچواں: نبی ﷺ کی شفاعت کا انداز کہ آپ جاتے ہی شفاعت نہیں کریں گے بلکہ سب سے پہلے آپ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے پھر اجازت ملنے پر شفاعت کریں گے (اور یہ اللہ رب العالمین کی عظمت اور نبی ﷺ کے کمال ادب پر دلالت کرتا ہے)۔

چھٹا: (نبی ﷺ کی شفاعت کے حقدار) سب سے سعادت مند آدمی کا بیان (کہ وہ اہل توحید اور اہل اخلاص ہوں گے)۔

ساتواں: یہ سفارشِ مشرکین کو حاصل نہیں ہوگی۔

آٹھواں: شفاعت کی حقیقت کا بیان (کہ در حقیقت اللہ ﷺ کی طرف سے اہل اخلاص کے اوپر احسان ہو گا، کہ ان کے گناہوں کو سفارش کی وجہ سے معاف فرمادے گا اور جن کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی یہ ان کے لیے باعثِ تکریم اور لا اُنستاش ہو گا)۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحَبْتَ﴾ الآیة (آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے) کا بیان

پہلی دلیل:

صحیح (صحیحین) میں سعید بن مسیب عَنْ عَلِیٰ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: (لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبَ الْوَفَاءَ، جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَّيَّةَ وَأَبُو جَهْلٍ، فَقَالَ لَهُ: (يَا عَمَّ، قُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، كَلْمَةُ أَحَاجِ لَكَ إِبَّا عِنْدَ اللَّهِ)، فَقَالَ لَهُ: أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَلَّبِ؟ فَأَعْادَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَعْدَادًا، فَكَانَ أَخْرَ مَا قَالَ: هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَلَّبِ، وَأَبَى أَنْ يَقُولَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)، کہ جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب آیا تو ان کے پاس رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور ان کے پاس پہلے سے ہی عبد اللہ بن ابو امیہ اور ابو جہل بھی بیٹھے تھے۔ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ابوطالب سے کہا: ”اے میرے پچاچان! کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں، میں آپ کے لیے یہی کلمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور دلیل پیش کروں گا، وہ دونوں (عبد اللہ بن ابو امیہ اور ابو جہل) بولے: کیا تم عبد المطلب کے مذہب کو چھوڑ دو گے؟ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور دونوں سردار بھی اپنی باتیں دہراتے رہے۔ آخری بات جو ابوطالب نے (مرنے سے پہلے) کہی کہ: وہ عبد المطلب کے مذہب پر قائم ہیں، اور انہوں نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے سے منع کر دیا۔ نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تک مجھے روکانہ جائے میں آپ کے لیے مغفرت کی دعا کر تاہوں گا“ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿مَا كَانَ لِلَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّمَا يَأْمُرُ مَا يَشَاءُ وَإِنَّمَا يَنْهَا مَا يَنْهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾ (نبی اور اہل ایمان کو زیبائیں کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں)، اور اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ (اے محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)۔

ہدایت کی قسمیں:

ہدایت دلالت و رہنمائی: جیسا کہ نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی امت کی رہنمائی فرمائی۔
 ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾
 (بیشک آپ راہ راست کی رہنمائی کر رہے ہیں)۔

ہدایت توثیق: اس پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قدرت رکھتا ہے۔
 ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحَبْتَ﴾
 (آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے)۔

- مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ کوئی بھی شخص کسی کو بھی ”ہدایت توفیق“ نہیں دے سکتا، البتہ داعی کو چاہیے کہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانے میں کسی کوتاہی سے کام نہ لے اور اللہ تعالیٰ نے جو کرنے کا حکم دیا ہے اسے بجالا تارے۔
- ایک اشکال ہے: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب سے کیوں محبت کرتے تھے جبکہ وہ کافر تھے؟ اس کا جواب: یا تو تقدیر کلام یوں ہے: [۱] کہ آپ ان کے ہدایت یا بہ جانے کی شدید خواہش رکھتے تھے نہ کہ بذات خود اس شخص سے (اور یہ سب سے قوی قول ہے)، [۲] یا آپ ان سے فطری محبت کرتے تھے نہ کہ شرعی، اور یہ جائز ہے [۳] یا پھر یہ کہ کافروں سے محبت رکھنے کی ممانعت وارد ہونے سے پہلے آپ ان سے محبت رکھتے تھے۔
- **«جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ** صلی اللہ علیہ وسلم: کافروں کی زیارت کے مستحب ہونے کا ثبوت ہے جب ان کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو۔
- **«يَا أَعَمَّ»**: آپ نے یہ کنیت (اے چچا جان) اس لیے استعمال کی کہ اس سے محبت کا اظہار ہوتا ہے، اور یہ دعوت دیتے وقت حکمت اختیار کرنے کو بتلاتا ہے۔
- اس حدیث اور علماء کا یہ کہنا کہ ”بُسْتَ مَرْگَ پَرْ پَطَّےِ (مسلم) شخص کو بنا“ کہو یا پڑھو“ کہے ہوئے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنا سنت ہے“، کے مابین کیسے جمع کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابو طالب کافر تھے، لہذا جب ان سے کہا گیا کہ: ”کہو“ اور انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا تو وہ اپنے کفر پر باتی رہے، گویا تلقین کا یہ انداز انہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہونچا سکا، برخلاف مسلمانوں کے کہ ان کا معاملہ سنگین ہوتا ہے کیونکہ کہنے کا یہ انداز انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ (کہ شاید کوئی شخص موت کے وقت ایسا کہنے پر اگر لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دے تو وہ اسلام سے کفر میں چلا جائے گا)۔
- **«حَضَرَتْ»** یعنی موت کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو چکی تھیں مگر ابھی موت نہیں آئی تھی، ایسی صورت میں کیا اس کی توبہ مقبول ہوگی؟ صحیح یہ ہے کہ توبہ مقبول نہیں ہوگی [۱] کیونکہ آیت کریمہ **﴿وَلَيَسْتَ أَتَوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ أَسْكِنَاتٍ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدُهُمُ الْمَوْتُ﴾** (ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چل جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے میں نے اب توبہ کی) اس حدیث کے بالکل موافق ہے۔
- [۲] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«أَخْأُجُوكَ»** (میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے ذریعہ آپ کے لیے جنت قائم کروں گا)، آپ نے اس کی ضمانت نہیں لی کہ ابو طالب کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔
- [۳] یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کہ اپنے چچا کے کفر کے باوجود وہ ان کے حق میں دعا (شفاعت) کریں گے۔ ([۴] یا علامات وفات ظاہر ہونے کے بعد اسلام پیش کرنے کا معاملہ ابو طالب کے ساتھ خاص ہے۔ از: مترجم۔)
- مسیب اور عبد اللہ بن امیہ رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا جبکہ ابو طالب اور ابو جہل نے نہیں۔
- **«هُوَ عَلَىٰ مِلَّةٍ»**: ضمیر (آنا: میں) کی جگہ (ہو: وہ) کا استعمال کرنے سے، راویان حدیث کا توحید کے باب میں شدید احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔

سائل:

پہلا: آیت کریمہ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحَبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ الایة۔ کی تفسیر۔
دوسرہ: آیت کریمہ ﴿مَا كَانَ لِلشَّيْءٍ﴾ الایة کی تفسیر (ان کی موت پر غم کا اظہار اور ان کی تعزیت کرنا حرام ہے)۔

تفسیر: نبی ﷺ کا فرمان «قُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» آپ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہتے، میں ان مدعاں علم کی تردید ہے جو محض دلی معرفت کو کافی سمجھتے ہیں۔ (اگر اقرار ضروری نہ ہوتا تو آپ ﷺ کلمہ توحید کہنے کا مطالبہ نہ فرماتے)۔
چوتھا: جب نبی ﷺ نے اپنے چچا سے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھنے کو کہا تو ابو جہل اور اس کے ساتھی جانتے تھے کہ آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا برا کرے جن سے ابو جہل اصل دین (کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کو بہتر جانتا تھا۔

پانچواں: نبی ﷺ نے اپنے چچا کو مسلمان بنانے کی پوری اور انتہائی کوشش کی ([۱] قربت دار ہونے کی وجہ سے، [۲] انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی جو بھائی کی تھی، اس بنیاد پر وہ شکریہ کے مستحق ہیں گرچہ کفر کی حالت میں مرنے کی وجہ سے گناہگار اور جہنمی ہیں)۔

چھٹا: جو لوگ عبد المطلب اور ان کے اسلاف کو مسلمان سمجھتے ہیں، حدیث میں ان کی تردید ہے (ابو طالب اور ان کے آباء و اجداد کفر پر تھے)۔

ساتواں: نبی ﷺ نے ابو طالب کے لیے مغفرت کی دعا کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ ان کو معاف نہیں کیا، بلکہ آپ کو بھی مغفرت طلب کرنے سے روک دیا (یعنی تمام معاملات صرف اللہ کے ہاتھ میں ہیں)۔

آٹھواں: یہ بھی ثابت ہوا کہ برے لوگوں کی صحبت کا نقصان انسان کو اٹھانا پڑتا ہے۔

نواں: اپنے اسلاف و اکابر کی تقطیم (میں غلو کرنا) نقصان دہ ہے (جب وہ باطل پر ہوں)۔

دسوائیں: باطل پر ستون کو اس میں ابو جہل کے استدلال کی وجہ سے مغالطہ ہوا۔

گیارہواں: نجات کا دار و مدار آخری زندگی کے اعمال پر ہے، کیونکہ ابو طالب بوقت وفات کلمہ کا اقرار کر لیتے تو انہیں ضرور فائدہ ہوتا۔

بازہواں: گرہا لوگوں کے دلوں میں راستہ اس بڑے مغالطے (آب پرستی) کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہیے، اس لیے کہ ابو طالب کے قصہ میں مذکور ہے کہ سرداران مکہ اسی مغالطے کی بنی اپر ابو طالب کو دین حق سے روکتے رہے۔ حالانکہ نبی ﷺ نے مبالغہ اور تکرار کے ساتھ (ابو طالب پر) کلمہ پیش کیا۔ اور وہ بھی تقطیم اسلاف میں غلو کرنے کے باعث کفر پر اڑاے رہے۔

الْتَّقْيِيمُ وَالْتَّقْعِيدُ لِلْقُولِ الْمُفَید

تیسرا قسم سے امتحان (۲۳ ابواب)

پہلا سوال: اس قسم کے سبھی ابواب ذکر کریں اور مؤلف کا ان ابواب کو قائم کرنے کا مقصد بھی واضح کریں:
نمبر عنوان
نمبر عنوان

.....
.....
.....
.....

دوسرے سوال: مندرجہ ذیل کے احکام بیان کریں:
جائز (۱)، ناجائز (۲)، شرک اکبر (۳)، مُستحب / سنت (۴)

.....
.....
.....
.....

تیسرا سوال: ﴿ ﴾ کی علامت مناسب جگہ پر لگائیں یا عبارت مکمل کریں:

۱. کتاب التوحید میں تیسرا قسم ہے: □ توحید کی تفسیر □ اللہ کے سواتما کی عبادتوں کا بطلان۔
۲. تیسرا قسم میں: □ ۱۵ ابواب میں □ ۲۳ ابواب میں □ ۲۶ ابواب میں۔
۳. آیت کریمہ ﴿ أَشْرِكُونَ ﴾ میں استفہام انکا اور توپخ کے لیے ہے: □ صحیح □ غلط۔
۴. اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ﴿ أَشْرِكُونَ ﴾ میں بتوں کی عبادت کا بطلان اور ان کی عاجزی کتنے طریقوں سے بتائی ہے: □ ۳ □ ۲ □ ۱

۵. ﴿ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِنِي ﴾ یہاں دعا سے مراد ہے دعا: □ عبادت □ مسئلہ □ دونوں۔
۶. ہم کسی بھی انسان کے بارے میں خواہ وہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو اللہ کی رحمت سے نامید نہ ہوں سوائے ان کے جو کافروں کے سراغنہ ہیں: □ صحیح □ غلط۔
۷. مؤلف ﴿ عَلَيْهِ الْكَفَرُ ﴾ کے اس قول کا مطلب کہ (جن پر بد دعا کی گئی وہ کفار تھے)، ان کے کفر کے بارے میں خرد دینا ہے: □ صحیح □ غلط۔

۸. مؤلف عزیزیہ کے اس قول ”سید المرسلین کا قوت پڑھنا“ کا مقصود ہے: □ قوت کا جواز □ اس امت کا کوئی بھی شخص رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے مقابلے میں اللہ کے زیادہ قریب نہیں ہو سکتا اسکے باوجود وہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔
۹. کافروں پر لعنت بھیجنے کا طریقہ؟.....
۱۰. ﴿فُعَلٌ﴾: خوف (□ بدحایی والی □ داعی) ان کے دلوں سے دور کر دی جاتی ہے۔
۱۱. (کَوْنُهُ يَكُذِّبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ) (پھر وہ اس میں سو جھوٹ ملا دیتا ہے) نبی ﷺ کا ایسا فرمانا: □ مبالغہ کے طور پر ہے □ تحدید کے طور پر ہے۔
۱۲. ﴿وَكَمْ مَنْ مَلَكَ فِي السَّمَاوَاتِ﴾ اس میں شفاعت کے تینوں شرط اکٹھے بیان کیے گئے ہیں: □ صحیح □ غلط۔
۱۳. ہر وہ شفاعت جس میں شرک کی آمیزش ہو ایسی شفاعت: □ ناجائز ہے □ شرک ہے □ سبھی۔
۱۴. شفاعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس کی شفاعت کی جا رہی ہے اس میں کسی طرح سے اللہ کی مدد کرنا، یہ منوع ہے (□ صحیح □ غلط)، بلکہ اس کا مطلب ہے (□ سفارش کرنے والے کی تکریم □ جس کی سفارش کی جا رہی ہے اس کو نفع پہنچانا □ سبھی)۔
۱۵. وہ آیت کو نہیں ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے وہ دل سے شجرہ شرک کی جڑوں کو کاٹ ڈالتی ہے: ...
-
۱۶. ثابت ہدایت:، متفق ہدایت:، متفق ہدایت:
۱۷. آیت کریمہ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحَدَّتِ﴾ یعنی آپ: □ جس کی ہدایت چاہتے ہیں □ اس سے فطری محبت رکھتے ہیں □ یہ کفار سے محبت کرنے کی فنی وارد ہونے سے پہلے کا معاملہ ہے □ سبھی۔
۱۸. «حَضَرَتْ أَبَا طَالِبِ الْوَفَاءُ» یعنی:، یا، یا
۱۹. عبدالمطلب کی ملت ہے: □ شرک اور بتوں کی عبادت □ عیسائیت □ جو سیت۔
۲۰. «أَحَاجُ» یعنی: □ اللہ کے پاس اس کو آپ کے لیے بطور جدت ذکر کروں گا □ آپ کی خاطر اللہ سے جھگڑا کروں گا۔
۲۱. قریب المرگ شخص کو ”الاہ الا اللہ“ کی تلقین ”کہو“ یا ”پڑھو“ کے ذریعہ کرنا سنت ہے اور دلیل نبی ﷺ کا اپنے چچا کے ساتھ کیا گیا عمل ہے: □ صحیح □ غلط، اس بات اور علماء کا یہ کہنا کہ ”بستر مرگ پر پڑے (مسلم) شخص کو بنا“ کہو ”یا“ ”پڑھو“ کہے ہوئے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنا سنت ہے، کے مابین کیسے جمع کریں گے:
-
۲۲. راوی نے یہ کیوں کہا کہ: «وہ ملت عبدالمطلب پر ہے» اور: (میں ملت عبدالمطلب پر ہوں) نہیں کہا؟.....
-
۲۳. نبی ﷺ کا اپنے چچا ابو طالب کے اسلام قبول کر لینے کے لیے جدوجہد کرنے کا سبب ہے: □ قرابت داری □ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے ساتھ بھلائی کی تھی □ سبھی۔
۲۴. اسلاف اور اکابرین کی تقطیم نہ موم ہے: □ مطلاً □ جب وہ باطل پر ہوں۔

الْتَّقْيَا مِنَ الْتَّقْعِيدِ لِقَوْلِ الْمُفَدِّدِ

چو تھا سوال: شفاعت کی قسموں کو مکمل کریں:

..... چند شروط کے ساتھ صحیح ہے:

- [۱]
- [۲]
- [۳]
- [۴]

..... یہی ہے جس کا قرآن نے انکار کیا ہے، اور یہ، اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ:

..... اس کو اللہ نے صرف اپنے لیے ثابت کیا ہے، اور مندرجہ ذیل شروط کے ساتھ یہ اللہ سے طلب کی جائے گی:

- [۱]
- [۲]
- [۳]

..... یہ عام ہے ان میں سے یہ ہیں:

- ۱.
- ۲.
- ۳.

..... یہ صرف نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے، ان میں سے یہ ہیں:

- ۱.
- ۲.
- ۳.

چوتھی قسم: بنی آدم کے کفر کا سب (۲۳ باب)

• بالترتیب چار ابواب میں مؤلف علیہ السلام نے اس اباب کفر کو ذکر کیا ہے تاکہ ہم جانکاری حاصل کر سکیں اور نفع سکیں نیز اس کا جواب دینے کے لیے کہ بعض امتیں کفر میں کیوں پڑ گئیں؟ لہذا ابتدائی تین ابواب میں اس سوال کا جواب دیا ہے اور چوتھے باب میں یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ نے شرک تک پہنچانے والے ہر دروازے یعنی وسائل شرک کو بند کر دیا ہے۔

[۱۹] بنی آدم کے کفر اور ترک دین کا بنیادی سبب بزرگوں کے بارے میں غلو ہے

• یہ سب سے بڑا اور سب سے خطرناک سبب ہے، اور روئے زمین پر سب سے پہلا شرک اسی غلوکی وجہ سے پنپا تھا۔

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] ارشادِ الہی ہے: ﴿يَأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَعْلُوْ فِي دِينِكُمْ﴾ (اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے بڑھو۔)

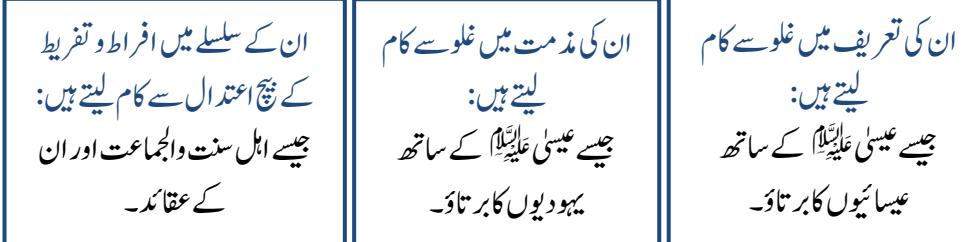
[۲] صحیح (بخاری) میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان: ﴿وَقَالُوا لَا نَذَرْنَ إِلَهَكُمْ وَلَا نَذَرْنَ وَدًا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوْقَ وَسَتَرًا﴾ (اور انہوں نے کہا کہ: ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ واد اور سواع اور یغوث اور یعوق نہ کو (چھوڑنا))، کے بارے میں کہتے ہیں کہ: (ہذہ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمٍ نُوحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ؛ أَنِ انصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَخْلِسُونَ فِيهَا أَنْصَابًا، وَسَمُونَهَا بِأَسْمَائِهِمْ، فَفَعَلُوا، وَمَّا تُبَعِّدُ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَسُيَّ-الْعِلْمُ عُبْدَتْ)، وَقَالَ أَبُنُ الْقِيمِ: (قَالَ عَيْرٌ وَاحِدٌ مِنَ السَّلَفِ: لَمَّا مَاتُوا عَكَفُوا عَلَى قُبُورِهِمْ، ثُمَّ صَوَرُوا مَا تَشَيَّلُهُمْ، ثُمَّ طَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمْدُ فَبَعَدُوْهُمْ) یہ سب (ود، سواع، یغوث، یعوق اور نہ) قوم نوح کے صالح لوگ تھے، جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو سمجھایا کہ یہ نیک لوگ جہاں بیٹھا کرتے تھے، وہاں بطور یاد گار پتھر نصب کر دو اور ان پتھروں کو ان کے ناموں سے موسوم کر دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، لیکن اس دور میں ان پتھروں کو پوچھا گیا، جب یہ لوگ مر گئے اور بعد والوں پر جہالت چھائی، علم جاتا رہا اور اصل بات بھول گئے، تو انہوں نے ان محسوسوں کی پرستش شروع کر دی۔

امام ابن القیم علیہ السلام فرماتے ہیں: ”متعدد اسلاف اہل علم نے بیان کیا ہے کہ جب وہ مر گئے تو پہلے یہ لوگ ان کی قبروں کے مجاور بنے، پھر ان کے مجسمے بنائے، پھر زمانہ دراز گزرنے پر ان کی عبادت کرنے لگے۔“

• ﴿يَأَهْلَ الْكِتَابِ﴾: اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاری ہیں۔ یہود کی آسمانی کتاب کا نام تورات اور

- نصاریٰ کی آسمانی کتاب کا نام انجیل ہے۔
 - **﴿لَا تَقْنُلُوا فِي دِينِكُمْ﴾**: یعنی حد سے تجاوز نہ کرو خواہ مرح میں ہو یا قدح میں، نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی مرح اور تعریف میں غلو کرتے ہوئے آپ کو اللہ کا بیٹا اور تین معبودوں میں سے ایک معبود قرار دیا، جبکہ یہودیوں نے آپ کی قدح اور مذمت میں غلو سے کام لیا۔
 - **﴿هَلْكُوا﴾**: یعنی وفات پا گئے۔
 - **﴿أَوْحَى الشَّيْطَانُ﴾**: شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ پیدا کیا۔
 - **﴿أَنْ انصِبُوا﴾**: ہر وہ چیز جو نصب کی جائے خواہ وہ لا خٹی ہو یا پتھر، شیطان نے ان لوگوں کو ورغلاتے ہوئے کہا کہ: جب تم ان کو دیکھو گے تو عبادت میں نشاط پیدا ہو گا، لیکن ان لوگوں نے ایسا کر کے راہ شریعت کی خلاف ورزی کی، لہذا معلوم ہوا کہ صرف نیت کا اچھا ہونا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ عمل بھی شریعت کے دائے میں ہو۔
 - **﴿حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ﴾**: یعنی جن لوگوں نے بت نصب کیا تھا اور مجسمے بنایا تھا۔
 - نوح علیہ السلام سے پہلے کی قوم نے تین کام کیے تھے:
 - **﴿صَوَرُوا﴾**: بت بنائے اور مجسمے نصب کیے۔
 - **﴿عَكَفُوا﴾**: قبروں کی مجاوری کی۔
 - **﴿طَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمْدُ﴾**: جیسے جیسے عہد نبوت دور ہوتا گیا، علم کم ہوتا گیا اور بالآخر شرک اکبر وجود میں آگیا، چنانچہ انہوں نے غیر اللہ کی عبادت شروع کر دی۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ اپنے علم و عمل کا جائزہ لیتا رہے تاکہ ایسی صورت پیش نہ آئے۔
- غلو کے مفاسد:**
- جس کے سلسلے میں غلو سے کام لیا جا رہا ہے اگر ایسا اس کی تعریف میں ہے تو اس کو اس کے جائز مقام سے بڑھا دیا جاتا ہے اور اگر اس کی مذمت میں ایسا کیا جا رہا ہے تو اس کو اس کے جائز مقام سے گردیا جاتا ہے۔
 - جس کے بارے میں غلو کیا جا رہا ہے با اوقات یہ اس کی عبادت پر منتج ہوتا ہے۔
 - یہ اللہ کی تعلیم میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے، کیونکہ نفس یا تحقق کے ساتھ مشغول رہ سکتا ہے یا پھر باطل کے ساتھ۔
 - جس کے بارے میں غلو سے کام لیا جا رہا ہے اگر وہ موجود ہے تو یہ اس کے لیے نقصان کا سبب ہے، بایں طور کہ غلو اگر تعریف میں ہو تو یہ اس کے اندر کبر و نجوت پیدا کر سکتا ہے، اور اگر مذمت میں ہو تو عداوت اور دشمنی پیدا کر سکتا ہے۔

صلحیں کے بارے میں لوگوں کے کئی اقسام ہیں:



تین سے پانچ تک کی دلیلیں:

[۳] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ)، ”تم میری تعریف کرنے میں حد سے نہ گزر جانا، جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تعریف میں نصاریٰ حد سے تجاوز کر گئے۔ میں تو ایک بندہ ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔“

[۴] عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوْ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوْ) ”غلوسے نقیح کر رہو، تم سے پہلے لوگوں کو غلو (مبالغہ آرائی) ہی نے ہلاک کیا تھا۔“

[۵] اور صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (هَلَّكَ الْمُمْتَطَعُونَ)، ”تکلف کرنے والے اور حد سے بڑھنے والے ہلاک ہو جائیں“، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین بار فرمائی۔

- **”لَا تُطْرُوْنِي“:** ”اطراء“ کسی کی تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لینے کو کہتے ہیں، یعنی ایسا غلو جو نصاریٰ کے غلو کے مشابہ ہو یا اس سے کم ہو۔
- **”عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ“:** یہ دونوں وصف نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور اتم موجود ہیں جو کہ آپ کے لیے شرف کا سبب ہیں۔
- **”الْغُلُوْ“:** ”غلو“ کسی کی تعریف، عبادت یا کسی کام میں حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں۔
- غلو نے ان کی کن چیزوں کو بر باد کیا؟ غلو نے بر باد کیا: [۱] ان کے دین کو [۲] اور ان کے جسم کو۔

- غلو کی بہت ساری اقسام ہیں: عقیدہ، عبادت، معاملات اور عادات میں غلو سے کام لینا، جبکہ اللہ کا دین غلو و جفا کے مابین معتدل اور وسط ہے۔
- الْمُتَنَطِّعُونَ: متنطع، اعمال یا گفتگو میں بتکف فصاحت، اور غلو سے کام لینے کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں غرور اور تکبر ہے، دین میں متنطع غلو کے مشابہ ہے، اور ہلاکت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

مسائل:

پہلا: جو شخص زیر بحث باب اور اس کے بعد والے دو ابواب اچھی طرح سمجھ لے، اس پر اسلام کی، باقی ادیان سے جدا گانہ حیثیت واضح ہو جائیگی اور دلوں کے پھیرنے میں اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجیب و غریب کر شے نظر آئیں گے۔

دوسرہ: روزے زمین پر رونما ہونے والا اولین شرک بزرگوں کے ساتھ حدد رجے کی محبت اور ان کی عظمت میں غلو کے سبب ہوا۔

تیسرا: سب سے پہلی چیز جس کے ذریعہ انبیاء کرام ﷺ کے دین میں تبدیلی ہوئی اس کی معرفت (جو کہ شرک تھا)، اور اس کا سبب کیا تھا؟ (صالحین کے بارے میں غلو سے کام لینا) اس کی معرفت کے باوجود کہ اللہ ہی نے انہیں مبعوث فرمایا تھا۔

چوتھا: لوگ بدعاوں و محدثات کو جلد قبول کر لیتے ہیں، حالانکہ شریعت اسلامیہ اور فطرت سیمہ ان چیزوں کو قبول نہیں کرتی۔

پانچواں: شرک شروع ہونے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ حق اور باطل کو آپس میں خلط ملط کر دیا گیا تھا، جس کے دو واضح اسباب تھے: ایک تو بزرگوں کے ساتھ حدد رجے عقیدت و محبت تھی اور دوسرا یہ کہ بعض اہل علم دین نے کچھ ایسے امور سر انجام دیے کہ جن میں ان کی نتیجیں درست تھیں، مگر بعد والوں نے یہ سمجھا کہ ان اہل علم کی مراد کچھ اور تھی (جودین کو بدعت کے ذریعہ تقویت پہنچانا چاہتا ہے اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا نقصان فائدہ سے کہیں بڑھ کر ہے)۔

چھٹا: سورہ نوح کی آیت کی تفیر (جس میں ہے کہ وہ لوگ ایک دوسرے کو باطل کی وصیت کرتے تھے)۔

ساقواں: فطری طور پر انسان کا مزاج اور اس کی طبیعت، ہی کچھ ایسی ہے کہ اس کے دل میں حق (آہستہ آہستہ) کم ہوتا جاتا ہے جبکہ باطل بڑھتا رہتا ہے (الا یہ کہ جن پر اللہ کا فضل و احسان ہو)۔

آٹھواں: اس سے، اسلاف اہل علم کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ بدعاوں، کفر کا سبب بنتی ہیں (اور کوئی بعید نہیں کہ اسباب ایک سے زائد ہوں)۔

نوال: شیطان اپنی بدعت کے انجام سے خوب آگاہ ہے (کہ یہ کس طرح انسان کو تباہ کر دیتی ہے) اگرچہ بدعت جاری کرنے والے کی نیت اچھی ہی کیوں نہ ہو۔

دسوال: اس باب سے ایک اور اصول ثابت ہوتا ہے کہ غلو سے قطعی طور پر اجتناب کرنا چاہیے (کیونکہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا)۔ اور جو غلو کی طرف مائل کرے اس کے متعلق بھی علم ہونا چاہیے۔

گیرہ وال: قبر پر کسی صالح عمل کی انجام دہی کے لیے بیٹھنا انتہائی نقصان دہ ہے (یہ اہل قبر کی عبادت کا سبب بتا ہے)۔

بارہ وال: مجسموں کی ممانعت اور ان کے مٹاٹانے کی حکمت کا پتہ چلتا ہے (کہ یہ سد ذریعہ کے طور پر ہے)۔

تیرہ وال: اس تفصیل سے جہاں یہ (وقوع شرک کا) عظیم واقعہ معلوم ہوتا ہے، وہاں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کا جاننا ضروری ہے، لیکن اکثر مسلمان اس سے غافل اور لا علم ہیں۔

چودہ وال: افسوس کی بات تو یہ ہے کہ لوگ یہ واقعہ کتب تفسیر و حدیث میں پڑھتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے دلوں کے درمیان حائل ہوا تھا پھر بھی سمجھتے ہیں کہ قوم نوح علیہ السلام کا یہ عمل (قبر پرستی) بزرگوں کی غایت درجہ تقطیم، قبروں پر مجاور بناؤ غیرہ افضل ترین عبادت ہے اور وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ جس بات سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے وہ ایسا کافر ہے جو کسی کی جان و مال کو مباح کرتا ہے۔

پندرہ وال: اس تفصیل میں یہ صراحت بھی ہے کہ ان (بتوں کو پوچنے والوں) کا ارادہ صرف یہ تھا کہ یہ بزرگ ہمارے سفارشی ہیں (اس کے باوجود وہ لوگ شرک میں پڑے گے)۔

سویں وال: بعد والے مشرکین نے گمان کیا کہ سابق اہل علم نے ان بزرگوں کی تصویریں کسی خاص وجہ سے بنائی تھیں (کہ وہ ان کی شفاعة کریں گے، جبکہ یہ گمان فاسد تھا)۔

سترن وال: نبی ﷺ کے ارشاد مبارک «لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أطْرَوْتُ النَّصَارَى إِبْنَ مَرْيَمَ» (کہ تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا تھا) میں (مسلمانوں کے لیے) کھلایاں اور عظیم نصیحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر کہ آپ نے واضح طور پر تبلیغ کا حق ادا فرمادیا۔ (آپ نے تعریف میں غلو اور مبالغہ آرائی سے منع فرمایا، اور حال یہ ہے کہ اس امت کے کچھ لوگ اسی میں واقع ہو گئے، بلکہ معاملہ اس سے زیادہ سکیں ہے)۔

اٹھارہ وال: نبی ﷺ نے ہمیں نصیحت فرمائی ہے کہ تکلف کرنے (اور) حد سے تجاوز کرنے والے ہمیشہ ہلاک ہوتے ہیں۔ (آپ نے ایسا کرنے سے ڈرانے کی خاطر ایسا فرمایا ہے)۔

انسیوال: اس سے علم کی اہمیت اور علم نہ ہونے کے نقصان کا بھی پتہ چلتا ہے کہ قوم نوح علیہ السلام میں علم ختم ہونے کے بعد ہی بتوں کی پوچاپاٹ شروع ہوئی تھی۔

میسیوال: علماء کا دنیا سے رخصت ہونا فقدان علم کا سبب ہے (یہ سب سے بڑا سبب ہے، اسی طرح غفلت اور علم سے اعراض، دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جانا اور علم کے تین لاپرواہ ہو جانا)۔

[۲۰] کسی بزرگ کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جائز اور سنگین جرم ہے، چہ جائیکہ خود اس مرد صالح کی عبادت کی جائے۔

دین کی عدم معرفت، لوگوں کی توحید سے دوری اور صالحین کی قبروں کے پاس اللہ کی عبادت کرنے کی ممانعت شریعت میں وارد ہوئی ہے تاکہ یہ شرک کا ذریعہ نہ بنے، یہ بتانے کے لیے مصنف عَلَيْهِ الْحَمْدُ وَالْكَبَرُ اس باب کو لائے

پہلی دلیل:

حیثیں میں حضرت عائشہ ؓ سے مردی ہے کہ حضرت ام سلمہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک کلیسا اور اس میں موجود تصویروں اور مجسموں کا ذکر کیا جو انہوں نے جب شہ کی سر زمین میں دیکھا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: («أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، أَوِ الْعَبْدُ الصَّالِحُ، بَنَوَا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ، أُولَئِكَ شَرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ»، فَهُؤُلَاءِ جَمِيعُوا بَيْنَ الْفِتْنَتَيْنِ: فِتْنَةِ الْقُبُورِ، وَفِتْنَةِ التَّمَاثِيلِ) ”ان لوگوں میں جب کوئی بزرگ فوت ہو جاتا تو یہ اس کی قبر پر مسجدیں بناتیں اور اس میں یہ تصاویر (مجسم) بنادیتے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔“ ان لوگوں نے دو فتنوں کو یکجا کر دیا: ایک قبروں (کو عبادت گاہیں بنانے) کا، اور دوسرا (ان میں) مجسمے اور تصویریں بنانے کا۔

- «فَهُؤُلَاءِ جَمِيعُوا بَيْنَ الْفِتْنَتَيْنِ» (ان لوگوں نے دو فتنوں کو یکجا کر دیا): یہ این تیسیہ عَلَيْهِ الْحَمْدُ وَالْكَبَرُ کا قول ہے، اس کو فتنہ اس لیے کہا ہے کہ یہ لوگوں کو دین سے روکنے کا سبب ہے۔
- قبرستانوں کے بارے میں بندیادی بات یہ ہے کہ اسے آبادی سے باہر بنانا چاہیے تاکہ یہ شرک تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بنیں۔
- قبروں کا فتنہ، مجسموں اور بتوں کے فتنہ سے بھی خطرناک ہے، کیونکہ:

 - مقابر ہر جگہ ہوتے ہیں برخلاف مجسموں اور بتوں کے۔
 - قبر کے پاس ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں، جو دوسری جگہوں پر نہیں پائی جاتیں، جیسے: (دل میں) خوف کا پیدا ہو جانا۔

دوسری دلیل:

اور صحیحین ہی میں (دوسرے مقام پر) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی علامات ظاہر ہوئیں تو آپ اپنے چہرہ مبارک پر چادر اوڑھ لیتے اور جب دم گھٹتا تو چادر ہٹا لیتے، اسی عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ؟ ”یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے انبیاء کرام کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا تھا۔ اس سے آپ کا مقصد اپنی امت کو ایسے طرزِ عمل سے روکنا تھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو سجدہ گاہ بنانے کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی (عام صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح) کھلی جگہ پر ہوتی۔

تیسرا دلیل:

اور صحیح مسلم میں حضرت بن عبد اللہ بخاری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ یوم قبل میں نے آپ کو کہ فرماتے ہوئے سننا: إِنِّي أَبْرُأُ إِلَيْهِ اللَّهِ أَنَّ يَكُونَ لَيْ مِنْكُمْ خَلِيلٌ؛ فَإِنَّ اللَّهَ قَدِ اخْتَدَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا؛ لَا تَخْذُنْ أَبَا بَكْرِ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ ”میں اللہ کے سامنے اس بات سے برآت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا دوست (خلیل) ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے، جیسا کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دوست بنانا چاہتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ خبردار ا تم سے پہلے لوگ انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا کرتے تھے۔ خبردار ا تم قبروں کو سجدہ گاہ بنایا میں تمہیں اس طرزِ عمل سے منع کرتا ہوں۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل شنیع سے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں منع فرمایا، پھر آپ نے موت و حیات کی کشکش میں ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ (معلوم ہوا کہ اگر) قبر پرستی نہ بھی ہوتی بھی قبر کے پاس نماز پڑھنا منع ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول: (خَيْرِيَ— أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا، فَإِنَّ الصَّحَابَةَ لَمْ يَكُونُوا لِيَسْنُوا حَوْلَ قَبْرِهِ مَسْجِدًا) (اس کا ذر تھا کہ آپ کی قبر کو مسجد نہ بنایا جائے) کا مطلب بھی یہی ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم سے توقع نہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر مسجد بنائیں کیونکہ جس جگہ نماز پڑھنا مقصود ہو وہ مسجد ہی ہے، بلکہ ہر وہ جگہ جہاں نماز ادا کی جائے اسے مسجد کا نام دیا جاتا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بِجَعِلَتِ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا ”تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور ذریعہ طہارت بنایا گیا ہے“

- **«لَمَّا نُزِّلَ بِرَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»:** اس سے مراد ملک الموت ہیں جو نبی ﷺ کی روح قبض کرنے لیے اترے تھے۔

• **«الْحَمِيْصَةُ»:** ”خُمِيْصَه“ چادر یاد ہماری دار کپڑے کو کہتے ہیں۔

- **«الْعَنْعَنُ اللَّهُ» (اللَّهُ کی لعنت):** یعنی اللَّهُ کی رحمت سے دوری اور دھنکار، اس بنیاد پر یہ اللَّهُ کی طرف سے خبر ہے کہ یہ لوگ ملعون ہیں، نیز اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ ان کے اوپر نبی ﷺ کی بد دعا ہے۔

- **«الْخَنَدُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»:** یا تو وہ لوگ قبروں پر سجدہ کیا کرتے تھے یا پھر ان کے اوپر باضابط مسجد قائم کر لیا تھا۔

- **«الْأَبْرِزَ قَبْرُهُ»:** یعنی نبی ﷺ کی قبر مبارک کھلی جگہ پر ہوتی اور آپ اپنے جھرہ مبارک سے باہر کہیں مثلاً بیچ میں دفن کیے جاتے۔

- نبی ﷺ کو جھرہ کے اندر کیوں دفن کیا گیا کہ جہاں قبر کی مٹی کو تو دور کوئی آپ کے جھرہ کو بھی نہیں دیکھا پاتا؟ نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے: **«مَا قُبِضَ نَبِيٌّ إِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ»** (جہاں نبی کی روح قبض کی جاتی ہے وہیں ان کا مدفن ہوتا ہے)۔

- **«الْحَشِيَّ»:** (خاکے زبر کے ساتھ کا مطلب ہے) نبی ﷺ ڈرتے تھے کہ کہیں آپ کی قبر کو دش (بت) نہ بنالیا جائے۔

- **«الْحُشِيَّ»:** (خاکے پیش کے ساتھ کا مطلب ہے) صحابہ کرام ﷺ ڈرتے تھے کہ کہیں نبی ﷺ کی قبر کو دش (بت) نہ بنالیا جائے۔ اور ان کا ایسا کرنا تو حبید کے تمام پہلوؤں کی حفاظت کی خاطر تھا۔

ہم ان پر کیسے رد کریں گے جو کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی قبر مسجد کے اندر ہے؟

- اجمالی رد: کہ یہ تشابہ میں سے ہے، اور واجب کتاب و سنت کے مکملات پر عمل کرنا ہے، اور آپ مکملات کو چھوڑ کر تشابہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں لہذا ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے۔

ب. **تفصیلی رد:**

۱. مسجد قبر کے اوپر نہیں بنائی گئی بلکہ مسجد کی تعمیر تو نبی ﷺ کی زندگی ہی میں ہو چکی تھی۔
۲. نبی ﷺ کو مسجد میں دفن نہیں کیا گیا بلکہ آپ کو آپ ﷺ کے گھر میں دفن کیا گیا جو مسجد سے باہر تھا۔
۳. جھرات کو مسجد میں داخل کرنے کا عمل صحابہ کرام ﷺ کے اتفاق رائے سے نہیں ہوا تھا، بلکہ ایسا ان میں سے اکثر کے وفات پا جانے کے بعد ہوا تھا، اور جو لوگ بقید حیات تھے انہوں نے اس کی مخالفت کی بھی تھی، جیسا کہ سعید بن مسیب عَزِيزٌ سے بھی اس عمل کی مخالفت ثابت ہے۔

۴. قبر مسجد کے اندر نہیں ہے بلکہ ایک مستقل جگرے میں ہے اور مسجد اس جگرے کے اوپر تعمیر نہیں ہوئی ہے اور مزید یہ کہ اس قبر کو تین دیواروں سے گھیر دیا گیا ہے اور وہ دیواریں قبلہ سے محرف زاویہ میں بنائی گئی ہیں تاکہ نماز پڑھتے وقت وہ نمازی کے عین سامنے نہ ہو۔

۵. مسجد نبوی کی اپنی الگ خصوصیت ہے کہ اس کے لیے رخت سفر باندھا جاتا ہے، اس میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے، لہذا یاد رہے کہ سفر مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے ہونہ کے قبر کی زیارت کی نیت سے۔

تہبیہ: خلیل (خلیل (دost) بنانا) محبت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے اور جہاں تک میری معلومات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے صرف دو کے لیے اسے ثابت کیا ہے اور وہ دونوں ابراہیم علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس سے آپ ان کی جہالت جان سکتے ہیں جو کہتے ہیں کہ: ابراہیم، خلیل اللہ ہیں اور محمد، حبیب اللہ ہیں (یہ سمجھتے ہوئے کہ حبیب، خلیل سے اعلیٰ درجہ ہے، جبکہ) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کمی کرنا ہے کیونکہ ایسا کہنے والے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کو ابراہیم علیہ السلام کے درجہ سے کمتر کر دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر عام لوگوں کے مابین کوئی فرق نہیں کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو احسان کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے، لہذا جو یہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں وہ غلطی پر ہے۔ واضح رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل اللہ کے مقابلے میں حبیب اللہ کہنا غلط اور شان مصطفیٰ میں گستاخی ہے، ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب اور محبوب ہیں۔

چوتھی دلیل:

مند احمد میں جید سند کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع اورایت ہے کہ: «إِنَّ مِنْ شَرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَالَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدًا» ”سب سے بدترین لوگوں میں وہ لوگ بھی ہوں گے جنہیں اقدیمیات ہوتے ہوئے قیامت پائے گی، اور وہ بھی ان بدترین لوگوں میں ہیں جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں۔“ ابو حاتم (ابن حبان) نے بھی اسے اپنی صحیح میں رایت کیا ہے۔

• **شَرَارِ النَّاسِ**: اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ برائی میں بھی لوگوں کے درجات ہوتے ہیں کہ بعض بعض کے مقابلے میں زیادہ برے ہوتے ہیں۔

باب کا خلاصہ:

شرک اور اس کے وسائل سے دوری اختیار کرنا واجب ہے، اور جو شخص کسی نیک آدمی کی قبر کے پاس اللہ کی عبادت جیسے نمازوں غیرہ کرنا چاہے تو اس سے سختی سے نپڑا جائے گا، اب جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اس قبر والے کے پاس صدقہ کرنا دیگر جگہ کے مقابلے میں افضل ہے تو وہ قبر کو مسجد بنانے والوں کی مانند ہے۔

مسائل:

پہلا: کسی بزرگ کی قبر کے پاس مسجد تعمیر کرنے والوں کے لیے وعیدیں وارد ہیں، گرچہ مسجد بنانے والے کی نیت صحیح ہی ہو (یہ ایسا عمل ہے جس میں نیت کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق مجرد فعل سے ہے، اور اس میں مشرکین کی مشاہدہ بھی ہے)۔ دوسرا: تصاویر و مجسمے بنانے کی حرمت اور اس پر شدید عید (خصوصاً جب یہ تصاویر ایسے لوگوں کی ہو جن کی تعمیم کی جاتی ہے، خواہ عادت ہی سے سرداران یا بابا پا یا شرعاً جیسے اولیاء اور صالحین)۔

تیسرا: اس عمل کی نہ موت کے معاملہ میں آنحضرت ﷺ کی تاکید اور تشدید سے عبرت حاصل ہوتی ہے کہ پہلے تو آپ نے اس کام سے ویسے منع فرمایا ہی دیا تھا، پھر بھی آپ آخر عمر میں وفات سے پانچ روز قبل مزید تعمیم فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے جانشی کے عالم میں ایک بار پھر سختی سے منع فرمایا۔

چوتھا: نبی ﷺ نے اپنی قبر پر بھی اس عمل سے منع فرمادیا، حالانکہ ابھی آپ کی قبر موجود نہ تھی۔

پانچواں: انبیاء و صلیاء کی قبروں پر مساجد بنانے کر ان میں عبادت کرنا، یہود و نصاری کا طرز عمل ہے۔

چھٹا: اس عمل پر آپ ﷺ نے یہود و نصاری پر لعنت فرمائی۔

ساتواں: اس طرز عمل کی وجہ سے یہود و نصاری پر آپ ﷺ کی لعنت بھیجنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ مسلمان آپ کی قبر کے ساتھ ایسا بر تائونہ کریں۔

آٹھواں: آپ ﷺ کی قبر کو محلی جگہ میں نہ بنانے کی وجہ (کہ کہیں آپ کی عبادت نہ کی جانے لگے اس بات کا ذر، اور نبی جہاں وفات پاتے ہیں وہیں ان کی قبر بنتی ہے)۔

نواں: قبروں کو مسجد بنانے کے معنی کی وضاحت (کہ اس پر مسجدیں تعمیر کرنا اور اسی طرح تعمیر مسجد کے بغیر وہاں نمازیں ادا کرنا)۔

دسوائیں: نبی ﷺ نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے والوں اور جن لوگوں پر قیامت قائم ہو گی، دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے، گویا آپ نے کفر یا شرک کے واقع ہونے سے قبل ہی اس کے اسباب اور انجام کا ذکر فرمادیا ہے۔

گیارہواں: نبی ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل اپنے خطبہ میں ان دو گروہوں پر رد فرمادیا جو اہل بدعت میں سے سب سے زیادہ برے ہیں، بلکہ بعض اہل علم نے تو انہیں بہتر (۷۲) گروہوں سے بھی خارج کر دیا ہے۔ ان دو گروہوں میں سے ایک رافضہ اور دوسرا جمیہ ہے۔ خصوصاً راوض کی وجہ سے مسلمانوں میں شرک اور قبر پرستی کی ابتداء ہوئی اور انہیں رووض نے سب سے پہلے قبروں پر مساجد بنانے کا سلسلہ شروع کیا۔

بادھواں: آپ ﷺ کو نزع کے وقت بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

تیرہواں: آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

چودھواں: خلیل ہونے کا درجہ صدیق (دوست) ہونے سے اونچا ہے۔

پندرہواں: اس کی صراحت کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ تمام صحابہ سے افضل ہیں (ایمان اور عمل صارع کی افضلیت نسب کی افضلیت سے بڑھ کر ہے، اسی وجہ سے ابو بکر ؓ کو حضرت علیؓ پر فوکیت حاصل ہوئی)۔

سولہواں: اس میں حضرت ابو بکر ؓ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

[۲۱] اس بات کا بیان کہ صالحین کی قبروں کے بارے میں غلوکرنا ان قبروں کو وشن (بت) بنانا ہے۔

- شرک پنپنے کا یہ تیرسا سبب ہے، کہ غلوکرنے کا نتیجہ یہ نکتا ہے کہ لوگ قبر کی یا قبر والے کی عبادت کرنے لگ جاتے ہیں، اور غلوکہتے ہیں تعریف یا ذمۃ میں حد سے تجاوز کر جانے کو۔
- قبر کے بارے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں افراط، تفریط اور اعتدال: افراط کرنے والوں نے اس کی عبادت اور اس پر قبے تعمیر کر کے اس میں غلوسے کام لیا، تفریط کرنے والوں نے مردوں کا واجبی احترام نہ کر کے ان کی قبروں کے ساتھ بے حرمتی کی، اور حق پرست معتدل لوگ ان دونوں کے مابین ہیں، چنانچہ وہ ان کی حرمت کا پاس و لحاظ کرتے ہیں اور ان کے سلسلے میں اس قدر غلو نہیں کرتے کہ معاملہ ان کی عبادت تک پہنچ جائے۔

ایک سے لے کر چار تک دلیل:

[۱] امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ”موطا“ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسالم نے فرمایا: **اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَنْبِرِي وَثَنَّا يُعْبَدُ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ** ”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا جسے لوگ پوچنا شروع کر دیں۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب اور قہر نازل ہو جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنالیا تھا۔“

[۲] ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مبارکہ **(أَفَرَأَيْمُ اللَّهَ وَالْعَزَّى)** کی تفسیر میں اپنی سند سے سفیان سے، انہوں نے منصور سے اور انہوں نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ: ”لات“ حاج کرام کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا، جب یہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے۔

[۳] ابوالجوزاء نے بھی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: (کَانَ يَلْتُ السَّوِيقَ لِلْحَاجِ) ”لات“ حاج کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔

[۴] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: **لَعْنَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُورَجَ** ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسالم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسالم نے ان لوگوں کو بھی ملعون قرار دیا ہے جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے اور چراغاں کرتے ہیں۔“ (اس کو اہل سفن نے روایت کیا ہے)۔

- «اَشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ»: ”غضب“ یہ اللہ تعالیٰ کی ثابت شدہ حقیقی صفت ہے، البتہ اللہ کا غضب مخلوق کے غضب کی مانند نہیں ہے۔
- «اَنْخَذُوا قُبُورَ اُنْبِيَّاَهُمْ مَسَاجِدَ»: (انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا) ان پر سجدہ کر کے یا پھر باضابطہ ان پر مسجدیں تعمیر کر کے۔
- کیا اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی یہ دعا قبول کر لی تھی کہ آپ کی قبر کو ایسا وشن (بت) نہ بننے دے جس کی اللہ کے سوا پوچھا کی جانے لگے، یا اللہ کی حکمت اس کے برخلاف تھی؟ ابن القیم عَلَیْہِ السَّلَامُ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا، لہذا ایسا کبھی نہیں سنا گیا کہ آپ کی قبر کو وشن (بت) بنالیا گیا ہو اور اس کی باضابطہ عبادت ہونے لگی ہو، بلکہ آپ ﷺ کی قبر کو تین دیواروں سے گھیر دیا گیا ہے جن سے مذکورہ خدشہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، چنانچہ اسی بات کو انہوں نے مندرجہ ذیل شعر میں بیان کیا ہے:

فَأَجَابَ رَبُّ الْعَالَمِينَ دُعَاءَهُ *** وَأَحَاطَهُ بِشَلَاثَةٍ اجْدُرَانِ

اللہ رب العالمین نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا اور آپ کی قبر کو تین دیواروں سے گھیر دیا۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ کچھ لوگ آپ کی قبر کے سلسلے میں غلوکرتے ہیں لیکن معاملہ اس حد تک نہیں پہنچا کہ آپ کی قبر کو وشن (بت) بنالکہ اس کی عبادت کرنے لگے ہوں۔
- «أَفَرَأَيْتُمْ»: ان بتوں کی ان بڑی نشانیوں سے کیا نسبت ہے جو آپ نے معراج کی رات دیکھا تھا۔
- «السَّوِيقَ»: (ستو) جو کو بھون یا سوکھا کر، پھر اس کو پیس کر بعد ازاں کھجور کے ساتھ ملا کر جو چیز بنتی ہے اسے ”سویق“ کہتے ہیں، جو وہ حجاج کو پیش کرتے تھے۔
- «السُّرِيْجَ»: (چراغ) سراج کی جمع ہے، رات و دن اس پر چراغاں کیا جاتا ہے یا تو اس کی تعظیم میں یا پھر غلو کرتے ہوئے۔
- عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اسی طرح قبروں کو مساجد بنالیا اور اس پر چراغاں کرنا بھی، کیونکہ ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی گئی ہے، اور لعنت بھیجا جانا گناہ کبیرہ ہونے کی علامت ہے۔
- قبوں کی زیارت کی اقسام: [۱] شرعی زیارت: قبروں کے لیے رخت سفر باندھے بغیر آخرت کی یاد اور اپنے لیے اور مردوں کے لیے دعا کی نیت سے زیارت کرنا [۲] اگر نیت مردوں سے دعائیں کی ہو تو یہ زیارت شرکیہ ہے [۳] اور اگر نیت ان قبروں کے پاس جا کر اللہ سے دعا ملنگا ہو تو یہ بد عی زیارت ہے۔

مسئلہ:

پہلا: اوثن کی تشریع و توضیح (کہ وشن ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سو ا العبادت کی جائے خواہ وہ بت ہو یا قبر ہو یا کچھ اور)۔

دوسرہ: عبادت کی تفسیر اور اس کا معنی و مفہوم (عبادت کہتے ہیں: معمود کے سامنے خضوع اور فروتنی و خاکساری اختیار کرنا اس کی تعظیم کرتے ہوئے، اس سے محبت رکھتے ہوئے، اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہوئے اور اس کی نعمتوں کی امید رکھتے ہوئے)۔

تیسرا: رسول اللہ ﷺ نے صرف اسی چیز سے پناہ مانگی، جس کے واقع ہونے کا آپ ﷺ کو اندیشہ تھا۔
چوتھا: جہاں آپ ﷺ نے یہ دعا کی کہ: ”یا اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوچا کی جائے“، وہیں آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ: ”پہلے لوگوں نے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا تھا۔“

پانچواں: نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایسے کام کرنے والوں پر اللہ کا شدید قہر و غصب نازل ہو۔
چھٹا: ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ ”لات“ جو عرب کے چند سب سے بڑے ہوں میں سے ایک تھا، اس کی عبادت کس طرح شروع ہوئی تھی۔

سادواں: یہ بات معلوم ہوئی کہ ”لات“ ایک بزرگ کی قبر تھی۔

آٹھواں: ”لات“ صاحب قبر کا نام ہے، اور اس کی وجہ تسمیہ بھی مذکور ہے۔
نواں: آپ ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں۔
دوسرہ: نبی ﷺ نے قبروں پر چراگاں کرنے والوں پر بھی لعنت فرمائی۔

- ایک اہم مسئلہ: بزرگوں اور صالحین کی قبروں میں غلوکرنا اس کو وشن (بت) بنادیتا ہے، جیسا کہ ”لات“ کی قبر کے ساتھ پیش آیا۔

- مسئلہ: عورت جب مسجد نبوی میں ”روضہ“ میں نماز پڑھنے کے لیے جائے تو جو نکہ نبی ﷺ کی قبر قریب ہی ہوتی ہے لہذا اس کا کھڑرے ہو کر آپ پر سلام بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں بہتر یہ ہے کہ وہ بھیڑ بھاڑ اور مردوں کے ساتھ اختلاط سے دور رہے، نیز اس لیے بھی تاکہ کوئی اس کو دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ عورتوں کے لیے منصوبہ بندی کے ساتھ تصدیق قبروں کی زیارت کے لیے جانا جائز ہے۔

﴿٢٢﴾ نبی مصطفیٰ ﷺ کا توحید کے تمام گوشوں کی حفاظت فرمانا اور ذریعہ شرک بنے والی ہر راہ کو بند کرنا۔

اس باب کو یہ بیان کرنے کے لیے لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے توحید کے تمام گوشوں کی حفاظت کے لیے مضبوط دیوار قائم کی اور شرک کا کوئی بھی دروازہ کھلانہیں چھوڑا بلکہ ہر ان وسائل کا سد باب کیا جو شرک تک پہنچانے میں معاون بنتے ہوں۔

پہلی اور دوسری دلیل:

﴿۱﴾ ارشاد الہی ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ۝ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عِنْتُمْ﴾ الکٰۃ۔ (تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے، تمہاری تکلیف اسے شاق گزرتی ہے)۔

﴿۲﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَلَا تَجْعَلُوا قَرِيرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبَغْنُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ» ”اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور نہ میری قبر کو میلہ (گاہ) بناؤ، اور تم جہاں بھی رہو مجھ پر درود (سلام) پڑھتے رہو، تمہارے درود و سلام مجھے پہنچ جائیں گے۔“ (اس کو ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے راوی شفیع ہیں)۔

• ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ﴾: تین تاکیدات کے ذریعے موکد کیا گیا ہے: قسم مقدر، لام اور قدر۔

• ﴿مِنْ أَنفُسِكُمْ﴾: یعنی [۱] تمہاری ہی جنس میں سے ایک بشر ہیں، لیکن انہیں تمہارے اوپر فوقیت وحی کی وجہ سے دی گئی ہے۔

• [۲] ایک قراءت میں: «مِنْ أَنفُسِكُمْ» فاء کے فتح کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، اس وقت آیت کا معنی ہو گا کہ: وہ تم میں سب سے زیادہ شریف اور متقدی ہیں۔

• ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ﴾: جو تمہارے اوپر شاق ہو وہ انہیں بھی پریشان کرتی ہے، اسی لیے آپ کو آسان و نرم دین خنیف دے کر مبعوث کیا گیا۔

• ﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾: تمہاری رشد و پہاہیت کے حریص ہیں۔

- **﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾**: جس کو بعد میں لانا تھا اسے پہلے لانا حصر کا فائدہ دیتا ہے، یعنی غیر مومنوں پر آپ سخت ہیں، اور اہل ایمان کے لیے نہایت ہی مہربان اور شفیق ہیں **﴿سَمَدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ وَآشِدَّهُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمَةً بَيْنَهُمْ﴾** (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں)۔
- **﴿فَإِنْ تَوَلُّوا﴾**: یعنی اعراض کریں، یہ نہیں کہا: فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ؛ [۱] کیونکہ نبی ﷺ کے اوصاف کی اس قدر وضاحت کے بعد ان سے اعراض کرنا انتہائی ناپسندیدہ حرکت ہے [۲] قاری کو متنبہ کرنے کی خاطر، ضمیر کو (حاضر کے بجائے غائب سے) بدل دیتا کہ قاری متنبہ ہو جائے۔
- **﴿فَقُلْ حَسِبِيَ اللَّهُ﴾**: یعنی ان کا اعراض کرنا، آپ کو پریشان نہ کرے اور آپ پر اثر انداز نہ ہو، لہ آپ اپنی زبان اور دل سے یہ کہتے رہیں: **﴿حَسِبِيَ اللَّهُ﴾** (میرے لیے اللہ کافی ہے)۔
- **﴿بُيُوتُكُمْ قُبُورًا﴾**: یعنی: [۱] اس میں نماز پڑھنا نہ چھوڑیں، [۲] اس میں مردے دفن نہ کریں۔
- **﴿عِيدًا﴾**: یعنی: میری قبر پر وقت کی تعین کے ساتھ بار بار آنا اپنی عادت نہ بنالیں، خواہ یہ عادت اور وقت معین سالانہ، ماہانہ یا ہفتہ وارانہ ہی کیوں نہ ہو، بلکہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کسی سبب کی وجہ سے کریں، مثلاً کوئی سفر سے واپس لوٹنے یا آخرت کو یاد کرنے کی خاطر ایسا کرے۔
- **﴿وَصَلُوا عَلَيْهِ﴾**: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی پر ”صلوٰۃ“ کا مطلب ہے فرشتوں کے پیچ آپ کی تعریف کرنا۔
- **﴿بَلْغُنِي﴾**: کیونکہ نبی ﷺ کا ایک دوسرے مقام پر فرمان ہے: «إِنَّ اللَّهَ مَلِكُكُمْ سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامُ» ”اللہ تعالیٰ کچھ خاص فرشتے زمین میں گھوٹتے ہیں جو مجھ تک میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں“، لہذا آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بھیڑ لگانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔

تیری دلیل:

زین العابدین علی بن حسین عزیزیہ نے ایک شخص کو نبی ﷺ کی قبر کے گرد نبی دیوار میں ایک شگاف سے اندر داخل ہو کر قبر کے پاس دعا کرتے ہوئے دیکھاتو اسے روک دیا اور کہا: کیا میں تجھے وہ حدیث نہ بتاؤں جو میرے باپ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) نے میرے دادا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی! آپ ﷺ نے فرمایا تھا: «لَا تَتَحِذُّوا قَبْرِي عِيدًا، وَلَا بُيُوتُكُمْ قُبُورًا؛ فَإِنَّ تَسْلِيمَكُمْ يَبْلُغُنِي أَيْنَ كُنْتُمْ» ”میری قبر کو بار بار پہنچنے کی جگہ نہ بنانا اور تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنالیں اور مجھ پر درور پڑھتے رہنا، اس لیے کہ تم جہاں بھی ہو گے، تمہارا درود مجھ تک پہنچ جائے گا“۔ اس حدیث کو ضیاء مقدسی نے ”مختارہ“ میں روایت کیا ہے۔

- **«فَيَدْعُو»**: یہ گمان کرنا کہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس دعا کرنے کی اہمیت ہے، یہ شرک کے دروازہ کو کھولنا اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ بن سکتا ہے۔
- **«أَيْنَ كُنْتُمْ»**: اس سے مراد ہے کہ: تم جہاں کہیں بھی رہو میرے اوپر درود پڑھتے رہو میری قبر کے پاس آ کر ہی میرے اوپر درود و سلام پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مسائل:

پہلا: سورہ برأت (توبہ) کی آیت ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ کی تفسیر۔
دوسرہ: نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت کو حدود شرک سے بہت دور رہنے کی ہدایت اور حکم (اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ...)

تیسرا: آنحضرت ﷺ کا ہم (یعنی اپنی امت) پر نہایت شفیق و مہربان اور ہماری رشد و ہدایت پر انتہائی حریص ہونے کا ذکر (سورہ برأت والی آیت)۔

چوتھا: آپ ﷺ نے مخصوص انداز میں اپنی قبر کی زیارت سے منع فرمایا ہے، حالانکہ آپ کی قبر کی زیارت انتہائی فضیلت والے اعمال میں سے ہے (آپ ﷺ کے قبر کی زیارت کے وقت آپ کو سلام کیا جائے گا، اور آپ کا حق دوسرے کے مقابلے میں زیادہ بڑا ہے)۔

پانچواں: نبی ﷺ نے بار بار زیارت قبر کے لیے جانے سے منع فرمایا ہے۔

چھٹا: آپ ﷺ نے نفلی نماز گھر میں بجالانے کی ترغیب دی ہے۔

ساتواں: صحابہ کرام ﷺ کے ہاں یہ بات مسلم اور معروف تھی کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔

آٹھواں: صلوٰۃ و سلام کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ آدمی کا درود و سلام مجھے پہنچ جاتا ہے، خواہ وہ دور ہی ہو، لہذا اس غرض سے قریب آنے کی ضرورت نہیں (زین العابدین علی بن حسین نے فرمایا: تمہارے اور جواندِ اس میں ہے دونوں کے مابین کوئی فرق نہیں)۔

نواں: اس میں یہ بھی بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ بزرخ میں ہیں اور امت کے اعمال میں سے درود و سلام آپ پر پیش کیے جاتے ہیں۔

پانچویں فتح: ان لوگوں کی تردید جو کہتے ہیں کہ: اس امت میں یا جزیرہ عرب میں شرک واقع نہیں ہو سکتا (ایک باب)

[۲۳] امت محمد یہ ﷺ کے بعض افراد کا بات پرستی میں مبتلا ہونا

- اس باب کے ذریعہ ان لوگوں کے دلائل کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں: اس امت میں شرک واقع نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ امت نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے «إِنَّ الشَّيْطَانَ أَيْسَ أَنْ يَعْبُدُهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ» ”شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں نماز پڑھنے والے لوگ اس کی عبادت کریں“، مقصوم ہے۔
- ان کے اس شبہ کا جمالی جواب یہ ہے کہ: یہ محکم نصوص کو چھوڑ کر تباہ نصوص کے پیچھے پڑنا ہے، اور تفصیلی جواب یوں ہے:
 ۱. شیطان کے مایوس ہو جانے کے بارے میں خبر دینا شرک کے عدم وقوع کی دلیل نہیں ہے۔
 ۲. شیطان نمازیوں (موحدین) سے مایوس ہو چکا ہے غیر نمازیوں سے نہیں۔
 ۳. یہ فہم کتاب و سنت کے بہت سارے نصوص سے متصادم ہے۔
 ۴. صحابہ کرام نے جزیرہ عرب میں مرتدین سے ان کے شرک کی وجہ سے جنگ لڑی۔
 ۵. یہ معاملہ حقیقت اور واقع کے خلاف ہے، کیونکہ جزیرہ عرب میں آج بھی بعض لوگ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں۔
 ۶. یہ بات شیطان کے دل میں آئی لیکن اس کے باوجود اس نے بنی آدم کو بھٹکانے کی کوشش نہیں چھوڑی۔
 ۷. جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور لوگ جو ق در جو ق اسلام میں داخل ہوتے تو یہ چیز پیش آئی۔
 ۸. علماء نے ایسی چیزیں ذکر کی ہیں جن کی بنیاد پر بہت سارے لوگ مرتد ہیں گرچہ وہ جزیرہ عرب میں ہی کیوں نہ رہتے ہوں۔
- جس نے یہ دعویٰ کیا کہ مسیلمہ (کذاب) نبی ہے وہ کافر ہے اور کلمہ شہادت اس کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، تو جو تجانی (اور ان جیسے لوگوں) کو اللہ کے برابر قرار دے، کیا وہ کافر نہیں ہے؟ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے !!
- مؤلف ﷺ نے ان آیات کو اس باب میں کیوں ذکر کیا ہے جبکہ بظاہر باب سے اس کی کوئی مطابقت نظر نہیں آتی؟ لیکن مؤلف کی مراد حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ وآلہ حدیث سے واضح ہوتی ہے، کہ یہ آیات باب کے بالکل موافق ہیں۔

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبَهَا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْحِجَّةِ وَالظَّلْعَوْتِ﴾ (کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے؟ جو بت اور باطل معبدوں کا اعتقاد رکھتے ہیں)۔

[۲] وَقَوْلِهِ: ﴿فُلْ هَلْ أُنِيشْكُمْ بِشَرِّيْ مِنْ ذَلِكَ مَشْوِيْهَ عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعْنَهُ اللَّهُ وَعَصَبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ أَقْرَدَهُ وَالْخَنَازِيرَ وَعَدَ الظَّلْعَوْتَ﴾ (کہہ دیجئے کہ کیا میں تمہیں بتاؤں؟ کہ اس سے بھی زیادہ برااجر پانے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون ہے؟ وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اس پر وہ غصہ ہوا اور ان میں سے بعض کو بندرا اور سور بنا دیا اور جنہوں نے معبدوں ان باطل کی پرستش کی)۔

• ﴿أَلَمْ تَرَ﴾: یہ استفہام بطور تقریر (اثبات) اور تجھب ہے ہر اس شخص کے لیے جو اس خطاب کا مستحق ہو سکتا ہے۔

• ﴿أُوتُوا﴾: اُعطوا، (دیا گیا) کے معنی میں ہے، انہیں مکمل کتاب نہیں دی گئی تھی، کیونکہ انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے اس سے محروم کر دیا گیا تھا۔

• ﴿يُؤْمِنُونَ بِالْحِجَّةِ وَالظَّلْعَوْتِ﴾: ان پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کا انکار کرنے کے بجائے ان کو ثابت کرتے ہیں۔

پہلی آیت سے ماخوذ فوائد:

۱. بڑی عجیب بات ہے کہ انسان کو کتاب کا کچھ حصہ دیا جائے اس کے باوجود وہ بت اور معبدوں ان باطلہ پر ایمان رکھے۔

۲. علم ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ عالم سے گناہ سرزد نہیں ہو گا۔

۳. بت اور معبدوں ان باطل کا انکار واجب ہے، کسی بھی صورت میں اس کا اقرار جائز نہیں۔

۴. اس امت کے بھی کچھ لوگ بت اور معبدوں ان باطلہ پر ایمان لاائیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل میں تھا۔

• ﴿فُلْ هَلْ أُنِيشْكُمْ﴾: یہ خطاب نبی ﷺ کو ہے ان یہودیوں پر رد کرنے کے لیے جنہوں نے دین اسلام کو لہو و لعب اور ہنسی کھلی بنالیا تھا، اور استفہام یہاں تقریر و اثبات اور شوق و رغبت پیدا کرنے کے لیے ہے۔

دوسری آیت سے مخوذ فوائد:

۲. مخالفین کے خلاف ایسے دلائل کا ذکر کرنا جن کا انکار کرنا ان کے لیے ممکن نہ ہو، چونکہ یہودی جانتے تھے کہ ان کے اندر ایک ایسی قوم تھی جس پر اللہ کا غضب اور لعنت نازل ہوئی تھی اور ان میں سے کچھ کو بندر اور سور بنادیا گیا تھا، اب جب وہ اس بات کے اقراری ہیں اور اس کے باوجود مسلمانوں کا مذاق بناتے ہیں، تو ہم ان سے کہیں گے: جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا (یعنی یہود) وہ مذاق بنائے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔
۳. اللہ کے نزدیک لوگوں کے مختلف مراتب ہیں ان کے ایمان کی زیادتی و نقصان اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات کی بنیاد پر۔
۴. یہودیوں کی برے یحالت کا بیان کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے بطور سزا لعنت کی اور ان کی صورتیں مسخ کر دیں، اور یہ کہ یہودیوں نے معبودان باطلہ کی عبادت کی۔
۵. اللہ تعالیٰ کے لیے اختیاری افعال ثابت کرنا یعنی وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ لعنت بھیجا بھی ایک صفت فعلیہ ہے۔ اسی طرح اللہ کے لئے غضب اور قدرت ثابت کرنا۔
۶. نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ لِمُسْنَخِ سَنَلًا وَلَا عَقِبًا» (اللہ تعالیٰ نے مسخ شدہ اقوام کی نسلوں سے نہ تو بچے پیدا کیے اور نہ ہی ان کی نسلیں باقی رہیں)، لہذا بندر کی نسلیں پہلے سے ہی موجود تھیں۔
۷. سزا 'من جن العمل، (عمل کے جنس سے) ہوتی ہے، کیونکہ یہود نے ایسا کام کیا جو بظاہر تو جائز تھا (یعنی سنبھر کے دن مچھلی کے شکار کے سلسلے میں ان کی حیلہ سازی) لیکن در حقیقت حرام تھا۔

تیسرا دلیل:

ارشاد ربانی ہے: ﴿قَالَ اللَّهِ يَكَبْرُ عَلَى أَمْرِهِمْ لَنْ تَحْذَدُكُمْ عَلَيْهِمْ مَسِيْحِهَا﴾ (جن لوگوں نے ان کے بارے میں غلبہ پایا وہ کہنے لگے کہ ہم تو ان کے آس پاس مسجد بنالیں گے)۔

- ﴿قَالَ اللَّهِ يَكَبْرُ عَلَبُوا﴾: حاکموں نے یہ بات قسم کھاتے ہوئے تاکیدی طور پر کہی۔
- ۱. اصحاب کھف کے قصے میں اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت پر دلالت کرنے والی آیات اور نشانیاں ہیں۔
- ۲. قبروں پر مساجد کی تعمیر کے اسباب میں سے ایک سبب قبر والوں کے بارے میں غلوکا شکار ہونا ہے۔
- ۳. قبروں کے بارے میں غلوکرنا گرچہ اس کی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو کبھی کبھی یہ اس سے بڑے گناہ حتیٰ کہ شرک اکبر تک پہنچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

چو تھی دلیل:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”تم پہلی امتوں کی پیروی کرتے ہوئے اس طرح ان کے برابر ہو جاؤ گے، جیسے تیر کا پر دوسرے تیر کے مساوی ہوتا ہے (ورنہ نشانہ خطا کر جائے گا۔ اور اس سے مراد کامل مشاہدہ ہے،) یہاں تک کہ اگر وہ ضب (گوہ، سامنا) کے بل میں گھے ہوں تو تم بھی جا گھسو گے۔“ **الْتَّتَّبِعُونَ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَذْوَ الْقُدْدَةِ بِالْقُدْدَةِ، حَتَّىٰ لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَسْدَخَلَتُمُوهُ**، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اور کون“۔ (بخاری اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے)۔

پانچویں دلیل:

صحیح مسلم میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ زَوَّى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيِّلَغُ مُلْكُهَا مَا زُوِّيَ لِيَ مِنْهَا، وَأُعْطِيَتُ الْكَنْزَيْنِ: الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ، وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ بِعَامَةٍ، وَأَنْ لَا يُسْلِطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًا مِنْ سَوَى أَنفُسِهِمْ، فَيَسْتَبِعَ بَيْضَتَهُمْ، وَإِنَّ رَبِّي قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءَ فَإِنَّهُ لَا يُرْدُ، وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ بِعَامَةٍ، وَأَنْ لَا أُسْلِطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًا مِنْ سَوَى أَنفُسِهِمْ فَيَسْتَبِعَ بَيْضَتَهُمْ، وَلَوْ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ يَأْقُطَارِهَا، حَتَّىٰ يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا، وَيَسْرِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا**“ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین اس حد تک سمیٹ دی کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھ لیے اور میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچ گی جہاں تک مجھے زمین سمیٹ کر دکھائی گئی۔ اور مجھے دو خزانے، ایک سرخ اور دوسرے سفید عطا کیے گے۔ اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے یہ دعا کہ وہ عام قحط سالی سے اسے ہلاک نہ کرے۔ اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن مسلط نہ کرے جو انہیں تباہ کر کے رکھ دے۔ میرے رب نے فرمایا: اے محمد (صلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ) میں جب کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ میں آپ کی امت کے بارے میں آپ کی یہ دعا قبول کرتا ہوں کہ میں انہیں عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن بھی مسلط نہیں کروں گا جو انہیں تباہ کر کے رکھ دے، اگرچہ سارے دشمن ان کے خلاف متعدد اور جمیع کیوں نہ ہو جائیں۔ البتہ وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور قیدی بھی بنائیں گے۔“

اور اسے حافظ بر قانی نے بھی اپنی کتاب (صحیح) میں روایت کیا ہے اور مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے: **وَلِئَنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضْلِلِينَ، وَإِذَا وَقَعَ عَلَيْهِمُ السَّيْفُ لَمْ يُرْفَعْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ،**

وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّىٰ يَلْحَقَ حَيٌّ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتَّىٰ تَعْبُدَ فِتَّانُ مِنْ أُمَّتِي
الْأَوْثَانَ، وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَرْعَمُ أَنَّهُ تَبَّيِّنَ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ،
لَا نَبِيٌّ بَعْدِي، وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُورَةً، لَا يَصْرُهُمْ مَنْ حَذَّلُهُمْ
حَتَّىٰ يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ ”بُجُّهِ اپنی امت کے بارے میں صرف گراہ پیشواؤں کا خدشہ ہے اور
جب ان میں ایک دفعہ تلوار چل پڑے گی تو قیامت تک بند نہیں ہو گی۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں
ہو گی جب تک کہ میری امت کی ایک جماعت مشرکین سے نہ جاٹے اور میری امت کے بہت سے گروہ بہت
پرستی نہ کرنے لگیں اور میری امت میں تیس دجال ہوں گے، وہ سب کے سب نبوت کا دعویٰ کریں گے
حالانکہ میں خاتم الانبیا (آخری نبی) ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ
(قیامت تک) حق پر رہے گا اور ان کی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مدد کی جائے گی اور انہیں چھوڑ جانے والے
(مراد مخالفین) ان کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آجائے۔“

- **«سنن»** سین کے فتح کے ساتھ ”سنن“ کا معنی راستہ ہے اور سین کے ضم کے ساتھ طریقہ۔
- **«حَدْوَ الْقُدْدَةِ بِالْقُدْدَةِ»**: قُذّۃ، تیر کے پر کو کہتے ہیں، اس میں کنایہ ہے شدت مشابہت سے:

 - ۱- اس امت کے کچھ لوگ بتوں کی عبات کریں گے، کیونکہ یہ ہم سے پہلے لوگوں کا راستہ ہے، اور یہ ان کے راستے کی پوری طرح پیروی کریں گے۔
 - ۲- سابقہ لوگوں کے ان طریقوں کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے جن سے پھر لازم ہے تاکہ ان سے بچا جاسکے، کیونکہ اللہ کی معصیت میں ہم ان کی تابع داری نہیں کریں گے۔
 - ۳- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے یہ بات بڑی تجھب خیز تھی کہ ہم (ان کے بعد والے) لوگ ہدایت آجائے کے بعد بھی اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی پیروی کریں گے۔
 - ۴- جیسے جیسے لوگوں اور عہد رسالت کے درمیان دوری بڑھتی جائے گی، زمانہ حق سے دور ہو تاچلا جائے گا۔

- **«زَوْرٍ»**: جمع کیا اور اکٹھا کیا «الْأَحْمَرُ وَالْأَيْضَ»: سونا اور چاندی، یعنی قیصر و کسری کے خزانے۔
- **«وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي»**: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کا سوال کیا تھا جن میں سے دو عطا کی گئیں اور تیسرا سے منع فرمادیا گیا:

 - ۱- آپ کی امت کو عام قحط سالی کے ذریعہ ہلاک نہ کرے، لہذا اللہ تعالیٰ ساری امت پر بالعموم قحط سالی میں مبتلا نہیں کرے گا۔

- ۲- بالعلوم ساری امت اسلامیہ پر کفار مسلط نہیں ہو سکتے۔
- ۳- یہ امت آپکی خانہ جنگی کا شکار نہ ہو، اس آخری دعا کو قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔
- **الْأَئِمَّةُ الْمُضِلُّونَ**: آپ ﷺ نے اپنے خوف اور ڈر کا محور گمراہ اماموں کو قرار دیا، اور امام یا تو: ا. خیر میں ہو گا: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدِوْنَ يَأْمَرُنَا لَمَّا صَرَّوْا وَكَانُوا يَأْنَتِنَا يُوْقِنُونَ ﴾ (اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوں بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے، اور وہ ہماری آئیوں پر یقین رکھتے تھے)۔
 - ۲. یا شر میں ہو گا: ﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّكَارِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يُنَصَّرُونَ ﴾۔
 - **وَقَعَ عَلَيْهِمُ السَّيْفُ لَمْ يُرْفَعْ**: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سے آج تک یہی معاملہ چلا آرہا ہے۔
 - **وَحَتَّىٰ تَعْبُدَ فِتَّاً مِّنْ أُمَّتِي الْأُوْثَانَ**: یہاں تک کہ میری امت کی کئی جماعتیں بتوں کی عبادت کرنے لگیں۔
 - **كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ**: یہ یا تو من باب الزیادہ ہے یا من باب الحصر ہے (یعنی یا تو آپ کے فرمان کے مطابق پورے تیس کذاب ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے، یا پھر اس سے مراد تین عد کی تحدید نہیں بلکہ ان کی

مسائل:

پہلا: سورہ نساء کی آیت (﴿ يُؤْمِنُونَ بِالْجِنِّ وَالظَّنَاغُوتَ ﴾) کی تفسیر۔
دوسرہ: سورہ مائدہ کی آیت (﴿ وَعَدَ الظَّاغُوتَ ﴾) کی تفسیر۔

تیسرا: سورہ کہف کی آیت (﴿ لَنْ تَخَذَّلْ كَ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا ﴾) کی تفسیر۔ چونکہ سابقہ امتوں نے بتوں اور اوٹان کی عبادت کی لہذا اس امت میں بھی ایسے لوگ پائے جائیں گے جو بتوں اور اوٹان کی عبادت کریں گے۔
چوتھا: سب سے اہم بات، جبت (بت) اور طاغوت (شیطان) پر ایمان لانے کے معنی و مفہوم کا بیان ہے کہ کیا اس سے مراد قلبی اعتقاد ہے یا ان سے نفرت اور ان کے بطلان کا اعتقاد رکھتے ہوئے بظاہر ان کی موافقت؟ [۱] اگر اس کو صحیح مانتے ہوئے اس کی موافقت کرے تو کافر ہو گا۔ [۲] اگر اس کو صحیح نہ مانتے ہوئے اس کی موافقت کرے تو کافر نہیں ہو گا۔
پانچواں: اس سے یہود کی یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہودیوں کا کفار (کہہ) کے متعلق جن کا کفر وہ جاتے تھے، یہ کہنا کہ یہ لوگ مونوں سے زیادہ ہدایت پر ہیں، کفر وار تداد ہے (یعنی ایسا کہنا کفر وار تداد ہے، ایمان پر کفر کو ترجیح دینے کی وجہ سے)۔

چھٹا: ایک اہم مسئلہ جو اس باب کا مقصود و عنوان ہے، کہ ایسے کچھ لوگ ہر زمانہ میں پائے جائیں گے جن میں

وہی برائیاں پائی جائیں گی جو گزشتہ امتوں میں تھیں، جیسا کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کا بیان موجود ہے (اہذا سے ڈرتے رہنا چاہیے)۔

ساتھیوں: اس بات کی تصریح کہ اس امت کے بہت سے گروہ بیت پرستی میں مبتلا ہوں گے۔

آٹھواں: تجھب تو اس بات پر ہے کہ مختار شفیقی جیسا شخص نبوت کا دعویٰ کرنے لگا، حالانکہ وہ توحیدور سالت کا اعتراض اور اس امت کا فرد ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور یہ بھی مانتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برحق اور قرآن مجید سچی کتاب ہے اور اس قرآن میں یہ بھی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔ اس کی بالتوں میں اس قدر واضح تضاد کے باوجود بہت سے لوگ اس کی قدریق کرنے رہے، یہ شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں ظاہر ہوا اور بہت سے گروہوں نے اس کی پیروی کی۔ (مختار سے مراد مختار بن ابو عبید شفیقی ہے)

نوال: یہ بشارت بھی ہے کہ امت محمدیہ کلی طور پر ختم نہیں ہو گی، جیسا کہ سابقہ زمانوں میں ہوتا رہا ہے، بلکہ ایک جماعت قیامت تک حق پر رہے گی (یعنی اس امت کی ایک جماعت ہو گی جس کی قیامت تک مدد کی جاتی رہے گی)۔

دسوال: اہل حق کی ایک بڑی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کو چھوڑ جانے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ بھی نہیں لگاڑ سکیں گے۔

گیارہواں: اہل حق کا وجود (قرب) قیامت تک رہے گا۔

باز ہواں: نذکورہ بالا حدیث میں مندرجہ ذیل عظیم نشانیاں ہیں: آپ ﷺ کا یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے زمین کے مشارق و مغارب سمیت دیے اور جو کچھ آپ نے فرمایا وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔ بخلاف شمال و جنوب کے (کہ آپ نے ان کا ذکر ہی نہیں فرمایا)۔ آپ کا یہ خبر دینا کہ امت کے بارے میں آپ کی پہلی دو دعائیں قبول ہو گئی ہیں۔ اور یہ فرمانا کہ آپ کی تیسرا دعا قبول نہیں ہوئی۔ آپ کا یہ خبر دینا کہ میری امت میں اگر تلوار چل نکلی تو قیامت تک نہ رکے گی۔ آپ کا یہ خبر دینا کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک اور قید کریں گے، اور آپ کا اپنی امت پر گمراہ کرنے والے پیشواؤں کا خوف کھانا۔ آپ کا یہ خبر دینا کہ اس امت میں نبوت کے دعویدار جھوٹے نبی پیدا ہوں گے۔ آپ ﷺ کا قیامت تک طائفہ منصورہ موجود رہنے کی خبر دینا اور یہ تمام امور حرف بحرف آپ کی پیشین گوئی کے مطابق پورے ہوئے، حالانکہ عقلی طور پر ان تمام امور کا واقع ہونا بہت مشکل اور بعدی ہے۔

تیر ہوال: نبی اکرم ﷺ نے امت کے صرف گمراہ پیشواؤں سے خطرہ محسوس کیا۔

چودھوں: آپ ﷺ نے عبادت اور اشان (بُت پرستی) کے معنی و مفہوم کی وضاحت فرمائی ہے (یہ صرف سجود

چو تھی اور پانچوں قسم سے امتحان (۵ ابواب)

پہلا سوال: ان دونوں قسموں کے تمام ابواب اور ہر ایک باب کی کتاب سے مناسبت ذکر کریں:
مصنف کا اسے اس باب میں ذکر کرنے کا سبب

باب کا عنوان

نمبر	۱
	۲
	۳
	۴
	۵

- دوسرے سوال: (☒) کی علامت مناسب جگہ میں لگائیں یا عبارت مکمل کریں:
- زمانہ قدیم اور عصر حاضر میں بھی شرک کی اصل بنیاد صالحین کے بارے میں غلوکرنا ہے: صحیح غلط.
- غلو کہتے ہیں:، اور اس کے مفاسد میں سے ہے: صحیح غلط.
- قبر کا فتنہ بت کے فتنہ کی طرح ہے، بلکہ اس سے غنیمہ ہے: صحیح غلط.
- قبروں کو سجانا، اس پر چراغاں کرنا، اس کو چونا گئ کرنا، اس پر کتبے نصب کرنا، قبے تعمیر کرنا، اس کی حد بندی کرنا، اس کی زیارت کے لیے آنے والوں کی خدمت کرنا، اور مجاہدین کو نقدی وغیرہ دینا: واجب ہے حرام ہے۔
- مؤلف عزیزیہ نے کہا ہے کہ: نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا سے افضل اعمال میں سے ہے۔ صحیح غلط.
- نبی ﷺ کے آثار کا تعمیق اور کوچون ہیں کرنا: منتخب ہے اس میں تفصیل ہے حرام ہے۔
- نبی ﷺ نے اپنی امت پر خوف کو اس چیز میں سمیٹ دیا ہے: صحیح غلط.
- مصنف عزیزیہ کا تین آیتوں کو ”اس امت کے بعض لوگ بتوں کی عبادت کریں گے“ باب کے تحت ذکر کرنے کا سبب: کوئی مناسب نہیں ہے حدیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے یہ بعض ناخن کی غلطی ہے۔
- صالحین کے بارے میں لوگوں کی اقسام: افراط و تغیریط اور اعتدال غلو اور جفا۔
- صالحین سے محبت کا اظہار ہو گا، ان کے لیے دعا، ان کا دفاع اور ان سے حصول علم کے ذریعہ: صحیح غلط.
- صالحین کے بارے میں غلو سے کام لینا شرک میں پڑنے کا اکیلا سبب نہیں ہے، لیکن یہ سب سے خطرناک ہے: صحیح غلط.
- کیا عبادات میں غلو اخیل ہو سکتا ہے؟ ہاں نہیں۔
- بندہ اگر اللہ کو صالحین کے دیکھنے کے بعد ہی یاد کرے تو، ایسی عبادت قاصر ہے یا معدوم ہے صحیح غلط.
- ”عبد اللہ و رسولہ، (اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)“ یہ نبی ﷺ کے لیے سب سے سچی اور شرف دالی صفت ہے۔ صحیح غلط.

- ۱۵ الاطراء (غلو) کہتے ہیں: اس کی مثال: اس میں نصاری کی طرح غلویاً اس سے کم سمجھی شامل ہیں۔ □ سمجھ غلط۔
- ۱۶ «لاظر و فی (مجھے میرے مقام سے نہ بڑھاؤ)» اس میں نصاری کی طرح غلویاً اس سے کم سمجھی شامل ہیں۔ □ سمجھ غلط۔
- ۱۷ غلو ہوتا ہے: □ تعریف میں □ عبادت میں □ عمل میں □ مذکورہ سمجھی۔
- ۱۸ «الْمُتَّهِطُونَ (حد سے تجاوز کرنے والے لوگ)»؟ کون ہیں:
- ۱۹ «اَهْلَكَ (ہلاک کر دیا)» سے مراد: □ دین میں ہلاکت □ جسم میں ہلاکت □ مذکورہ سمجھی۔
- ۲۰ اللہ کا دین جفا و غلو سے یا کہ: □ سمجھ □ غلط۔
- ۲۱ تسطیع ہوتا ہے: □ کلام میں □ گفتگو میں □ مذکورہ سمجھی۔
- ۲۲ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کا ایک سر تھا جبکہ در حقیقت ان کے پاس پانچ سر تھے □ سمجھ □ غلط۔
- ۲۳ روئے زمین کا سب سے پہلا شرک قوم: □ آدم □ نوح □ ابراہیم ﷺ میں پیدا ہوا۔
- ۲۴ انبیاء کے دین کو سب سے پہلے جس چیز کے ذریعہ بدل دیا گیا وہ شرک تھا اور سب اس کا صاحبین کے بارے میں غلو سے کام لیا تھا: □ سمجھ □ غلط۔
- ۲۵ دین کو بدعت کے ذریعہ تقویت پہنانے کی کوشش کا نقضان اس کے فائدہ سے کہیں بڑھ کر ہے □ سمجھ □ غلط۔
- ۲۶ ہر وہ چیز جس کو عید بنالیا جائے بایں طور کہ ہر ہفتہ یا ہر سال اس کو دہرایا جائے، تو ایسا کرنا: □ بدعت ہے □ جائز ہے □ سنت ہے۔
- ۲۷ کفر کا سب بدعت ہے: □ سمجھ □ غلط ہے، کیونکہ کفر باللہ کے متعدد اساباب ہیں۔
- ۲۸ علم کے فنان کا سبب ہے: □ علماء کی موت □ غلابت □ اس سے اعراض کرنا □ دنیا کی محبت □ مذکورہ سمجھی۔
- ۲۹ قبروں کی زیارت: □ شرعی ہے □ بد عی ہے □ شرک ہے □ مذکورہ سمجھی۔
- ۳۰ ایسی زیارت جس کا مقصد مردوں کو نفع پہنچانا اور عبرت حاصل کرنا ہو (□ سمجھ ہے □ غلط ہے) اور ایسی زیارت جس کا مقصد شرعی طور پر مردوں سے نفع حاصل کرنا ہو تو (□ سمجھ ہے □ غلط ہے)۔
- ۳۱ ہر وہ چیز جو انسان کو دین سے روکنے کا سبب بنے وہ: □ فتنہ ہے □ بدعت ہے □ خرافات ہے۔
- ۳۲ «لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ (یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو)»: □ یہ ان پر بد دعا ہے □ یہ اللہ کے لعنت کی خبر دینا ہے □ دواؤں کا احتمال ہے۔
- ۳۳ قبروں کو مساجد بنانا: □ اس پر سجدہ کر کے □ اس پر مسجد تعمیر کر کے □ مذکورہ سمجھی۔
- ۳۴ «خُشِیٰ (بمعنی لوگوں کو ڈر ہوا)» ”پیش“ کے ساتھ پڑھنے پر مطلب ہو گا کہ ڈرنے والے: □ نبی ﷺ تھے □ صحابہ کرام ﷺ تھے۔
- ۳۵ نبی ﷺ کی قبر اس لیے ظاہر نہیں کی گئی کہ: □ خُشِیٰ (لوگوں کو ڈر تھا) □ خُشِیٰ (نبی ﷺ کو ڈر تھا) □ نبی ﷺ تھے۔ نبی جہاں وفات پاتے ہیں ان کو وہیں دفن کیا جاتا ہے □ مذکورہ سمجھی۔

- آپ کی قبر ظاہر کی گئی کا مطلب ہے:..... ۳۶
- یہ کہنے کا حکم کہ نبی ﷺ "حبیب اللہ" ہیں: □ جائز ہے □ یہ آپ کی شان کو گھٹانا ہے □ متحب ہے۔ ۳۷
- یہ کہنا کہ ابراہیم علیہ السلام "خلیل اللہ" اور محمد علیہ السلام "حبیب اللہ" ہیں: □ جائز ہے □ متحب ہے □ ناجائز ہے۔ ۳۸
- غلت ثابت ہے صرف: □ ابراہیم □ ابراہیم و محمد دونوں □ ان دونوں کیلئے اور ان کے علاوہ کے لیے بھی۔ ۳۹
- کسی نے اگر مسجد میں قبر بنالی تو: □ قبر کو اکھڑا جائے گا □ مسجد منہدم کر دی جائے گی جبکہ قبر باقی رہے گی۔ ۴۰
- نماز جائز نہیں ہے، قبر (□ کی طرف □ پر □ میں □ مذکورہ سمجھی)۔ ۴۱
- لوگوں کے درجات میں تفاوت ہوتا ہے: □ خیر میں □ شر میں □ مذکورہ سمجھی۔ ۴۲
- سب سے برے وہ لوگ ہیں: □ جن پر قیامت قائم ہوگی □ جو قبروں کو مساجد بناتے ہیں □ مذکورہ سمجھی۔ ۴۳
- دور رہنا واجب ہے: □ شرک سے □ اس کے وسائل سے □ مذکورہ سمجھی۔ ۴۴
- قبر کے پاس صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہاں پر صرف نماز پڑھنے سے معن کیا گیا ہے۔ □ صحیح □ غلط۔ ۴۵
- مشرکین کی مشاہد اس وقت گناہ کبیرہ ہوگی جب: □ مشاہد مقصود ہو □ خواہ وہ مقصود ہو یا نہ ہو۔ ۴۶
- نبی ﷺ نے قبروں کو مساجد بنانے سے منع فرمایا تھا: □ اپنی زندگی میں ہی □ اپنی وفات سے پانچ روز قبل □ جان کنی کے عالم میں □ مذکورہ سمجھی۔ ۴۷
- ایمان اور عمل صالح کی فضیلت نسب کی فضیلت سے بڑھ کر ہے □ صحیح □ غلط۔ ۴۸
- «لَا تَجْعَلْ فَقِيرِي وَثَنَا (میری قبر کو بت نہ بنانا)»: □ نبی ﷺ کی یہ دعا مقبول ہوئی □ اللہ کی حکمت اس کے برخلاف ہے۔ ۴۹
- عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا، کبیرہ لگاتا ہوں میں سے ہے۔ □ صحیح □ غلط۔ ۵۰
- نبی ﷺ نے: □ جناب توحید کی حمایت کی □ ہر اس ذریعہ کو بند کر دیا جو شرک تک لے جاتا ہو □ مذکورہ سمجھی۔ ۵۱
- «بُعُوْتَكُمْ قُبُوْرًا (اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ)» یعنی: □ اس میں مردے دفن نہ کرو □ اس میں نماز پڑھنا چھوڑو □ مذکورہ سمجھی۔ ۵۲
- ہم نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کی خاطر نہ تو رخت سفر باندھیں اور نہ ہی بار بار آپ کی قبر پر آئیں: □ صحیح □ غلط۔ ۵۳
- نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے گا: □ آپ کی قبر کے پاس، لہذا میدینے آنے والے مسافر کو آپ کی قبر کے پاس ان کی جانب سے درود و سلام بھیجنے کی نیحیت کی جائے گی □ کسی بھی جگہ سے (تم اور انہیں میں رہنے والا دونوں برابر ہیں)۔ ۵۴
- «فَقِيرِي عِيدًا (میری قبر کو عید گاہ)» یعنی: ۵۵
- اس امت میں شرک کا واقع ہونا ممکن ہے، کیونکہ یہ امت اس سے محفوظ ہے۔ □ صحیح □ غلط۔ ۵۶
- «أُوْتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ (جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے) انہیں مکمل کتاب نہیں دی گئی بلکہ ان کی معصیت کے سبب اس سے محروم کر دیا گیا۔ □ صحیح □ غلط۔ ۵۷
- علم، عالم کو معصیت سے نہیں بچاتا ہے۔ □ صحیح □ غلط۔ ۵۸

- کیا یہ بندرا اور سورہ ہی مسخر شدہ اقوام ہیں؟ □ ہاں □ نہیں۔ - ۵۹

قبروں کے سلسلے میں غلوکرنے کی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو، اکثر بڑے امور کی طرف پہنچا دیتا ہے: □ صحیح □ غلط۔ - ۶۰

اس امت میں یائی جانے والی معصیت کا سر اگلی امتوں سے جانتا ہے: □ صحیح □ غلط۔ - ۶۱

امت جب متفرق ہو گئی اور ایک نے دوسرے کو ہلاک کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کے علاوہ دوسرے دشمنوں کو مسلط کر دیا۔ □ صحیح □ غلط۔ - ۶۲

امام یا تو: □ صرف خیر میں ہو گا، یا □ خیر اور شر دونوں میں۔ - ۶۳

اس امت پر سب سے زیادہ خوف کھایا جاتا ہے وہ: □ برے امام کا □ یہود و نصاریٰ کے طریقوں کی پیروی کا۔ - ۶۴

بنی ملکیتِ نبی کی یہ دو عائیں مقبول ہوئیں: ۱۔ ۲۔ - ۶۵

اور یہ تمیسیری مقبول نہیں ہوئی: -

الْتَّقْرِيمُ وَالْتَّقْوِيلُ لِلْقُولِ الْمُفِيدِ

چھٹی قسم: شیطانی اعمال (۷ ابواب)

[۲۲] جادو کا بیان

- بغیر شرک کئے ہوئے جادو ممکن نہیں ہے، کیونکہ شیطان انسان کو اپنی ذاتی مصلحت کے لیے استعمال کرتا ہے لہذا انسان کو بھٹکا کر شرک و معااصی کے دلدل میں دھیل دیتا ہے۔

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اَشَرَّهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ﴾ (اور وہ خوب جانتے تھے کہ اسے (جادو) حاصل کرنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے)۔

[۲] نیز ارشاد فرمایا: ﴿بُوَمُنُونَ بِالْجِبْرِ وَالْطَّاغُوتِ﴾ (وہ بتوں اور شیطانوں کو مانتے ہیں)، قَالَ عُمَرُ : (الجبر: السُّحْرُ، وَالطَّاغُوتُ: الشَّيْطَانُ)، حضرت عمر رض فرماتے ہیں: جب: جادو کو، اور طاغوت: شیطان کو کہتے ہیں۔ وَقَالَ جَابِرُ : (الطَّوَاعِيْنُ: كُهَانُ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فِي كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٍ). اور حضرت جابر رض فرماتے ہیں: طاغوت وہ کاہن ہیں جن پر شیطان اترتا تھا اور ہر محلے کا الگ الگ کاہن ہوتا تھا۔

• ﴿اَشَرَّهُ﴾ : یعنی سیکھا تھا۔

• «الطَّاغُوتُ: الشَّيْطَانُ»: یہ مثال کے ذریعہ تفسیر کرنا ہے کیونکہ شیطان طاغوت سے عام ہے۔

کیا بالکلیہ ”خالق“ (نصیب) کی نفی ہے یا بعض کی؟

دوسراؤل: وَعِيدٌ وَالْمُنْذِرُ نصوص کو وعدہ والے نصوص کے ساتھ جمع کیا جائے گا، اس بیان پر ”نصیب“ کی نفی میں تفصیل ہے:

بعض کی نفی ہوگی: اگر جادو کے لیے دو اور جڑی بوٹی کا استعمال کیا گیا ہو۔

مکمل کی نفی ہوگی: اگر جادو کے لیے شیطان کا استعمال کیا گیا ہو۔

پہلا قول: وَعِيدٌ وَالْمُنْذِرُ جس طرح وارد ہیں اسی پر محمول کی جائیں گی اور وعدوں والے نصوص - جن میں مغفرت کا ذکر ہے - کے ساتھ جمع کرنے کی کوشش نہ کی جائے، تاکہ ان کی شان میں کوتاہی نہ ہو اور نہ ہی وعدے والے نصوص کے شان میں کمی واقع ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (وَمَا نُرِسِّلُ بِالْأَذْيَنَ إِلَّا تَخْوِيفًا) (ہم تو لوگوں کو دھمکانے کے لیے ہی نشانیاں بھیجتے ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھجنے کا مقصد ڈرانا اور دھمکانا بیان فرمایا ہے۔

تیری دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اجتَبَيْوَا السَّبَعَ الْمُؤْبِقَاتِ»، قالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: «الشَّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسَّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَآ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتَيْمِ، وَالْتَّوَلِيَّ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَدْفُ الْمُحْسَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ» سات مہلک کامول سے فتح کر رہو، صحابہ کرام ﷺ نے عرض کی: پیار رسول اللہ! وہ سات کام کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ جادو کرنا۔ کسی کو ناحق قتل کر ڈالنا۔ سود خوری۔ یتیم کا مال کھانا۔ کفار سے مقابلے کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔ پاکدا من اور عفیفہ اہل ایمان عورتوں پر تہمت لگانا۔

- «اجتَبَيْوَا»: یعنی: اس سے دوری اختیار کیے رہو، بایں طور کہ وہ ایک سرے پر ہو اور تم دوسرے سرے پر۔

- «السَّبَعَ»: صرف سات ہی کی "حصر و تحدید" مراد نہیں ہے، کیونکہ ان کے علاوہ بھی مہلکات ہیں۔

- «وَأَكْلُ الرِّبَآ»: سود کھانے کا مطلب سود لینا ہے، خواہ کھانے کی شکل میں ہو یا بستہ وغیرہ کی شکل میں، اور ربا (سود) کہتے ہیں: معاملہ میں کوئی ایسی چیز جس میں برابری واجب ہے اس کو بڑھا چڑھا کر لینا، اور جس عقد میں اشیا کو فوری طور پر قبضہ میں لینا واجب ہے اس میں تاخیر کرنا، اس کی دو قسمیں ہیں: [۱] ربانیہ (زیادتی) [۲] ربانیہ (تاخیر)۔

- «وَأَكْلُ مَالِ الْيَتَيْمِ»: یتیم کہتے ہیں جس کا باپ بلوغت سے قبل وفات پا گیا ہو، خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔

- «وَالْتَّوَلِيَّ يَوْمَ الزَّحْفِ»: یعنی جب کفار سے جنگ کے لیے صفت بندی ہو چکی ہو وہاں سے بھاگ کھڑا ہونا۔

- «وَقَدْفُ الْمُحْسَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ»: آزاد مومنہ عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

«وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ» (کسی کو ناحق قتل کر ڈالنا) جس کا قتل کرنا حرام ہے، یہ چار ہیں:

متاہن کو:

ہمارے اور اس کے مابین تجارت اور دعوت اسلام کے لیے امن معابدہ کی وجہ سے۔

مُعاحد کو:

مسلمان اور اسکے مابین قتل وغارت نہ کرنے کے عہد و پیمان کی وجہ سے۔

ذمی کو:

جزیہ دینے کی وجہ سے۔

مومن کو:

اس کے ایمان کی وجہ سے۔

«إِلَّا بِالْحَقِّ» (سوائے حق کے) یعنی جن کا قتل کرنا حلال ہے، اور یہ تین ہیں:

دین کو چھوڑ کر جماعت سے الگ ہو جانے والا باغی (مرتد)

شادی شدہ زنا کار

جان کے بد لے جان

الْتَّقْرِيمُو الْتَّقْعِيلُ لِقُولِ الْمُفَيدِ

تین صورتوں میں پیچھے پھیر کر بھاگنا جائز ہے

جب کفار مسلمانوں کے مقابلے میں دو گنے سے زیادہ ہوں: ایسی صورت میں راہ فرار اختیار کرنا جائز ہے۔	﴿مُتَحَذِّلًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ﴾ (ابن حماد): جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو: کسی ضرورت کے تحت دوسرے گروپ سے مل جائے بشرطیکہ اس سے لشکر کو کوئی تقصیان نہ پہنچ۔	﴿مُتَحَرِّفًا لِقَنَالٍ﴾ (ابن حماد) کے لیے پیتر ابلنے کی خاطر): جیسے کوئی اس لیے پڑے کہ اپنی حالت درست کرے اور اسلحہ تیار کرے، یا پھر اس لیے کہ دوسری جہت سے پٹ کروار کرے۔
---	---	--

چار سے سات تک دلیلیں:

[۴] حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوع ا روایت ہے کہ: ”جادو گر کی سزا یہ ہے کہ اسے توارے سے قتل کر دیا جائے“ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ: درست بات اس حدیث کا موقوف ہونا ہے)

[۵] اور صحیح بخاری میں، بخاری بن عبدة سے روایت ہے کہ: ”عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پرانہ جاری کیا کہ: ہر جادو گر کو، خواہ مرد ہو یا عورت قتل کر دو، چنانچہ ہم نے تین جادو گرنیوں کو قتل کیا۔“

[۶] اور حفصہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی اس لوڈی کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا جس نے ان پر جادو کر دیا تھا، چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔

[۷] اسی طرح حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی ایک واقعہ منقول ہے، امام احمد فرماتے ہیں: (جادو گروں کو قتل کرنا تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے)۔

ساحر (جادو گر) کا حکم کیا ہے؟

دوسراؤں (امام شافعی رضی اللہ عنہیہ کا):
اور اسی کو شیخ ابن عثیمین رضی اللہ عنہیہ نے راجح قرار دیا ہے:

پہلا قول
(محمد بن عبد الوہاب
رضی اللہ عنہیہ کا):

ادویہ اور جڑی بولی کے ذریعہ جادو کرنے والا: سرکشی اور دوسروں پر زیادتی کرنے والے کے مانند ہے، اور اسے حدًّا قتل کیا جائے گا کیونکہ وہ مسلم ہے۔

شیاطین کی مدد سے جادو کرنے والا: کافر ہے جس سے توبہ کروایا جائے گا، اگر تو بہ کر لے تو اسے بطور حد (شرعی سزا) قتل کیا جائے گا ورنہ کافر و مرتد ہونے کی وجہ سے۔

سحر اور جادو کی تمام صور تین کفر ہیں، اور جادو گر کو مطلقاً قتل کیا جائے گا، اس کے توبہ کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

مسائل:

پہلا: سورہ بقرہ کی آیت ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْرَنَهُ﴾ کی تفسیر۔

دوسرہ: سورہ نساء کی آیت ﴿يُؤْمِنُونَ بِالْحِجَّةِ وَالظَّلَّعَةِ﴾ کی تفسیر۔

تیسرا: جبت اور طاغوت کا معنی اور ان کے مابین فرق (جبت کہتے ہیں: ہر اس چیز کو جس میں کوئی خیر نہ ہو جیسے جادو وغیرہ، طاغوت کہتے ہیں: ہر اس چیز کو جس کے ذریعہ بندہ اپنی حد سے تجاوز کر جائے خواہ وہ معبد ہو یا پیشوایا حاکم)۔

چوتھا: یہ بھی ثابت ہوا کہ طاغوت جن بھی ہوتے ہیں اور انسان بھی (جب مطلق طاغوت بولا جائے تو اس سے مراد شیطان جن ہوتے ہیں، اور کہاں بولا جائے تو اس سے مراد شیطان انس ہوتے ہیں)۔

پانچواں: اس سے ان سات کاموں کا بھی پتہ چلا جو انتہائی مہلک اور خاص طور پر منوع ہیں۔

چھٹا: جادو گر کافر ہے۔

ساتواں: جادو گر توبہ کرائے بغیر قتل کر دیا جائے۔ (حد، جب امام تک پہنچ جائے تو پھر صاحب معاملہ کو توبہ نہیں کرایا جائے گا بلکہ ہر حال میں اسے قتل کیا جائے گا، لیکن جہاں تک کافر کا معاملہ ہے تو اس سے توبہ کرو یا جائے گا)۔

آٹھواں: جادو گر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی موجود تھے، تو اس کے بعد کے دور کا کیا حال ہو گا؟!
بادشاہ وقت کا جادو گر کو قتل کرنے کا فتویٰ شرعی تو اعد کے عین موافق ہے، کیونکہ وہ (جادو گر) زمین میں فساد برپا کرنا چاہتا ہے، بلکہ اس کا یہ عمل فساد کی سب سے بری صورت ہے، لہذا امام کے اوپر اس کا قتل کرنا واجب ہے، اور امام کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے قتل میں آنا کافی سے کام لے، کیونکہ ایسے لوگ اگر چھوڑ دیے گئے تو حالت یہ ہو گی کہ ان کا فساد سرحدوں کو پھلانگتا ہو اپھیتا چلا جائے گا، اور اگر قتل کر دیے گئے تو لوگ ان کے شر سے محفوظ رہیں گے، اور لوگوں کے دلوں میں جادو کو سیکھنے اور جادو کرنے کو لے کر خوف پیدا ہو گا۔

[۲۵] جادو کی چند اقسام

جادو کی حقیقت اور اس کا حکم بیان کرنے کے بعد اس کی اقسام کا ذکر کر رہے ہیں تاکہ آپ ان سے بچ سکیں۔

ایک سے لے کر پانچ تک دلیل:

[۱] امام احمد بن حنبل محدث بن جعفر سے روایت کرتے ہیں، وہ عوف سے، وہ حیان بن علاء سے، وہ قطن بن قبیصہ سے اور وہ اپنے والد قبیصہ سے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنایا: «إِنَّ الْعِيَافَةَ، وَالطَّرْقَ، وَالطَّيْرَةَ، وَمِنَ الْجُبْنِتِ» ”پرندوں کو اڑا کر فال لینا، زمین پر خطوط کھینچنا (علم رمل) اور کسی چیز کو دیکھ کر بد فال لینا، یہ سب جادو کی اقسام ہیں“، عوف کہتے ہیں: (الْعِيَافَةُ: زَجْرُ الطَّيْرِ، وَالطَّرْقُ: الْخَطُّ يُخْطَبُ بِالْأَرْضِ) ”عیافہ: پرندوں کو اڑا کر فال بد لینا اور الطرق سے مراد: زمین پر خطوط کھینچنا ہے (یعنی علم رمل)“، وَالْجُبْنِتُ - قَالَ الْحَسَنُ: - (رَأَةُ الشَّيْطَانِ) اور حسن بصری کہتے ہیں: شیطانی تیچ و پکار اور آہ و بکا ”جت“ ہے۔ اس کی سند جید ہے، اور ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی ”صحیح“ میں اس کو مندرجہ روایت کیا ہے (یعنی حسن بصری عَنْ شَيْطَانٍ كَوْل، جبکہ عوف عَنْ شَيْطَانٍ والا قول صرف مندرجہ میں ہے)۔

[۲] اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ اقْتَبَسَ شَعْبَةَ مِنَ النُّجُومِ فَقَدِ اقْتَبَسَ شَعْبَةَ مِنَ السُّحْرِ؛ رَأَدَ مَا رَأَدَ» ”جس نے علم نجوم کا کچھ حصہ سیکھا، اس نے اسی قدر جادو سیکھا، جتنا زیادہ سیکھتا جائے اتنا ہی زیادہ اس کی وجہ گناہ میں اضافہ ہو تا جائے“۔ اس کو ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

[۳] اور سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: «مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً ثُمَّ نَفَّثَ فِيهَا فَقَدْ سَحَرَ، وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ، وَمَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ» ”جس شخص نے گرہ باندھ کر اس پر پھونک ماری، یقیناً اس نے جادو کیا، اور جس نے جادو کیا وہ شرک کا مر تکب ہوا۔ اور جس شخص نے کوئی چیز (نظر بد وغیرہ سے بچنے کی خاطر) لٹکائی، اسے اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔“

[۴] اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَلَا هَلْ أَنْبَيْكُمْ مَا الْعَظِيمُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ؛ الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ» ”کیا میں تمہیں ”العزم“ کے متعلق بتاؤں کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ چغی ہے، جس سے لوگوں میں نقشہ اور لڑائی ہو جائے“۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۵] اور بخاری اور مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ مِنَ

- **الْعِيَافَةُ**: فال بدیا فال نیک کی خاطر چڑیا اڑانا۔
- **وَالْطَّرْقُ**: جادویا کہانت کی خاطر زمین یاریت پر خط کھینچنا۔
- **الْطَّیْرَةُ**: کسی معلوم چیز کے ذریعہ بد فالی لینے کو کہتے ہیں، خواہ اس کا تعلق دیکھنے سے ہو یا سننے سے، جگہ ہو یا وقت۔
- **رَنَّةُ الشَّيْطَانِ**: یعنی: شیطانی چنچو پکار اور آہ و بکا۔
- **الْعَضْهُ**: کاٹنے اور جدائی ڈالنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جادو کے باب میں اس کو ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ یہ بتلانا مقصود ہے کہ پھوٹ ڈالنا ہی چغل خور اور جادو گر کا ہدف ہوتا ہے، بلکہ چغل خور جادو گر کے مقابلے میں زیادہ فساد برپا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

علم نجوم کی دو قسمیں ہیں:



- **الْبَيَان**: تام اور مکمل نصاحت جو عقولوں کو مسخر کر لے اور افکار بدل ڈالے، اس کی قسمیں ہیں:
 ۱. قابل ستائش ہے: اگر اس سے حق کا اثبات اور باطل کا رد مقصود ہو۔
 ۲. قابل مذمت ہے: اگر اس سے باطل کا اثبات اور حق کا رد مقصود ہو۔
- بیان کا جادو سے کیا تعلق ہے؟ کیونکہ باطل بیان اور جادو دونوں کا مشترکہ ہدف حقائق کو پلٹ دینا ہوتا ہے۔

مسائل:

- پہلا: عیاف، طرق اور طیرہ سب جادو ہی کی اقسام ہیں۔
- دوسرا: ان تینوں کی مکمل وضاحت اور تفصیل بھی سامنے آچکی ہے۔
- تیسرا: علمنجوم (علم تاثیر) جادو ہی کی ایک قسم ہے۔
- چوتھا: گرہ لگانا اور پھونک مارنا بھی جادو ہی ہے۔
- پانچواں: چغلی کرنا بھی جادو کی ایک شکل ہے (کیونکہ یہ بھی جادو کی طرح لوگوں کے مابین پھوٹ ڈالنے کا کام کرتی ہے)۔
- چھٹا: بعض لوگوں کا فضیح و بلیغ کلام بھی بعض اوقات جادو کا اثر رکھتا ہے (کیونکہ فضیح و بلیغ انسان بسا اوقات لوگوں کو کسی کام پر آمادہ کر دیتا ہے یا کسی کام سے پھیر دیتا ہے)۔

[۲۶] کاہنوں (نجو میوں) اور ان جیسے دیگر لوگوں کا بیان

مؤلف کی ترتیب سے بہتر ترتیب ہو، ہی نہیں سکتی تھی کہ جادو اور اس کے کچھ اقسام کا ذکر کرنے کے بعد کا ہے، رمال (جو تیش، علم رمل کا جانے والا) اور نجومی کے پاس جانے کی کیفیت اور جانے والے کا حکم بیان کر رہے ہیں۔

ایک سے لے کر چار تک دلیل:

[۱] امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "صحیح" میں بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ أَتَى عَرَافَا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ؛ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةً أَرْبَعَينَ يَوْمًا» "جس شخص نے کسی کا ہن و نجومی کے پاس جا کر کچھ دریافت کیا اور پھر اس کی کہی ہوئی کسی بات کی تقدیق کی تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔" (صحیح مسلم میں "فصدقة" کا لفظ موجود نہیں ہے۔ شاید یہ مؤلف کا سبق قلم ہے۔ اور بعض ازواج مطہرات سے مراد: حفصہ رضی اللہ علیہ ہیں۔ از: مترجم)۔

[۲] اور ابو ہریرہ رضی اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ؛ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم» "جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تقدیق کرے تو اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا را کیا۔" اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

[۳] اور سمن اربعہ اور حاکم (اور حاکم نے کہا ہے کہ: اس کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ أَتَى عَرَافَا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ؛ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم» "جس شخص نے کسی نجومی یا کاہن کے پاس جا کر اس کی کہی ہوئی بات کی تقدیق کی، اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا کیا۔"

• **«مَنْ أَتَى»**: اس کے پاس آنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس جا کر بیٹھے، یا فون پر رابطہ کرے، یا کسی شخص کو اس کے پاس بھیجے، یا نامہ اور خط بھیجے، یا اس کا چینل دیکھے، یا اس کے ویب سائٹ پر سرفیٹ کرے، یا اس کے جرائد و سالے خاص طور پر جس میں برجوں کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہو خریدے، یا اس کی کہی ہوئی باتوں کو سئے، یقیناً اس کا فساد اور بکاڑ بڑا سنگین اور خطرناک ہے۔

• **«لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةً»**: نجومیوں کے پاس جا کر ان سے احوال دریافت کرنے کا گناہ چالیس دنوں کی نماز کے ثواب کو بر باد کر دیتا ہے۔ (یہ تقدیق کیے بنا صرف آنے کی سزا ہے)۔

- **فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ**: یعنی قرآن اور جو کچھ اس میں ہے ﴿فُلَّا يَعْلَمُ مَنِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا)، لہذا جو غیب دانی کے دعویٰ میں کا ہن کی تصدیق کرے یہ جانتے ہوئے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا تو وہ کافر حقیقی ہے، اور اگر وہ جاہل ہو اور یہ اعتقاد نہ رکھتا ہو کہ قرآن میں جھوٹ کی آمیزش ہے تو وہ کفر اصغر کا مر تکب ہو گا، اور کبھی کبھی وہ فوراً اس کی تصدیق نہیں کرتا ہے بلکہ جب اس کی کہی ہوئی کوئی بات بظاہر حق نظر آتی ہے تو پھر اس کی تصدیق کر بیٹھتا ہے۔
- **عَرَافًا**: ”عَرَافَ“ عام طور سے کا ہن، نجومی اور رہنمائی اور غیرہ جو بھی کن ہی خاص مقدمات اور طریقہ کے ذریعہ غیب دانی کا دعویٰ کرے ان سبھی کے لیے استعمال ہوتا ہے، یعنی یہ لفظ اس طرح کا دعویٰ کرنے والے سبھی کو شامل ہے۔

پانچویں دلیل:

اور عمران بن حسین رضی اللہ عنہ سے مرفوع احادیث ہے: **لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطَيِّرَ لَهُ، أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكَهَّنَ لَهُ، أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحْرَ لَهُ، وَمَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ؛ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ** ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو فال نکالے، یا نکلوائے، کہانت کرے یا کرائے، جادو کرے یا کرائے۔ اور جو شخص کسی کا ہن کے پاس جا کر اس کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے اس دین کا انکار کیا جو **مَحَمَّدٌ ﷺ** پر نازل کیا گیا۔“ اس کو بزارنے جیسند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

چھٹی دلیل:

اور یہی حدیث امام طبرانی نے ”المجمع الاوسط“ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، تاہم اس میں ”وَمَنْ أَتَى ...“ سے آخر تک کے الفاظ نہیں ہیں۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ”العرف“ وہ ہے جو چند تمہیدی باتوں اور گرد و پیش کے حالات جان کر معاملات کے علم کا دعویٰ کرے اور ان کی روشنی میں مسروقہ اور گم شدہ اشیاء کی نشاندہی کرے، وغیرہ۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ: ”عرف“ ”کا ہن“ ہے اور ”کا ہن“ وہ ہے جو مستقبل میں ہونے والے امور کے متعلق خبر دیتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ: ”کا ہن“ وہ ہے جو دل کی بات بتادے۔

شیخ الاسلام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”عرف“ ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق کا ہن، نجومی، رہنمائی اور اس قسم کے تمام لوگوں پر ہوتا ہے جو ان طریقوں سے بعض امور و واقعات کی اطلاع دیتے ہیں۔

- «مَنْ تَطَيِّرْ»: جو خود اپنے لئے موہوم طریقوں سے (چڑیاڑا کر ہو یا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر کے) فال نکالے یا دوسروں کو فال نکالنے کے کہے۔
- «أَوْ تُطْرِيْرَةً»: یعنی: اس بات کا حکم دے کہ اس کے لیے بد فالی لیا جائے، یا اس بات سے راضی ہو کہ اس کے لیے بد فالی لیا جائے۔
- «سُحْرَلَةً»: کیونکہ اس طریقہ کام کرنے والے کچھ لوگوں کے پاس جب کوئی شوہر اپنی بیوی یا بیوی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آتی ہے تو وہ کہتا ہے: جو کروں گا میں کروں گا، آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جس سے شکایت لے کر آنے والا شخص سمجھتا ہے کہ اس کے اوپر اس کا کوئی گناہ نہیں۔

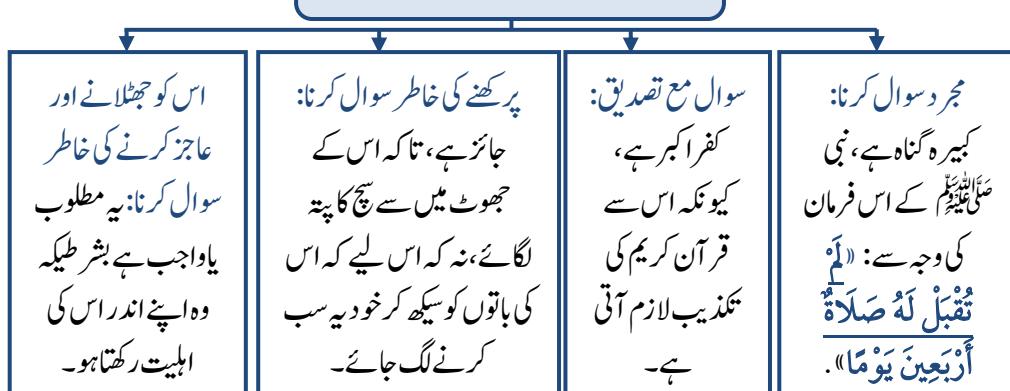
سالوں دلیل:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جو لوگ ”ابا جاد“ (حروف ابجد) لکھ کر حساب کرتے ہیں، اور نجوم (ستاروں) سے رہنمائی لیتے ہیں، میرے نزدیک ایسا کرنے والوں کے لیے اللہ کے ہاں آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔“

ابا جاد، سیکھنے کی دو قسمیں ہیں:

- ا۔ جائز: اگر ہم اس کو مجموعی حساب اور اس جیسی دیگر حاجتوں کے لیے سیکھیں، اور یاد رہے کہ علماء ہمیشہ سے اس کا استعمال کرتے ہوئے تاریخ لکھتے آئے ہیں۔
- ب۔ حرام: اگر اس کا سیکھنا ستاروں کی چال، اس کی حرکت، اور طلوع و غروب معلوم کرنے سے مربوط ہو۔

عَرَافَ وَغَيْرَه سے سوال کرنے کا حکم:



جادوگر کی نشانیاں:

- ۱- شرعی جھاڑپھونک کے شرائط کی مخالفت کرتا ہو۔
- ۲- گرہ لگا کر ان میں پھونک مارتا ہو۔
- ۳- نامکمل حروف اور غیر مفہوم جملے لکھتا ہو۔
- ۴- دلوں کو پھیرنے یا جوڑنے کے لیے، عمل کرتا ہو۔
- ۵- ستاروں کی چال (علم تاثیر) پڑھ کر قسمت کا حال بتلاتا ہو۔
- ۶- ہتھیلی کی لکیریں اور پیالی پڑھ کر قسمت کا حال بتلاتا ہو۔
- ۷- مال کا نام معلوم کرتا ہو۔
- ۸- علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو۔
- ۹- م Ripple کو شریعت کے خلاف کام کرنے کا حکم دیتا ہو، جیسے حرام کاموں کا ارتکاب کروائے یا نماز ترک کرنے کا حکم دے یا بغیر بسم اللہ کے جانور ذبح کرنے کی تعلیم دے۔
- ۱۰- Ripple کا تعلق اللہ سے جوڑنے کے بجائے خود سے جوڑتا ہو۔
- ۱۱- وہ شیطان کا دوست ہوتا ہے۔

مسائل:

- پہلا: قرآن پر ایمان لانا اور کاہن کی بات کی تصدیق کرنا، یہ دونوں باتیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں (کیونکہ یہ کفر کی بڑی صورت ہے)۔
- دوسرہ: اس بات کی تصریح و وضاحت کہ کاہن کی تصدیق کرنا کفر ہے۔
- تیسرا: کہانت کروانے والے کا تذکرہ (یعنی: وہ کاہن کی طرح ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دونوں سے برآت کا اظہار فرمایا ہے)۔
- چوتھا: فال نکلوانے والے کا تذکرہ۔
- پانچواں: جادو کروانے والے کا تذکرہ (جو اپنے لیے ایسا کروائے وہ سزا میں کرنے والے کے ہی مانند ہے)۔
- چھٹا: ابا جاد سکھنے والے کا حکم (اس میں تفصیل ہے)۔
- ساقواں: کاہن اور عراف کے مابین فرق کی وضاحت۔

[۲۷] جادو لٹونا کے ذریعے جادو کے علاج کی ممانعت

جادو کی حقیقت، اس کی چند اقسام اور جادو گروں کے پاس جانے کا حکم بیان کرنے کے بعد جادو سے جادو کا علاج کرنے کا حکم بیان کر رہے ہیں جو کہ حرام اور شرعاً منوع امر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی خوشنودی کی خاطر مسحور (جادو زدہ) سے سحر (جادو) کو شرعی طریقے سے دور کرنا ایک امر ممدوح اور شرعاً مطلوب ہے اور اس میں بڑی فضیلتیں ہیں۔

پہلی دلیل:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ (یعنی جادو کا علاج جادو کے ذریعے) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: «هی مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ» یہ شیطانی عمل ہے۔ اس کو احمد نے۔ جید سند کے ساتھ۔ اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

دوسری دلیل:

(امام ابو داؤد عَمَلُ الشَّيْطَانِ) کہتے ہیں: امام احمد سے نشرہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ: ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سب کاموں کو ناپسند سمجھتے تھے۔“

- **النُّشَرَة**: یعنی وہ ”نشرہ“ جو زمانہ جاہلیت میں معروف تھا، جس کا لوگ زمانہ جاہلیت میں استعمال کرتے تھے۔
- **مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ**: شیطان کی طرف اس کی نسبت کرنے سے اس کی انتہا درجے کی برائی بیان کرنا اور اس سے نفرت دلانا مقصود ہے۔
- **يَكْرَهُ هُذَا**: متقدیں ائمہ کے نزدیک مکروہ سے مراد حرام ہوتا ہے۔
- **يَكْرَهُ هُذَا كُلَّهُ**: اس سے مراد وہ نشرہ ہے جو شیطانی عمل ہے، یعنی جادو کا علاج جادو کے ذریعے کرنا۔

تیری دلیل:

بخاری کی روایت ہے، حضرت قادہ عَزِيزَ اللَّهِيَّ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب عَزِيزَ اللَّهِيَّ سے پوچھا: رَجُلٌ يَهُ طِبٌ أَوْ يُؤَخَّذُ عَنِ امْرَأَتِهِ؛ أَيْخُلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ؟ قَالَ: (لَا بَأْسَ بِهِ، إِنَّمَا يُرِيدُونَ بِهِ الإِصْلَاحَ، فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ فَلَمْ يُنْهِ عَنْهُ) انتہا۔ ”اگر کسی پر جادو ہو، یا کوئی ایسا لوٹنہ جس کے سبب وہ اپنی بیوی کے قریب نہ آ سکتا ہو تو کیا اس کا دفعیہ کرنا، یا اس کو باطل کرنے کے لیے نشرہ یعنی متر استعمال کرنا درست ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس سے جادو کرنے والوں کا مقصد اصلاح ہی ہے، نفع مند اور مفید شیئے کے استعمال کی ممانعت نہیں۔“۔

- «طِبٌ»: یعنی جادو، یہ بات معلوم ہے کہ کہ ”طِبٌ“ بیماری کے علاج کو کہتے ہیں، لیکن جادو کو ”طِبٌ“ نیک فال (اچھا کلمہ) لیتے ہوئے کہا جاتا ہے، جیسے ”اللدیغ“ (زہر میلے جانور کے ڈسے ہوئے) کو ”سلیم“ (صحت یا ب) اور ”کسیر“ (ہڈی ٹوٹے ہوئے شخص) کو ”جبیر“ (ہڈی جڑا ہوا) کہا جاتا ہے۔
- «يُؤَخَّذُ عَنِ امْرَأَتِهِ»: یعنی اس کو روک دیا جائے کہ اپنی بیوی سے جماعتہ کر پائے، اور ایسا کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ یہ جادو کی ایک قسم ہے۔

چو تھی دلیل:

حضرت حسن بصری عَزِيزَ اللَّهِيَّ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ: (لَا يَكُلُّ السَّحْرُ إِلَّا سَاحِرٌ) ”جادو کو جادو گر ہی اتار سکتا ہے۔“

امام ابن القیم عَزِيزَ اللَّهِيَّ فرماتے ہیں کہ: ”سحر زدہ سے جادو کو دور کرنا نشرہ کھلاتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ یہ کہ جادو کو جادو ہی سے دور کیا جائے۔ یہ شیطانی عمل ہے اور ناجائز ہے، اس صورت میں جادو دور کرنے والا اور جس پر جادو ہوا ہو، دونوں شیطان کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کے پسندیدہ کام کرتے ہیں اور ایسے اعمال بجالاتے ہیں جن سے شیطان خوش ہو کر سحر زدہ سے اپنا اثر ہٹا لیتا ہے۔ حسن بصری کا قول اسی صورت پر محمول کیا جائے گا۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ (شرعی) دم، توعذات، جائز ادویات اور دعاؤں کے ساتھ جادو کا علاج کیا جائے، یہ جائز ہے۔

جادو کا علاج جادو سے کرنے کو جائز کہنے والوں پر رہ:

۱. جادو کا علاج جادو سے کرنا، قرآن و سنت، صحابہ کرام اور سلف صالحین کے طریقہ کے خلاف ہے۔
۲. اس میں قرآن کریم اور ادیعہ ما ثورہ کے ذریعہ علاج کرنے کی اہمیت کو کم کرنا ہے۔
۳. اس میں جادو اور جادو گروں کی بہت افزائی ہے اور انہیں لوگوں کی نگاہوں میں معزز بنانا ہے۔
۴. اس میں قرآن کریم اور ادیعہ ما ثورہ کے یقینی علاج سے، جادو جیسے ظنی اور باطل علاج کرنے کی طرف پھیرنا ہے۔
۵. جادو کا علاج جادو سے کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جادو گر اور مریض دونوں شیطان کی من پسند چیزوں کے ذریعہ اس کی قربت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ مریض سے جادو کے اثر کو زائل کر دے۔
۶. مسحور (جادو کا مریض) اگر صبر کرے تو اس کے لیے جنت ہے، جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔
۷. جادو کا علاج جادو سے کرنے میں، مسحور کے اوپر جادو کا مزید اضافہ کرنا ہے۔
۸. نبی ﷺ کے اوپر بھی جادو کیا گیا تھا، لیکن آپ نے اس کا علاج جادو سے نہ کر کے رقیہ شرعیہ کے ذریعہ کیا۔

مسائل:

- پہلا: جادو کا علاج جادو سے کرنے کی ممانعت ہے۔
- دوسرا: حرام اور جائز علاج میں ایسا واضح فرق ہے جس سے اشکال اور شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ (جنہوں نے جادو کا علاج کرنے کی اجازت دی ہے ان کی مراد شرعی حجہ اپنے کے، توعذات، مبارح ادویہ اور دعاؤں کے ذریعہ علاج کرنا ہے، اور جنہوں نے جادو کا علاج کرنے سے منع کیا ہے ان کی مراد جادو کا علاج جادو کے ذریعہ کرنا ہے، دونوں اقوال کے پیچ جمع و تقطیق کی یہ بہترین صورت ہے، واللہ اعلم)۔

[۲۸] بد فالی اور بد شگونی

- بد فالی لینا تو حید کے منافی امور میں سے ہے: [۱] کیونکہ بد فالی لینے والا اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ پر توکل کرنے لگتا ہے۔
- [۲] کیونکہ اس نے ایسی چیز سے تعلق قائم کیا جو حقیقی نہیں ہے بلکہ ایک وہی اور تخیلاتی شے ہے، جبکہ توحید، عبادت اور استغانت (مد طلب کرنے) کا نام ہے۔
- «الْتَطْيِيرُ» یعنی: بد شگونی لینا خواہ وہ کسی دیکھنی جانے والی (مرئی) چیز سے ہو یا سنی جانے والی (مسوم) آواز اور کلمات سے، یا ایک متعین جگہ سے ہو یا وقت سے۔
 ۱. دَكْهَنَةِ وَالِّيْ حِيْسَيْ کسی نے کالا یا وحشت زدہ پر نہ دیکھنے کے بعد بد فالی می۔
 ۲. سَنَائِيْ دَيِّ جَانَةِ وَالِّيْ حِيْسَيْ کسی کام کا ارادہ کیا تھا لیکن کسی کو کہتے ہوئے سن لیا: اے گھاٹا اٹھا لینے والے، تو بد فالی لیتے ہوئے اس کام کا ارادہ ترک کر دے۔
 ۳. مَتَعِيْنَ شَيْءَ: جیسے کسی متعین دن، مہینہ، سال یا جگہ سے بد فالی لینا۔

پہلی اور دوسری دلیل:

- [۱] ارشاد الہی ہے: ﴿أَلَا إِنَّمَا طَلَبُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (خبردار! ان کی بد شگونی (خوست) اللہ کے ہاں (مقدر) ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے)۔
- [۲] نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿قَالُوا طَلَبُكُمْ مَعَكُمْ﴾ الایة۔ (رسولوں نے کہا: تمہاری خوست تمہارے ساتھ ہے)۔

- ﴿طَلَبُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ﴾: یعنی جس قحط اور خشک سالی کا وہ سامنا کرتے ہیں وہ ان کے لیے اللہ کی جانب سے مقدر ہے، اس کا موسی ﷺ اور ان کی قوم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا وجود باعث خیر و برکت ہے۔
- ﴿طَلَبُكُمْ مَعَكُمْ﴾: یعنی وہ تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہیں، تمہیں جو مصیبتوں پہنچ رہی ہیں وہ تمہاری ذات اور تمہارے اعمال کی وجہ سے ہیں، جن کا سبب تم خود ہو۔

- دونوں آیتوں کے مابین کوئی فرق نہیں ہے: پہلی آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ان چیزوں کو مقدر کرنے والا اللہ ہی ہے، اور دوسری آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اس کا سبب تم خود ہونے کر کوئی اور، در حقیقت ان کی بد شگونی اور نحوضت انہیں کے ساتھ ہے یعنی ان سے لگی ہوئی ہے۔

تیسرا اور چوتھی دلیل:

[۳] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا عَذْوَى، وَلَا طِيرَةَ، وَلَا هَامَةَ، وَلَا صَفَرَ»، آخر جاہ، زاد مُسْلِمٌ: «وَلَا نَوْءَ، وَلَا غُولَ» کوئی بیماری متعدد نہیں، بد شگونی و بد قالی کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔ نہ الو (کا بولنا کوئی اثر رکھتا) ہے، اور نہ ماہ صفر (منہوس) ہے، اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے، اور صحیح مسلم میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ”چھتر اور بھوتوں کا بھی کوئی وجود نہیں“:-

[۴] بخاری اور مسلم کی ہی روایت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا عَذْوَى، وَلَا طِيرَةَ، وَلِيُعِجِّبُنِي الْفَالُ» قالوا: وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ: «الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ» کوئی بیماری متعدد نہیں، بد شگونی و بد قالی کی کچھ حقیقت ہے، اور مجھے (نیک) فال پسند ہے، صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”عمرہ اور بہترین بات“ -

• **«لَا عَذْوَى»:** زمانہ جاہلیت والے اس عقیدہ کو رد کرنا مقصود ہے جو یہ کہتے تھے کہ وہاں بیماری بذات خود اثر انداز ہوتی ہے، یا پھر حدیث کا معنی ہے کہ: متعدد بیماری بذات خود منتقل نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ کے حکم سے دوسروں تک منتقل ہوتی ہے۔

• **«وَلَا هَامَةَ»:** ”ہامہ“ ایک پرندہ ہے جو الو کے مشابہ ہوتا ہے یا پھر الو کو ہی ”ہامہ“ کہتے ہیں، جس سے وہ لوگ بد شگونی لیتے تھے۔

• **«وَلَا صَفَرَ»:** اس سے مقصود یا تو:

۱. ماہ صفر ہے، کیونکہ عرب اس مہینہ کو منہوس سمجھتے تھے، خاص طور پر شادی بیاہ کے معاملے میں۔
۲. یا پھر اونٹ کے پیٹ میں ہونے والی بیماری ہے، جو ایک اونٹ سے دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہے۔
۳. یا پھر ”نی“ (تاخیر) ہے، کیونکہ وہ لوگ حرمت والے مہینہ کو ماہ صفر تک مؤخر کر دیتے تھے، تاکہ حرمت والے مہینہ محرم میں جنگ کر سکیں۔

- «وَلَا نَنْوَعَ»: چاند کی منزلوں کو کہتے ہیں، ہر منزل کا ایک مخصوص ستارہ ہوتا ہے، عرب اس سے نیک فال اور بدفالی لیتے ہوئے کہا کرتے تھے: ”یہ ستارہ مخصوص ہے اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور یہ ستارہ خیر و برکت والا ہے اس میں بھلائی، ہی بھلائی ہے“ اس حدیث میں ”لأنوء“ کے ذریعہ اس کی نفی کی گئی ہے۔
- «وَلَا غُولَ»: عرب جب سفر کرتے تھے تو شیطان ان کے سامنے رنگ بدل کر آتا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا، جس سے وہ غمگین ہو کر اسے مخصوص خیال کرتے ہوئے جدھر جانے کا ارادہ ہوتا درھر کا رادہ ترک کر دیتے تھے لہذا اس کی نفی کی گئی ہے۔
- رسول اللہ ﷺ نے اس کے تاثیر اور موثر ہونے کی نفی فرمائی ہے اس کے وجود کی نہیں، بندہ مو من کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ جہاں جانے کا ارادہ کرتا ہے، اللہ پر اعتقاد کرتے ہوئے انتراح صدر کے ساتھ نکل پڑتا ہے، وہ اللہ سے بدگمانی نہیں رکھتا۔
- ان مخصوص اور نبی ﷺ کے اس فرمان: «إِنْ كَانَ الشَّوْمُ فِي شَيْءٍ...» کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ:
 - ا۔ یہ حدیث تباہیات میں سے ہے، جبکہ بدشگونی کی مذمت اور اس کے شرک ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث محکمات میں سے ہیں۔
 - ب۔ بدشگونی لینے کی تمام قسمیں مذموم ہیں، نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے۔
 - ج۔ اسباب اپناتے ہوئے اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف را فرار اختیار کرنا بندے کے لیے مشروع ہے، جبکہ بدشگونی لینا نہیں۔
 - د۔ اس حدیث میں وارد مخصوص کا مطلب یہ ہے کہ، یہ اس شخص کو لاحق ہوگی جو بدشگونی لے، لیکن جو اللہ پر بھروسہ رکھے اور بدفالی نہ لے اسے کچھ نہیں ہو گا۔
 - ه۔ جو غیر اللہ سے کسی چیز کا خوف کھاتا ہے اس پر وہی چیز مسلط کر دی جاتی ہے، جیسے جو شخص اللہ کے ساتھ ساتھ غیر اللہ سے بھی محبت رکھتا ہے تو اسے اسی کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا، اور جو اللہ کے علاوہ کسی اور سے امیدیں لگاتا ہے وہ اسی کی جانب سے شر مندگی اٹھاتا ہے۔ (اس کو ابن القیم عزیزیہ نے ذکر کیا ہے)۔

پانچویں دلیل:

سنن ابو داود میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن حیانؓ کی روایت ہے کہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس بدفالی کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ”اس میں سب سے بہتر بیک فال (اچھا لکھ بولنا) ہے، اور بدشگونی کسی مسلمان کو اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو یہ دعا کرے ”یا اللہ تیرے سوا کوئی بھلائیاں نہیں لاسکتا اور تیرے سوا کوئی برائیوں کو دور نہیں کر سکتا۔ اور تیری توفیق کے بغیر ہمیں نہ بھلائی کی طاقت ہے اور نہ برائی سے باز رہنے کی ہمت“۔ : «أَحْسَنْهَا: الْفَأْلُ، وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُهُ، فَلَيْقُلْ: اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنَّتَ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنَّتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ»۔

بد شگونی کے مابین فرق	فال (نیک) اور
دکھنے والی یا سائی دی جانے والی یا کوئی متعین جگہ یا وقت جو انسان کو کر گزرنے یا رک جانے پر آمادہ کرے۔	ہر وہ دکھنے والی یا سائی دی جانے والی چیز جو انسان کو اچھے اور قابل تائش قول و فعل پر آمادہ کرے۔
توکل کمزور کر دیتا ہے۔	توکل میں اضافہ کرتا ہے۔
[۱] اگر یہ اعتقاد رکھے کہ سبب ہے تو شرک اصغر ہے۔ [۲] اگر یہ اعتقاد رکھے کہ بذات خود موثر ہے تو شرک اکبر ہے۔	اس کا حکم یہ مستحب ہے۔
اس میں اللہ سے حسن ظن ہے۔	اس میں اللہ سے سوئے ظن ہے۔
یہ حالت منافق اور کافر کی ہوتی ہے۔	مومن و موحد کی بیہی حالت ہوتی ہے۔
یہ کبھی قصد اہوتا ہے، جیسے چیزیا کو اڑا کر بد فائی لینا۔	یہ بلا تکلف اور بلا ارادہ ہوتا ہے۔
کچھ کر گزرنے یا رک جانے پر آمادہ کرے، اور یہ اس کا سبب بن جائے۔	کچھ کر گزرنے یا رک جانے پر آمادہ کرے، بلکہ فرجت انبساط محسوس کرنے کا سبب بن۔
بد شگونی لی جانے والی چیزوں سے تعلق کو کو مضبوط کرتا ہے۔	اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرتا ہے۔

- مثال ۱: کسی نے شادی کا ارادہ کیا اور لڑکی کا نام پوچھا، کہا گیا: ہناء (مبارک)، تو شادی کے لیے رضامند ہو جائے، اور کسی دوسرے کا نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ: صخرہ (سخت)، تو اس نے انکار کر دیا، ہر دو صورتیں بد شگونی لینے کی قبلی سے ہیں، کیونکہ بد شگونی کہتے ہیں اس چیز کو ہیں جو آپ کو کچھ کرنے پر آمادہ کرے یا روک دے۔
- مثال ۲: کسی نے شادی ہو جانے کے بعد لڑکی کا نام پوچھا، کہا گیا: سعاد (نیک بخت) تو اس کو بطور بشارت لیا، تو یہ (نیک) فال کی قبلی سے ہے کیونکہ اس نے اس کو کچھ کرنے پر آمادہ نہیں کیا یا کچھ کرنے سے روکا نہیں، بلکہ معاملات طے ہو جانے کے بعد اس نے اسے بطور نیک فال اور بشارت لیا۔
- کچھ لوگ فال اور شگون لینے کی خاطر قرآن کھول کر دیکھتے ہیں، نگاہ اگر جہنم کے ذکر پر پڑی تو بد شگونی لیتے ہیں اور اگر جنت کے ذکر پر پڑی تو کہتے ہیں: یہ نیک فال ہے، ایسا کرنا خیک ویسا ہی ہے جیسا زمانہ جاہلیت میں لوگ اسلام (تیر) کے ساتھ شگون نکلتے تھے۔
- «عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ»: صحیح عروۃ بن عامر ہے۔
- «وَلَا تَرْدُ مُسْلِمًا»: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جسے بد فائی اپنی حاجت سے روک دے وہ مسلم نہیں ہے۔
- «وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ»: بآ یہاں: [۱] ”فی“ (میں) کے معنی میں ہے [۲] یا ”استغانت“ (مدد طلب کرنا) کے معنی میں ہے [۳] یا ”سبیت“ اور وجہ بتانے کے لیے ہے۔

فال کے ساتھ لوگوں کا تعامل:

وہ جو کرنا چاہ رہا ہوتا ہے کہ گزرتا ہے، لیکن ایک بے چینی، غم اور قلق سے لاحق ہوتا ہے، وہ ڈر رہا ہوتا ہے کہ کہیں یہ بد شگونی اپنا اثر نہ دکھا دے: ایسا شخص گنگہار ہے۔

وہ رک جاتا ہے اور بد شگونی لینے پر عمل کرتے ہوئے اپنے ارادہ سے بازا جاتا ہے: یہ شرک اصغر ہے اگر یہ اعتماد رکھتا ہو کہ یہ سبب ہے، اور شرک اکبر ہے اگر یہ اعتماد رکھتا ہو کہ یہ بذات خود موثر ہے۔

یہ ان کو اپنی حاجت سے نہیں روکتی ہے بلکہ وہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے جو کرنا چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں: اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے موحد کا یہی حال ہوتا ہے، اور یہی اصل اور بنیادی چیز ہے۔

چھ سے آٹھ تک دلائل:

[۶] عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مر فو عار دایت ہے کہ: الظَّيْرَةُ شَرْكٌ، الظَّيْرَةُ شَرْكٌ، وَمَا مِنَّا إِلَّا؛ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُدِهِبُهُ بِالْتَّوْكِلِ، ر” بد فالی شرک ہے، بد شگونی شرک ہے، اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں (جسے تقاضائے بشریت ایسا وہم نہ ہوتا ہو) مگر اللہ تعالیٰ توکل کی وجہ سے اس کو ختم کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اسے صحیح کہا اور آخری جملہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے۔

[۷] مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: (مَنْ رَدَنَّهُ الطَّيْرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ؛ فَقَدْ أَشْرَكَ) ” بد فالی نے جس شخص کو اس کے کام سے روک دیا، اس نے شرک کیا“، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اس کا کفارہ کیا ہے؟ ” آپ نے فرمایا: اس کا کفارہ یہ دعا پڑھنا ہے“: اللَّهُمَّ لَا خَيْرٌ إِلَّا خَيْرٌكَ، وَلَا طَيْرٌ إِلَّا طَيْرٌكَ، وَلَا إِلَهٌ غَيْرُكَ۔ ” یا اللہ! تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں، اور تیرے مقدر کردہ نصیب کے علاوہ کوئی اور نصیب نہیں، اور تیرے سوا کوئی معبد نہیں“۔

[۸] اور مسند احمد ہی میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: إِنَّمَا الطَّيْرَةُ مَا أَمْضَاكَ أَوْ رَدَكَ ” بد شگونی وہ ہے جو تجھے کسی کام کو کرنے پر آمادہ کر دے یا روک دے“۔

- «وَمَا مِنَّا إِلَّا»: ہم میں سے ہر شخص (بدفائلی لیتا ہے) مگر: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس لفظ کا ذکر قیچ ہو اسے چھوڑ دیا جائے، ساتھ ہی ساتھ شرکیہ الفاظ سے دوری اور الفاظ کے انتخاب میں بھی تحقیق توحید کے خیال رکھنے پر یہ جملہ دلالت کرتا ہے، جبکہ نقل کفر کفرنہ باشد۔
- «الْتَّوْكِلُ»: جائز اسباب اختیار کرتے ہوئے نفع کے حصول اور نقصان کے دور کرنے میں اللہ ہی پر خالص اعتماد اور بھروسہ کرنا۔

بد شگونی کا علاج کیسے ممکن ہے؟

۱. تحقیق توحید کے ذریعے: کیونکہ اللہ تعالیٰ توکل کے ذریعے اس بد شگونی کو دور فرمادیتا ہے، اور انسان مطمئن ہو کر اپنا کام کرتا ہے۔
۲. نبی ﷺ سے ثابت دعا: «اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ...» کے ذریعے۔
۳. فال نیک لینے اور فال بد سے اجتناب کے ذریعے، کوشش کرے کہ اپنے ذہن میں بد شگونی کا خیال ہی نہ آنے دے۔
۴. مسلسل جدوجہد اور لگاتار کوشش کے ذریعے، کسی کام میں اگر مصلحت نظر آرہی ہو تو پہلے ہی مرحلے میں کوشش ناکام ہو جانے پر تھک ہار کرنیں بیٹھ جانا چاہیے، بلکہ مسلسل کوشش کرتے رہنا چاہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو آسان اور مکمل کر دے۔

قرعہ اندازی	ازلام (تیروں) کے ذریعہ فال لینا
اس کا حکم: یہ جائز ہے۔	کبیرہ گناہ ہے، اور یہ ”تیسر“ میں داخل ہے۔
اس سے مقصود شرعی حاصل ہوتا ہے۔	اس سے مقصود شرعی حاصل نہیں ہوتا۔
اس کا استعمال ان دو بھگتوں والوں کے حق کی تعین کے لیے ہوتا ہے، اور یہ خط کھینچ کر غیب دانی کا دادعوی کرنے کے مشاہدے۔	اس کا استعمال شر سے خیر کی تعین کے لیے ہوتا ہے، اور یہ خط کھینچ کر غیب دانی کا دادعوی کرنے کے مشاہدے۔
یہ اہل توحید کا عمل ہے۔	یہ اہل شرک کا عمل ہے۔
مثال: اذان اور پہلی صفت کے لیے قرعہ اندازی کرنا۔	معدنی نقدوں کو پہنچنے یا گنے کا اختیار دینا۔
صاحب حق کی تمیز ہوتی ہے۔	اس سے غیر مستحق کی تمیز ہوتی ہے۔

مسائل:

پہلا: اس میں آیت ﴿أَلَا إِنَّمَا طَلَّرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ﴾، کو آیت ﴿طَلَّرُكُمْ مَعَكُمْ﴾ سے ملا کر سمجھا جائے (ان دونوں کے بیچ کوئی تعارض نہیں ہے)۔

دوسرا: اس میں امراض کے متعدد ہونے کی نفی ہے (یعنی بذات خود اس کے موثر ہونے کی نفی ہے، اس بات کی نفی نہیں ہے کہ یہ اثر انداز ہونے کا سبب بنتا ہے)۔

تیسرا: بد فالی کی بھی نفی ہے (اس کے موثر ہونے کی نفی ہے، اس کے وجود کی نفی نہیں ہے)۔
چوتھا: الوکی آواز سے بد فالی لینے کی نفی ہے (ہامہ، الوکویا الوسے مشابہ پر نہ کہتے ہیں)۔

پانچواں: ماہ صفر کی خوست کے عقیدہ کی نفی ہے (زمانے کا اللہ کی لقیر پر اور اس کے موثر ہونے میں کوئی دخل نہیں، ماہ صفر بھی دوسرے مہینوں کی طرح ہے، اس میں بھی دوسرے مہینوں کی طرح ہی خیر اور شر دونوں ہوتا ہے، بعض لوگ جب ماہ صفر میں کچھ لکھنے سے فارغ ہوتے ہیں تو آخر میں یوں لکھتے ہیں: یہ صفر خیر (خیر والا مہینہ صفر) میں مکمل ہوا، یہ بدعت کا علاج بدعت سے اور جہالت کا علاج جہالت سے کرنا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ مہینہ نہ تو خیر والا مہینہ ہے اور نہ ہی شر والا)۔
چھٹا: نیک فال (لینا) منع نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

ساتواں: اس میں فال کے مفہوم کی وضاحت ہے۔ (فال ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو قابل تاثش کام کرنے پر آمادہ کرے)۔

آٹھواں: اگر نہ چاہتے ہوئے بد فالی کے وساوس و خیالات دل میں پیدا ہو جائیں تو وہ مضر نہیں بلکہ اللہ پر توکل اور اعتماد کی وجہ سے ختم کیا جاسکتا ہے۔

نواں: جس شخص کے دل میں بد فالی کے وساوس پیدا ہو جائیں، وہ ان کو دور کرنے کے لیے زیر بحث باب میں مذکور دعا (اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ....) پڑھے۔

وسواں: اس بات کی صراحت ہے کہ بد فالی شرک ہے (تفصیل کو یاد رکھتے ہوئے: اگر یہ اعتقاد رکھے کہ یہ بذات خود موثر ہے تو شرک اکبر ہے، اور اگر یہ اعتقاد رکھے کہ سبب ہے تو شرک اصغر ہے)۔

گیارہواں: مذہب مذکور کی تفصیل مذکور ہے (جو کسی کام پر آمادہ کرے یا کسی کام کے ارادے سے روک دے)۔

[۲۹] علم نجوم کا شرعی حکم

- یہ نہیں کہا کہ (یہ شرک ہے) کیونکہ اس میں تفصیل ہے، علم تاثیر اور علم تسییر۔
- علم تاثیر: یعنی ستاروں کی حرکات، ایک دوسرے سے ان کے قرب و بعد یا ان کے طلوع و غروب سے زمینی حادث پر استدلال کرنا، اور ستاروں اور برجوں کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا، یہ گناہ کبیرہ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔
- علم تسییر: ستاروں کی رفتار و حرکات سے قبلہ اور آوقات یا موسوی وغیرہ کی تعین کرنا، یہ جائز ہے۔

ایک سے تین تک دلائل:

- [۱] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "صحیح" میں حضرت قادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: (خَلَقَ اللَّهُ هَذِهِ النُّجُومَ لِشَلَاثٍ: زِينَةً لِلَّسَمَاءِ، وَرُجُوْمًا لِلشَّيَّاطِينِ، وَعَلَامَاتٍ يُهَتَّدَى بِهَا، فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيهَا غَيْرُ ذَلِكَ أَحْطَأً، وَأَضَاعَ نَصِيبَهُ، وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهُ بِهِ) انتہی۔ "اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین مقاصد کے لیے بنایا ہے: آسمان کی زینت کے لیے، شیاطین کو مارنے اور بھگانے کے لیے، بحر و بہر میں راہ معلوم کرنے کے لیے۔ جو شخص ان کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے اس نے غلطی کی اور (ہر بھلائی سے) اپنا حصہ برپا کر لیا اور اس نے ایسے امر کا تکلف کیا، جس کا اسے کوئی علم نہیں۔"
- [۲] حضرت قادہ رحمۃ اللہ علیہ نے منازل قمر کا علم حاصل کرنے کو حرام اور ناپسند گردانا، اور این عینہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس علم کے حصول کی اجازت نہیں دی۔ یہ دونوں روایتیں حرب نے بیان کی ہیں۔
- [۳] امام احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے منازل قمر کے علم کے حصول کی اجازت دی ہے۔

- جن اسلاف نے ستاروں کے برجوں سے متعلق علم سیکھنے کو حرام قرار دیا ہے ان کا قول "علم تاثیر" پر محمول کیا جائے گا۔
- اور جنہوں نے ستاروں کے برجوں اور منازل سے متعلق علم سیکھنے کی اجازت دی ہے ان کا قول "علم تسییر" پر محمول کیا جائے گا۔

چو تھی دلیل:

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَقَاطِعُ الرَّحْمِ، وَمُصَدِّقٌ بِالسُّحْرِ» ”تین اشخاص جنت میں داخل نہیں ہوں گے: شراب نوشی کا عادی، قطع رحمی کرنے والا، اور جادو کو سچا مانے والا۔“ اس کو احمد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

- **«لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ»:** یہ حدیث ان وعید والی احادیث میں سے ہے جن کو ویسے ہی گزار دیا جائے گا جیسا وارد ہوئی ہیں، اور دوسرے (وعد والے) نصوص سے معارض مان کر جمع کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی، تاکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں ڈر بنا رہے۔
- **«مُدْمِنُ الْخَمْرِ»:** جو داگی شراب نوش ہو، اور خمر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو لذت اور طرب و نشاط پیدا کرتے ہوئے عقل پر پر دھاال دے۔
- **«وَقَاطِعُ الرَّحْمِ»:** ”رحم“ قربت داری کو کہتے ہیں، چونکہ رشتہ داری کو جوڑنے کی بات شریعت میں کہی گئی ہے، لیکن جن رشتہوں کی تحدید شریعت نے نہیں کی ہے ان کا تعین عرف عام کی بنیاد پر ہو گا، بشرطیکہ یہ عرف شریعت سے متصادم نہ ہو۔
- **«وَمُصَدِّقٌ بِالسُّحْرِ»:** یہی محل شاہد (باب سے مناسب رکھنے والا کلمہ) ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم نجوم ایک قسم کا جادو ہے۔

کبیرہ گناہوں سے متعلق ایک خاص بحث

- کبیرہ گناہ کی تعریف: شیخ الاسلام نے اس کی تعریف یوں کی ہے: (ہر وہ گناہ جس پر خاص سزا مقرر کی گئی ہو) جیسے، اللہ کی لعنت اور غضب کا مستحق قرار دیا گیا ہو، یا اللہ کی رحمت سے دوری بیان کی گئی ہو، یا ایسا کرنے والے سے براءت کا اظہار کیا گیا ہو، یا یہ کہا گیا ہو کہ ایسا کرنے والا کفار یا مشرکین میں سے ہے، یا وہ مونوں میں سے نہیں، یا بدترین جانور سے اس کو تشبیہ دی گئی ہو...۔
- اس کے مرکتب کا حکم: وہ اپنے ایمان کی وجہ سے مومن اور گناہ کبیرہ کا رہنمای کرنے کی وجہ سے فاسق ہے، اس کا معاملہ اللہ کی مشیت کے ماتحت ہے چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔
- کیا کبیرہ گناہ کی تعداد محدود ہے، یا محدود؟ سابقہ تعریف کی بنابر محدود تو ہے لیکن محدود نہیں ہے۔

- گناہ کبیرہ بڑا ہے یا شرک اصغر؟ معاصری اور گناہوں کی شروعات یوں ہوتی ہے: پہلے گناہ صغیرہ، پھر کبیرہ، پھر شرک اصغر اور سب سے آخری اور سُلیمانی شرک اکبر ہے، جیسا کہ فرمائی باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشَرِّكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (اللہ تعالیٰ شرک کو بھی معاف نہیں کرے گا اور شرک کے علاوہ گناہوں کو چاہے گا تو معاف فرمادے گا)، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: (میں اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھالوں یہ مجھے غیر اللہ کی سچی قسم کھانے سے بہتر لگتا ہے) اس لیے کہ اللہ کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے جبکہ غیر اللہ کی سچی قسم کھانا بھی، شرک اصغر ہے۔
- کبیرہ گناہ اعمال صالحہ کی وجہ سے معاف ہو جاتے ہیں یا ان کے لیے توبہ ضروری ہے؟ کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ﴿النَّاِحَةُ إِنَّمَا تُشْبَّهُ قَبْلَ مَوْتِهَا...﴾ ”نوحہ کرنے والی اگر اپنی موت سے قبل توبہ نہ کرے۔“ اور مزید آپ کا فرمان ہے: ﴿...إِذَا اجْتَنَبَتِ الْكَبَائِرُ...﴾ ”اگر کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔“
- کیا بعض گناہوں کو چھوڑ کر بعض گناہوں سے توبہ کرنا صحیح ہے؟ ہاں بعض گناہوں کو چھوڑ کر بعض گناہوں سے توبہ کرنا صحیح ہے بشرطہ تمام گناہوں کو چھوڑ دینے کا عزم مصمم کر لے۔
- گناہ کبیرہ کے مرتكب سے محبت رکھی جائے گی یا نفرت کی جائے گی؟ اس کے ایمان کے بعد اس سے محبت رکھی جائے گی اور اس کی معصیت کے بعد اس سے نفرت کی جائے گی، اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے وقت اس کی مصاجت نہیں اختیار کی جائے گی۔
- کیا کبیرہ گناہ کے درجات مختلف ہیں؟ ہاں اس کے درجات میں تقاضت ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ﴿أَلَا أَدْلُكُمْ عَلَى أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟﴾ ”کیا میں تمہاری رہنمائی بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کی جانب نہ کر دوں۔“
- مر تکبین کبیرہ کو ہم کیا کہیں گے؟ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے مومن ہیں اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق ہیں، وہ ناقص الایمان مومن ہیں، نہ تو ہم انہیں مر جنہ کی طرح ”کامل ایمان والا مومن“ کہیں گے ہیں، اور نہ ہی خوارج کی طرح انہیں ”کافر“ کہیں گے۔

مسائل:

پہلا: ستاروں کی تخلیق کی حکمتیں (یہ آسمان کی زینت، شیطانوں کو مارنے اور راہ معلوم کرنے کی خاطر پیدا کیے گیے ہیں)۔

دوسرا: ان حکمتیوں کے علاوہ کچھ اور (علم تاثیر) سمجھنے والوں کی تردید۔

تیسرا: منازل قمر کا علم حاصل کرنے کے جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں اہل علم کے مابین اختلاف رائے کا وجود۔

چوتھا: جادو کی تصدیق کرنے والوں کی تردید، گرچہ وہ اس کو باطل مانتے ہوئے ہی کیوں نہ تصدیق کرتے ہوں۔

[۳۰] خچھر یعنی تاروں کے اثر سے بارش بر سے کا عقیدہ

۱. شرک اکبر ہے: اگر چھتوں سے بارش طلب کرے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ وہ ضرور تیں پوری کرتے ہیں۔
۲. شرک اصغر ہے: اگر یہ عقیدہ رکھے کہ یہ صرف سبب ہیں اور حقیقی فاعل اللہ ہی ہے۔

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] ارشاد الہی ہے: ﴿ وَتَعْمَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ تُكَذِّبُونَ ﴾ (اور اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ کہ جھلاتے پھر وہیں)۔

[۲] اور حضرت ابوالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَرَبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَرْكُوْهُنَّ: الْفَخْرُ بِالْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَسَابِ، وَالإِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ»، وَقَالَ: «النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تُثْبِتْ قَبْلَ مَوْتِهَا؛ تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطْرَانِ، وَدُرْعٌ مِنْ جَرَبٍ» ”میری امت میں جاہلیت کے چار کام ایسے ہیں جنہیں وہ نہیں چھوڑے گی، حسب و نسب اور خاند اپنی شرف و فضیلت پر فخر کرنا، دوسروں کے نسب و خاندان میں عیب و نقش نکالنا اور طعنہ زنی کرنا، تاروں کے اثر سے بارش ہونے کا عقیدہ رکھنا، اور نوحہ یعنی کسی کے مرنے پر رونا پیٹھا۔ اور فرمایا: ”نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے تو بہ نہ کرے تو قیامت کے دن اسے تارکوں (یا گندھک، یا تابا) کا کرتہ اور خارش (میں مبتلا کر دینے والی) قیصیں پہننا کر کھڑا کیا جائے گا۔“ امام مسلم نے اسے (صحیح میں) روایت کیا ہے۔

- ﴿ وَتَعْمَلُونَ ﴾: یہ اللہ کی جانب سے ہے اسے تم جھلاتے ہو، کیونکہ اس کی نسبت تم غیروں کی طرف کرتے ہو۔
- «أَرَبَعٌ»: چار چیزوں کا ذکر حصر کی خاطر نہیں ہے، کیونکہ اسی قبیل سے اور بھی چیزیں ہیں، یہاں ایسا بھی ﷺ نے حصر علوم اور اس کو تقسیم و عدد کے طرز پر بیان فرمایا ہے، کیونکہ اس سے سمجھنا اور یاد رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔
- «الْجَاهِلِيَّةُ»: جاہلیت سے مراد بھی ﷺ کی بعثت سے قبل کا زمانہ ہے، اور مقصود اس سے اس زمانہ کی برائی کرنا اور نفرت دلانا ہے، اور یہ سارے امور جہل پر مبنی اور فتنج ہیں۔
- «لَا يَرْكُوْهُنَّ»: اس سے خبر دینا اور ایسا کرنے سے ڈرانا مقصود ہے نہ کہ اس کو جائز قرار دینا۔

- **«الْفَخْرُ بِالْأَحْسَابِ»:** یعنی اپنی سرداری اور اور اعلیٰ نسب پر فخر و غرور اور بڑکپن کا اظہار کرے، جبکہ باعث اکرام تواریخ حقیقت اللہ کا تقویٰ ہے جو انسان کو کبر و نخوت سے روکتا ہے، اور جوں جوں بندے پر اللہ کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے توں تو وہ حق اور بندے کے لیے متواضع ہوتا چلا جاتا ہے۔
- **«وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ»:** انسان کی اصل پر عیب لگایا جائے، جیسے کوئی کسی سے کہے: تو دیا غ (چھڑیا، چمکٹیا، چڑے کو دباغت دینے اور پکانے و سکھانے کا عمل کرنے والا) کا بیٹا ہے۔
- **«وَالإِسْتِئْقَاءُ بِالنُّجُومِ»:** یہی موضع شاہد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ بارش کی نسبت ستاروں کی جانب کی جائے۔
- **«وَالنِّيَاحَةُ»:** جان بوجھ کر نوحہ اور بین کرتے ہوئے مُردوں پر زور زور سے رونا۔
- **«تُقَامُ»** اپنی قبر سے **«سِرْبَالٌ»** کامل کپڑا **«قَطْرَانٌ»** تار کوں یا پھلا ہوا تباہ **«جَرَبٌ»** (خارش) ایسی بیماری جو جلد میں ہوتی ہے اور کسی بھی چیز سے چھو جانے پر متاثر ہو جاتی ہے، مطلب یہ کہ اس کے پورے جسم میں خارش یوں ہو گی جیسے کوئی کپڑا پہنے ہو، اور جب خارش اور گندھک ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو مصیبت اور شگین ہو جاتی ہے، اور اس کی حکمت یہ ہے کہ چونکہ اس نے مصیبت پر صبر سے کام نہیں لیا لہذا ”الجزاء من جنس العمل“ کی قبیل سے اسے یہ سزا دی جائے گی۔

قیمت کو قیامت کہتے ہیں:

میزان کے قیام کی وجہ سے: وَنَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ (قیامت کے دن ہم درمیان میں لارکھیں گے ٹھیک ٹھیک ترازو)۔	گواہی دینے والوں کے قیام (کھڑے ہونے) کی وجہ سے: وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَدُ (اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے)۔	لوگوں کے قیام کرنے (کھڑے ہونے) کی وجہ سے: إِنَّا نُسُلِّمُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے)۔
--	---	--

تیسری اور چوتھی دلیل:

[۳] صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت زید بن خالد چہنہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیثیہ کے مقام پر ایک ایسی صحیح کی نماز پڑھائی، جس کی رات میں بارش ہو چکی تھی، جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: «هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟» قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «أَضْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطَرِّنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ؛ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكِبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطَرِّنَا بِنَوْءٍ كَذَا وَكَذَا؛ فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكِبِ» کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں کچھ مو من ہوئے ہیں اور کچھ کافر۔ جس نے کہا ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے، اور جس نے کہا ہم پر یہ بارش فلاں نچھتر کی یعنی تاروں کے اثر سے ہوئی ہے وہ میرا منکر ہوا اور تاروں (کی تاثیر) پر ایمان لانے والا ہے۔“

[۴] اور صحیح بخاری و مسلم ہی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے، اس میں یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں: فلاں نچھتر سچ (یعنی مفید) ثابت ہوا ہے تو ان کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (مجھے تاروں کی منازل کی قسم ہے) ﴿فَلَا أُقِسِّمُ بِمَوَاقِعِ النَّجُومِ﴾ سے لے کر ﴿شَكَّرَبُونَ﴾ (تم اسے جھلکاتے ہو)۔

- ﴿فَلَا﴾: ”لا“ یہاں شبیہ کے لیے ہے کہ متنبہ اور آگاہ ہو جاؤ، میں ستاروں کے گرنے (کی جگہ) کی قسم کھارہاہوں۔
- اللہ سبحانہ تعالیٰ کے قسم کھانے کا کیفاندہ ہے جبکہ وہ سچا ہے اور اسے قسم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے:
 - ا. یہ عربی زبان کا اپنا اسلوب ہے تاکہ قسم کے ذریعے کہی جانے والی بات میں وزن پیدا ہو۔
 - ب. اس سے مومن کے ایمان و تقیین میں اضافہ ہوتا ہے، اور تاکیدات میں اس غرض سے اضافہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ۳. اللہ تعالیٰ بڑے بڑے امور کی قسم کھاتا ہے جو اس کے کمال قدرت، عظمت اور علم پر دلالت کرتے ہیں۔
- ۴. مُقْسَمٌ ہے (یعنی ستاروں کے طلوع و غروب کے جگہوں) کی عظمت بتانا مقصود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے بڑے امور کی ہی قسم کھاتا ہے۔
- ۵. مُقْسَمٌ علیہ کا اہتمام کرنا، کیونکہ وہ اس لائق ہے کہ اس کا اثبات اور اہتمام کیا جائے۔
- ﴿كَرِيم﴾: کا معنی ہے: [۱] حسین و خوبصورت، اور قرآن سے خوبصورت کوئی شے نہیں ہے، [۲] بہت زیادہ دادو دہش والا، قرآن کو دینی، دنیوی، بدفی اور قلبی خیر و حلالی سے نوازتا ہے۔
- ﴿فِي كِتَابِ مَكْنُونٍ﴾: اس سے مراد یا تو ”لوح محفوظ“ ہے، یا پھر وہ صحیفے جو فرشتوں کے پاس ہیں۔
- ﴿لَا يَمْسِحُ إِلَّا مُطَهَّرٌ﴾: یعنی فرشتے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو اپنے دل کو گناہوں سے پاک کر لے، اسے قرآن سمجھنے میں زیادہ آسانی ہوتی ہے۔
- ﴿تَنْزِيلٌ﴾: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ:
 - [۱] قرآن تمام مخلوقات کے لیے نازل ہوا ہے، اور آپ ﷺ کی رسالت عام ہے۔
 - [۲] یہ رب کی طرف سے نازل کردہ ہے، اور بات جب ایسی ہے تو یہ لوگوں کے مابین حکم اور ان کے لیے قول فیصل ہے۔
 - [۳] قرآن کریم کا نزول اللہ کی کامل ربویت کی دلیل ہے، اور یہ کہ قرآن بندوں کے لیے رحمت ہے۔
 - [۴] قرآن کریم اللہ کی طرف سے نازل کردہ، اللہ کا کلام ہے جو غیر مخلوق ہے۔
- ﴿مَدْهُنُونَ﴾: خوف کھا کر خوشامدی بنٹتے ہو، جبکہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ جس کے پاس قرآن ہو اسے چاہیے کہ وہ حق کی طرف مائل ہو اور اسے کھلمن کھلایاں کرے۔
- ﴿وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكَمْ تُكَذِّبُونَ﴾: اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے اسے جھٹلاتے ہو، جو کہ ایک بے وقوفی بھرا قدم اور نازیبا حرکت ہے۔

مسائل:

پہلا: سورہ واقعہ کی آیت ﴿وَجَعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكَمْ تَكْبِرُونَ﴾ کی تفسیر و توضیح۔

دوسرہ: ان چار کاموں کا ذکر جو جاہلیت کی رسم میں سے ہیں (حسب و نسب اور خاندانی شرف و فضیلت پر فخر کرنا، دوسروں کے نسب و خاندان میں عیب و نقص نکالنا اور طعنہ زنی کرنا، ستاروں کے اثر سے بارش ہونے کا عقیدہ رکھنا، اور نوحہ یعنی کسی کے مرنے پر رونا پیٹھنا)۔

تیسرا: مذکورہ بالا میں سے بعض کفر ہیں (ستاروں سے بارش طلب کرنا، نسب میں طعنہ زنی کرنا اور مرسوں پر نوحہ دین کرنا)۔

چوتھا: کچھ کفر ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے انسان دائرة اسلام سے خارج نہیں ہوتا (اس سے مراد ستاروں اور نچھتروں سے بارش طلب کرنا ہے، کہ اس کی بعض صورتیں ملت اسلام سے خارج کر دینے والی ہیں اور بعض صورتیں کفر مجازی (کفر اصغر) ہیں)۔

پانچواں: اللہ تعالیٰ کا فرمان: «أَصْبَحَ مِنْ عَبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ» کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ نعمت حاصل ہونے کے سبب بھی کافر ہو جاتے ہیں۔ (انسان کو جب کوئی نعمت حاصل ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس نعمت کی نسبت اللہ کی طرف کرے نہ کہ مجرد سبب کی طرف)۔

چھٹا: اس مقام پر ایمان کی حقیقت پر خوب غور کرنا چاہیے (کہ اس کی نسبت اللہ کے فضل و رحمت کی طرف ہو)۔

ساتواں: اس مقام پر کفر کی حقیقت پر بھی غور کرنا چاہیے۔ (کہ بارش کی نسبت اللہ کی طرف کرنے کے بجائے ستاروں کی طرف کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے)۔

آٹھواں: یہ کہنا کہ: «لَقَدْ صَدَقَ نُوءُكَدَا وَكَدَا» ”فَلَمْ فَلَمْ نَجْتَرْ صَحْجَ وَسَجْ (یعنی مفید) ثابت ہوا“، اس بات پر غور کرنا چاہیے۔ (نچھتر کے سچ ثابت ہونے کی بات کہنا گویا اس کی تعریف کرنا ہے کہ اس نے بارش برسانے کا وعدہ کیا تھا اور اس نے وہ وعدہ پورا بھی کیا۔ والعیاذ باللہ)۔

نواں: نبی ﷺ کے فرمان: «أَنْدُرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟» ”کیا تمہیں پتہ ہے تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟“ سے ثابت ہوا کہ طالب علم کو بات ذہن نہیں کرنے کے لیے استفہا می اداز انتیار کرنا مستحسن ہے۔

(ایسا اداز انسان کو ہمہ تن گوش کر دیتا ہے، اور یہ اداز آپ ﷺ کے حسن تعلیم کی دلیل ہے)۔

دسوال: نوحہ کرنے والیوں کے عذاب و عید کا علم ہوا (سِرْبَالُ مِنْ قَطْرَانٍ، وَدُرْعٌ مِنْ جَرَبٍ) ”تابیا گندھک اور خارش کا لباس اسے پہنایا جائے گا)۔

چھٹی قسم سے سوال (۷ ابواب)

پہلا سوال: مندرجہ ذیل کے مابین کیا فرق ہے؟

بدفائل

نیک فالی

۳

۱

۲

۳

تیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا

قرعہ اندازی

۱

۲

۳

دوسرہ سوال: (۴) کی علامت مناسب جگہ میں لگائیں یا عبارت مکمل کریں:

جادو گر کی علاشیں: ۱۔

۱

..... ۲۔

۳۔

..... ۴۔

۵

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا "طاغوت" کی تفسیر "شیطان سے کرنا، تفسیر بالمثال کا نمونہ ہے۔

۶

..... صحیح غلط۔

۷

.....

۸

.....

۹

.....

۱۰

.....

۱۱

.....

۱۲

.....

«السَّبِعَ الْمُوْبَقَاتِ» یہاں عدد (□ چاہتا ہے □ نہیں چاہتا ہے) حصر حد بندی کو۔

نصوص میں وارد عدد کا کوئی مفہوم مقصود ہوتا ہے یا نہیں؟

۱۳

.....

۱۴

.....

.....

۱۵

.....

۱۶

.....

۱۷

.....

.....

۱۸

.....

۱۹

.....

- ۱۳- الٹاغوت کہتے ہیں: شیطان کو ہر وہ چیز جس کے ذریعہ آدمی اپنی حد پہلانگ جائے خواہ معبود ہو، یا حاکم یا پیشوں۔
- ۱۴- العیافہ بدشگونی کی ایک شکل ہے: صحیح غلط۔
- ۱۵- جس نے علم نجوم کا کچھ بھی حصہ سیکھا اس نے جادو سیکھا: صحیح غلط۔
- ۱۶- فلکی احوال کا تعلق زمینی حادث سے (نہیں ہوتا ہے ہوتا ہے)۔
- ۱۷- علم نجوم کی قسمیں: اس کا حکم.....
- ۱۸- جادو کے بیان میں، چغل خوری کا ذکر: نسخ کی غلطی ہے تاکہ ان دونوں کے مابین فرق کو واضح کیا جائے۔
- ۱۹- «إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا» یہ: مدح کے لیے ہے ذم کے لیے ہے اس کی حقیقت بیان کرنے کے لیے ہے، اور فیصلہ اس کے اثر کو دیکھ کر کیا جائے گا۔
- ۲۰- العراف کہتے ہیں: کاہن کو اسم عام ہے۔
- ۲۱- کاہن اور کہانت کا باب یہ بتانے کے لیے لائے ہیں کہ: کاہن کون لوگ ہیں ان کے پاس آنے کی کیفیت بیان کریں اس کا حکم بیان کریں مذکورہ سمجھی۔
- ۲۲- اباجاد (علم ابجدر) سیکھنے کی قسمیں ہیں: دو قسم ایک ہی قسم ہے جیسا کہ ابن عباس رض نے بیان فرمایا ہے۔
- ۲۳- جو شخص یہ اقرار کرتے ہوئے کہ غیب اللہ کے سو اکوئی نہیں جانتا، کاہن کی تصدیق کرے، وہ کافر ہے، اور اس کا کفر اکبر ہے اصغر ہے۔
- ۲۴- ایک عورت نے دوسری عورت سے کہا: میں تمہارے شوہر کی خاطر جادو انجام دوں گی، اور اس (کے گناہ) کا کوئی اثر تم پر نہیں ہو گا: دونوں جادو میں شریک تصور کی جائیں گی دوسری کے اپر کوئی گناہ نہیں۔
- ۲۵- کسی آدمی کے بارے میں کہا جائے: اس آدمی پر ”طلب“ کا اثر ہے: ایسا جادو کے بارے میں فال نیک لیتے ہوئے کہا جاتا ہے یہ لفظ بیماری کے علاج کے لیے مستعمل ہے۔
- ۲۶- نصوص اور اقوال سلف اس بات پر دال ہیں کہ جادو کا علاج جادو سے کرنا (حلال نہیں ہے حلال ہے)۔
- ۲۷- جادو کا علاج کیا جائے گا: حجامت (پچھنا گلوانا) کے ذریعے آیت الکری پڑھ کر وارد شدہ دعاؤں کے ذریعے، جیسے یہ دعا: «رَبَّ النَّاسَ أَذِّهَبِ الْبَأْسَ...» مذکورہ سمجھی۔
- ۲۸- نشرہ کی قسمیں ہیں: ۱- ۲-
- ۲۹- آل فرعون کی بد فائی لینے والے عقیدہ کو کس آیت کے ذریعے باطل قرار دیا گیا: ﴿أَلَا إِنَّمَا طَلَّبُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ﴾ ﴿طَلَّبُكُمْ مَعَكُمْ﴾
- ۳۰- بدشگونی لینا توحید کے منافی اس لیے ہے کہ بدشگونی لینے والا: اللہ سے قطع توکل کر کے غیر اللہ پر توکل کرتا ہے اسی چیز سے اپنا تعلق قائم کرتا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مذکورہ سمجھی۔
- ۳۱- ﴿طَلَّبُكُمْ مَعَكُمْ﴾ اس کے قائل ہیں: بستی والے رسول۔

- ۳۲- **﴿ طَهِّرُهُمْ عَنِّدَ اللَّهِ ﴾** یعنی:، **﴿ طَهِّرُكُمْ مَعَكُمْ ﴾** یعنی:
- ۳۳- اللہ کی اجازت سے بیماری منتقل ہوتی ہے: صرف حسی بیماریاں معنوی بیماریاں مذکورہ سمجھی۔
- ۳۴- **﴿ لَا عَذْوَى وَلَا طِيرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ ﴾** اس میں نہیں ہے اس کے: وجود کی تاثیر کی۔
- ۳۵- **﴿ لَا عَدْوَى ﴾** یعنی:، کیا یہ نبی ﷺ کے اس فرمان **﴿ فِرَّ مِنَ الْمُجْذُومِ ﴾** کے مخالف ہے؟
- ۳۶- حدیث **﴿ لَا طِيرَةَ ﴾** اور **﴿ لَا شُؤْمَ إِلَّا فِي ثَلَاثَةِ ﴾** کے درمیان جمع کیا صورت ہو گی؟
- ۳۷- **﴿ لَا هَامَةَ ﴾** یعنی:، **﴿ لَا صَفَرَ ﴾** یعنی:
- ۳۸- **﴿ وَمَا مِنَّا إِلَّا ﴾** یعنی:، اور اس میں ثبوت ہے
- ۳۹- **﴿ لَا نَوْءَ ﴾** یعنی:، **﴿ لَا غُولَ ﴾** یعنی:
- ۴۰- (صفر الخیر) کہنا: جائز ہے فالنیک لینا ہے یہ بدعت کا علان بدعت سے کرنے کے قبیل سے ہے۔
- ۴۱- حدیث میں وارد لفظ ”زجر الطیر“ کا مطلب پرندوں کو ایذا پہنچانا ہے: صحیح غلط۔
- ۴۲- عربوں نے اپنے اندر بہت سے وہی علوم پال رکھے تھے، جیسے الطیرۃ، الژر، العیاف (یہ سمجھی پرندوں کو اڑا کر بدفالي لینے کی قسمیں ہیں) اور الرقی (چھڑا پھونک)، اور اس سلسلے میں جھوٹ گھڑ کر لوگوں کے مابین پھیلادیا تھا، اور اسی قبیل سے ان کا پیدا دعویی بھی ہے کہ دوران سفر شیطانوں کا جھنڈ مختلف رنگوں اور شکلوں میں لوگوں میں لوگوں کے سامنے آتا ہے، اور مقتول شخص کے خون سے ایک پرندہ پیدا ہوتا ہے جسے ہامہ کہا جاتا ہے، بعض لوگوں نے تو یہ تک دعویی کیا کہ انہوں نے جن سے گفتگو بھی کی ہے: صحیح غلط۔
- ۴۳- کتے یا گدھے کی آواز سننے وقت یہ جملہ (خیر این شاء اللہ) (اگر اللہ نے چاہا تو خیر ہی ہو گا) کہنا جائز ہے۔
- ۴۴- کسی ستارہ کے بارے میں یہ کہنا: (حدا ہجوم سعد السعوڈ) (یہ ابھم نیک بخت ہے): جائز ہے ناجائز ہے۔
- ۴۵- فال (نیک) کہتے ہیں: صرف اچھی بات کو ہر وہ قابل تائش شے جو انسان کو چاق و چبند اور کسی کام کے کرنے پر آمادہ و نشیط کر دے، خواہ وہ قول و فعل ہو یا دکھنے اور سنائی دی جانے والی چیز۔
- ۴۶- کسی نے بد شگونی لیا اور قلق و غم میں ڈوبا ہوا بد شگونی کے اثر انداز ہو جانے سے ڈرتے ہوئے بھی وہ کام انجام دیا، ایسا کرنا (جائز ہے شرک اصغر ہے گناہ ہے)، کسی نے بد شگونی لی اور اپنے کام کو چھوڑ کر رک گیا، ایسا کرنا (شرک اصغر ہے کبیرہ گناہ ہے)۔
- ۴۷- (الطیرۃ المذمومۃ) (مذموم فال) کہنا بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعض فال مذموم بھی ہیں۔ صحیح غلط۔
- ۴۸- کسی خاص عدد، جگہ یا طریقے سے بعض رکھنا: مباح ہے بد فال لینے میں داخل ہے۔
- ۴۹- کسی نے شادی کا ارادہ کیا اور اس کے فیصلے کے لیے گلاب کا ایک پھول لیا اور اس کی پتوں کو ایک ایک کر کے یوں الگ کرنا شروع کیا کہ ایک پتی کو الگ کرے اور کہے: شادی کروں گا، پھر الگ پتی الگ کرے اور کہے: شادی نہیں کروں گا، یہاں تک کہ آخری پتی تک پہنچ جائے، ایسا کرنا: فال نیک لینا ہے بد فال لینے میں داخل ہے۔

- ۵۰ کوئی آدمی سفر کرنے کے تعلق سے تردد کا شکار تھا، لہذا اس نے مصحف کھول کر دیکھا اور رحمت والی آیت پر نظر پڑی تو سفر کے لیے نکل پڑا، ایسا کرنا: فال نیک لینا ہے بد فالی لینے میں داخل ہے۔
- ۵۱ ایک آدمی نے سفر کا عزم کیا اور راستے میں کسی کو کہتے ہوئے سن: اللہ آپ کو توفیق دے، یہ سن کر اس کے اندر مزید نشاط پیدا ہو گیا، ایسا کرنا: فال نیک لینا ہے بد فالی لینے میں داخل ہے۔
- ۵۲ کسی کے دل میں بد شگونی کا خیال آیا، لیکن اس بد شگونی نے اسے ارادے سے باز نہیں رکھا اور نہ ہی قلق اور پریشانی میں مبتلا ہوا، تو وہ: آناتا گار ہے اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں۔
- ۵۳ کسی کے دل میں بد شگونی کا خیال آیا، لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے ہوئے اپنے ارادے پر عمل پیرا ہو، تو اس نے: شرک کیا شرک نہیں کیا۔
- ۵۴ اللہ تعالیٰ نے بعض پیاریوں کو متعدد ہونے اور ایک دوسرے میں منتقل ہونے کا سبب بنایا ہے: صحیح غلط۔
- ۵۵ جو غیر اللہ سے کسی چیز کا خوف کھاتا ہے وہ چیز اس پر مسلط کر دی جاتی ہے، یہ بد فالی لینے والے کی سزا ہے۔ صحیح غلط۔
- ۵۶ بہت زیادہ ہنسنے کے بعد یہ کہنا: (اللہ یکہنا شرًّا الصُّکْ) (اللہ ہمارے لیے ہنسنے کی برائی سے کافی ہے): جائز ہے جائز نہیں ہے۔
- ۵۷ کسی نے استخارہ کیا اور سو گیا، اور خواب میں گھبر اہٹ والی چیز دیکھ لی لہذا جس چیز کے لیے استخارہ کیا تھا اسے ترک کر دیا: یہ بد فالی لینا ہے یہ استخارہ کا نتیجہ ہے۔
- ۵۸ دو چیزوں کے درمیان متردد شخص: دعا کرے مشورہ کرے استخارہ کرے دونوں کے بیچ قرعدہ اندازی کرے پہلا اور دوسرا، اور جب کسی کام کا ارادہ کر لے تو استخارہ کرے مذکورہ سمجھی۔
- ۵۹ کسی نے استخارہ کرنے کے بعد سفر کیا، اور دوران سفر اس کا پڑا پھٹ گیا تو اس نے سفر ترک کر دیا، ایسا کرنا: بد فالی لینے میں داخل ہے یہ استخارہ کا نتیجہ ہے۔
- ۶۰ کسی ایک کام کا ارادہ کر لینے کے بعد استخارہ ہو گا، اس قول کی وجہ سے: «فِي هَذَا الْأَمْرِ» (اس معاملہ میں): صحیح غلط۔
- ۶۱ جس کام کی خاطر استخارہ کیا تھا وہ سبب صرف حسی یا شرعي ہو: صحیح غلط۔
- ۶۲ یہ اعتقاد رکھنا کہ ستارہ بارش بر سے کا سبب ہے اور حقیقی فاعل اللہ ہی ہے: صحیح ہے شرک اصرف ہے۔
- ۶۳ ستاروں سے متعلق جاہل عقائد کی جگہ اب موسمی تغیرات نے لے لی ہے صحیح غلط۔
- ۶۴ سورج کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا: (خذ ذی سنی واعظینی سن العروسة) (میری عمر کے بد لے شادی والی عمر دیدے): جائز ہے شرک ہے۔
- ۶۵ چاند کے منازل سکھنے کے سلسلے میں وارد علماء کی مختلف آراء کے مابین اسی طرح جمع کی صورت نکالنا ممکن ہے، جس طرح ہم نے ”شترہ“ کے باب میں جمع لیا تھا: صحیح غلط۔
- ۶۶ علامتیں جن سے راہ یا کی جاتی ہیں: زمینی ہوتی ہیں افقی ہوتی ہیں مذکورہ سمجھی۔

- ۶۷- الرَّحْمَم کہتے ہیں: قربت داروں کو میاں بیوی کے رشتہ داروں کو۔
- ۶۸- جادو دیکھنے والوں کے دلوں پر یوں اثر انداز ہوتا ہے کہ لکڑی سونا نظر آنے لگتی ہے۔ صحیح غلط۔
- ۶۹- وعید والی احادیث جیسے وارد ہوئی ہیں انہیں ویسے ہی گزار دیا جائے، بجائے اس کے کہ دوسرے نصوص (وعدہ والے) سے انہیں متعارض مان کر دونوں کے مابین جمع کی صورت نکالنے کی کوشش کی جائے، تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کا ٹرین بنا رہے۔ صحیح غلط۔
- ۷۰- کبھی کبھی نصوص شرعیہ میں عدد کو حصر علوم اور جمع و تقسیم کی طرز پر بیان کیا جاتا ہے کیونکہ یہ سمجھنے اور یاد رکھنے میں آسان ہوتا ہے: صحیح غلط۔
- ۷۱- جاہلیت کی طرف نسبت کرنے کا مقصد ہے: اس سے نفرت دلانا یہ جہالت اور بے وقوفی بھرا عمل ہے مذکورہ سمجھی۔
- ۷۲- نبی کریم ﷺ کچھ ایسی چیزوں کے بارے میں خبر دیتے ہیں جو واقع ہوں گی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اس کو اپنالیں، جیسے نبی ﷺ کا یہ فرمان: «لَا يَتَرْكُوكُمْ هُنَّ...». صحیح غلط۔
- ۷۳- کبائر گناہ عمل صالح سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے توہ ضروری ہے۔ صحیح غلط۔
- ۷۴- قرآن کے ”کریم“ ہونے کا مطلب ہے: بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے حسین و خوبصورت ہے سمجھی۔
- ۷۵- المطہرون کا معنی ہے: فرشتے قرآن کو صرف پاک آدمی ہی چھوئے۔

تیسرا سوال: گروپ (آ) کے مناسب کلمات کو گروپ (ب) کے مناسب کلمات سے جوڑیں:

ب

ا

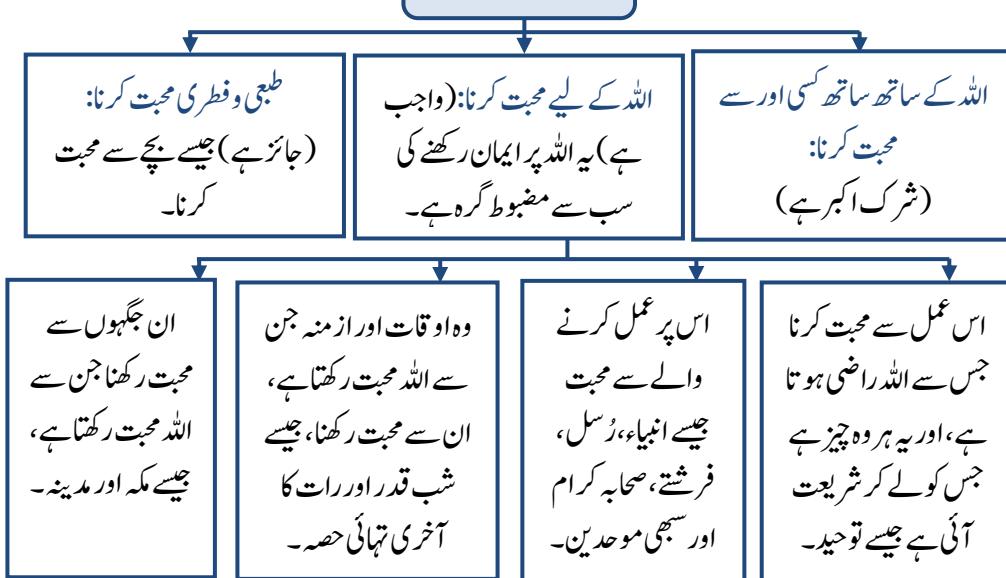
ہمارے اور ان کے مابین تجارت یا اسلام سکھنے کی غرض سے معاهدة امن ہو۔	مُعاحدہ	۱
جادو اور کہانت کی غرض سے زمین پر خط کھینچتیں۔	ذمی	۲
ہمارے اور ان کے مابین عہد ہو کہ نہ ہم ان سے لڑیں گے اور نہ وہ ہم سے۔	جبت	۳
جو جزیہ دینے کی وجہ سے مسلم حکومت کی ذمہ داری میں ہو۔	مُستَأْمِن	۴
کاشنا اور تفریق ڈالنا۔	طیرہ	۵
ایسی مکمل فصاحت جو دلوں کو مسخر کر دے اور افکار بدل ڈالے۔	الْعُضْدُ	۶
یہ کاہن، نجومی اور رمال وغیرہ کے لیے عمومی نام ہے۔	کبیرہ	۷
ہر وہ چیز جس پر خاص سزا مقرر کی گئی ہو۔	بیان	۸
بدقالی یا نیک فال لینے کی خاطر پرندوں کو اٹانا۔	طرق	۹
کسی آواز کو سن کر، کسی چیز کو دیکھ کر، جگہ اور وقت سے بدقالی لینا۔	عراف	۱۰
ہر وہ چیز جس میں کوئی بھلانی نہ ہو جیسے جادو وغیرہ۔	عیانہ	۱۱

النَّفَرِ يَوْمَ النَّفَرِ يَلْقَوْلُ الْمُفَيدَ

ساتویں قسم: دلوں کے اعمال (۱۹ ابواب)

[۳۱] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَنْخُذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنَّدَادًاٰ تُحْمِلُهُمْ كَحْبَ اللَّهِ﴾ الآیة (پچھے لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا ہمسر اور شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے یوں محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے ہونی چاہیے) کا باب

محبت کی قسمیں:



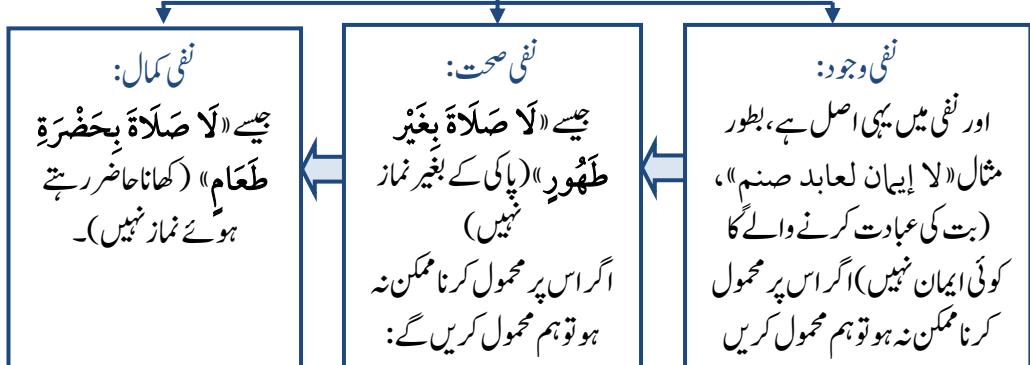
دوسری اور تیسرا دلیل:

[۲] ارشاد الہی ہے: ﴿قُلْ إِنَّ كَانَ أَبَاكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ﴾ (آپ کہہ دیں کہ اگر تمہیں اپنے باپ، بیٹے) سے لے کر ﴿أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنْ أَنَّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ الآیة۔ (اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہیں) تک۔

[۳] انس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلیمان نے فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالدِّهِ وَوَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنی اولاد باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔" اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

- ﴿إِنَّا أَنَا أَنْتُمْ وَأَنْتَأُنَا كُمْ...﴾: ان لوگوں کی محبت عبادت والی محبت نہیں ہے، لیکن ان کی محبت اگر اللہ کی محبت پر غالب آجائے تو عقوبت کا سبب بن جاتی ہے۔
- ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ﴾: یہاں کمال ایمان کی نفی کی گئی ہے، الایہ کہ کوئی ایسا شخص جس کے دل میں آپ ﷺ کی محبت بالکل بھی نہ ہو۔

کسی چیز کی نفی کے حالات:



- حدیث کی مناسبت ظاہر ہے، کیونکہ نبی ﷺ سے محبت رکھنے کا مطلب اللہ سے محبت رکھنا ہے، اور نبی ﷺ سے محبت مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے رکھی جائے گی:
 - کیونکہ آپ ﷺ کے رسول ہیں، اور جب اللہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے تو اس کا رسول بھی آپ کے نزدیک ساری مخلوقات سے بڑھ کر محبوب ہونا چاہیے۔
 - کیونکہ آپ ﷺ نے اللہ کی اکمل طریقے سے عبادت کی اور اس کی رسالت کو لوگوں تک پہنچایا۔
 - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکارم اخلاق اور محسان اعمال سے نواز ہے۔
 - کیونکہ نبی ﷺ آپ کی ہدایت، تعلیم اور توجیہ و رہنمائی کا سبب ہیں۔
 - کیونکہ آپ نے تبلیغ رسالت کے دوران ملنے والی مصیبتوں پر صبر سے کام لیا۔
 - کیونکہ نبی ﷺ نے اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اپنی جان، مال اور تمام کو ششیں صرف کر دیں۔
- نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے کیسے محبت کی جائے گی؟

آپ ﷺ کی سنتوں کو سیکھ کر کے، ان پر عمل کر کے، ان کی طرف دعوت دے کر کے، ان کا دفاع کر کے، آپ ﷺ کے فرمان کو تمام لوگوں کے فرمان پر مقدم کر کے اور آپ ﷺ کے طریقے کی پیروی کر کے۔

النَّفِيُّ يَمْوُدُ النَّفِيَّ لِلْقُولِ الْمُفَيْدِ

اللَّهُ كَمَنْ سَاتِهِ مَجْبَرُهُ كَمَنْ سَلِيلُهُ مِنْ لُوْغُوْنَ كَمَنْ أَقْسَامُهُ هُنْ

جو انداد (غیر اللہ) سے مجبت رکھتے ہیں اور اللہ سے بالکل بھی مجبت نہیں رکھتے، یہ شرک کی سب سے بُری صورت ہے۔	جو انداد (غیر اللہ) سے اللہ سے بھی بڑھ کر مجبت رکھتے ہیں، یہ شرک اکبر ہے۔	جو انداد (غیر اللہ) سے اللہ کے مانند ہی مجبت رکھتے ہیں، یہ شرک اکبر ہے۔	جو اللہ سے مجبت رکھتے ہیں اور اللہ سے مجبت رکھنے کی طرح کسی اور سے مجبت نہیں رکھتے، اسی کا نام اخلاص ہے۔
--	---	---	---

چار سے لے کر چھ تک دلائل:

[۲] بخاری اور مسلم ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَةَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ؛ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْدَفَ فِي النَّارِ» ”تین اوصاف ایسے ہیں جس میں وہ پائے جائیں، ان کی بدولت وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرتا ہے: یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب سمجھے، کسی سے محض اللہ کے لیے ہی مجبت کرے، جب اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچالیا ہے تو اب وہ دوبارہ کفر کی طرف لوٹنے کو ایسے ہی ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالا جانا سے ناپسند ہے۔“، اور ایک روایت میں یوں ہے: «لَا يَجِدُ أَحَدٌ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى...» ”کوئی بھی شخص ایمان کی حلاوت اور چاشنی اس وقت تک محسوس نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ“ اخ۔

[۵] اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ”جو شخص (کسی سے صرف) اللہ کے لیے مجبت رکھے، اللہ کے لیے دوستی اور اللہ کے لیے دشمنی رکھے (تو جان لینا چاہیے کہ) اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی و مجبت) انہیں کاموں سے حاصل ہو سکتی ہے اور کوئی بھی شخص ان امور کے بغیر ایمان کا ذائقہ اور مٹھاس نہیں پا سکتا اگرچہ وہ بہت نمازیں پڑھے اور بکثرت روزے رکھے۔ عام لوگوں کی آپس میں مجبت اور تعلقات دنیاوی امور پر استوار ہیں۔ یہ چیز (اللہ تعالیٰ کے ہاں) اپنے کرنے والوں کے لیے کچھ سود مند ثابت نہ ہوگی۔“ اس اثر کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔

[۶] اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ ﴿وَنَقَطَّعَتْ بِهِمْ الْأَسْبَابُ﴾ (قیامت کے روز سارے اسباب و وسائل ختم ہو جائیں گے) کی تفسیر میں فرمایا: «الْمَوَدَّةُ». بیہاں اسباب و وسائل سے مراد: دوستی، مجبت اور تعلقات ہیں۔

عبادت کے اعتبار سے محبت:

وہ محبت جو بذات خود عبادت نہیں ہے:

- اللہ کے واسطے محبت کرنا: جیسے انبیاء و رسل ﷺ سے محبت رکھنا۔
- رحمت اور مہربانی والی محبت: جیسے اولاد اور چھوٹے بچوں سے محبت...
- تعظیم اور احترام والی محبت: جیسے والد اور استاد سے محبت کرنا...
- طبعی محبت: جیسے کھانے پینے سے محبت کرنا...

وہ محبت جو بذات خود عبادت ہے: ایسی عبادت والی محبت صرف اللہ کے لیے ہی ہوگی، جو ایسی فروتنی و خاکساری اور تعظیم کو واجب قرار دے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجا لایا جائے اور نواعی سے اجتناب کیا جائے۔

- سب سے اعلیٰ و اشرف پہلی قسم ہے، اور بقیہ مباح ہیں لیکن اگر اس کے ساتھ ایسی چیز شامل ہو جائے جو بندگی کی متقاضی ہو تو پھر یہ عبادت کی قسم میں داخل ہو جائے گی۔
- «حَلَوَةَ الْإِيمَان»: اطمینان، راحت اور سکون کی وہ کیفیت جو انسان اپنی ذات اور دل میں پاتا ہے۔
- «مَنْ أَحَبَّ فِي اللَّهِ»: جس سے اللہ نفرت کرتا ہے وہ بھی نفرت کرتا ہے اور جس سے اللہ محبت کرتا ہے وہ بھی محبت کرتا ہے۔
- ﴿وَنَقَطَعَتِ﴾: وہ تمام اسباب منقطع ہو گئے جن سے مشرکین اپنا تعلق جوڑتے تھے، اور جس محبت کا اظہار وہ بتوں سے کیا کرتے تھے۔

ولایت:

بندے کی جانب سے اللہ کے لیے یہ شرعاً واجب ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (﴿وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾) (اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے دوستی کرے۔)

اللہ کی جانب سے بندے کے لیے:

خاص عنایت، توفیق اور ہدایت والی ولایت، یہ مونوں کے ساتھ خاص ہے۔

عام تدبیر و تصریف والی ولایت، یہ مومن و کافر سبھی کو شامل ہے۔

مسائل:

پہلا: سورہ بقرہ کی آیت (﴿وَمَنْ أَنْتَ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا﴾) کی تفسیر۔

دوسرہ سورہ برأت (توبہ) کی آیت (﴿ قُلْ إِنَّ كَانَ إِلَّا أَبَانَ وَكُمْ وَأَبَنَا وَكُمْ ﴾) کی تفسیر۔

تیسرا: اپنی جان، اہل و عیال اور مال و منال کے مقابلے میں نبی ﷺ کی محبت (مقدم) ہے۔

چو تھا: ہر صورت میں ایمان کی نفی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے (الایہ کے کسی کا دل نبی ﷺ کی محبت سے بالکل غالی ہو، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اصل ایمان کی نفی ہو گی، ورنہ اس سے مراد ایمان کی کمی بھی ہو سکتی ہے)۔

پانچواں: ایمان کی ایک مٹھاں ہے، تاہم کبھی اس کا احساس ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

چھٹا: چار قلبی اعمال ایسے ہیں جن کے بغیر انسان اللہ کی ولایت حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ان کے بغیر ایمان کا ذائقہ چکھ سکتا ہے (اللہ کی خاطر دوستی رکھے، اللہ کی خاطر دشمنی کرے، اللہ کی خاطر محبت رکھے اور اللہ کی خاطر نفرت کرے)۔

ساقواں: صحابہ کرام ﷺ نے واقعات و حقائق کی روشنی میں سمجھ لیا تھا کہ عام لوگوں کے تعلقات اور میل جوں مخفی دنیا کی خاطر ہیں (ہے حال ان کے زمانہ میں تھا تو ہمارے زمانہ کی حالت کا تصور کیا جاسکتا ہے)۔

جوں محض دنیا کی خاطر ہیں (ہے حال ان کے زمانہ میں تھا تو ہمارے زمانہ کی حالت کا تصور کما حاصل کتا ہے)۔

آٹھواں: آیت مبارکہ (وَنَقَطَعَتِ الْأَسْبَابُ) کی تفسیر۔ (مثلاً: محبت وغیرہ جیسے اسباب کا منقطع ہونا)۔

نوائیں: بعض مشرکین ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں (اور مومنوں کو بایس معنی

نوفوقيت حاصل ہے کہ مومنوں کی محبت اللہ سے مشرکین کی بتوں سے محبت کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے۔)

دسوال: آیت مبارکہ میں مذکور آٹھ اشیاء جس شخص کو اپنے دین سے زیادہ پیاری ہوں، اس کے لیے سخت

وَعَلَدْ مَعَ

گپار ہواں: کسی کا اینے باطل معبود سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے برابر محبت رکھنا، شرک اکبر ہے۔

﴿۳۲] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّمَا ذَلِكُمُ الْشَّيْطَنُ يُحَوِّفُ أُولَئِكَءِ هُوَ، فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونَ إِنْ كُنُّمْ مُؤْمِنِينَ﴾ الآیہ (یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، سو تم ان سے نہ ڈرو اور اگر تم ایمان رکھتے ہو تو صرف مجھ سے ڈرو) کا باب

مؤلف عزیز شلیلیہ محبت کے بیان کے بعد خوف کا ذکر کر رہے ہیں، کیونکہ اللہ کی عبادت دوچیزوں پر لگی ہوئی ہے: محبت: اسی کی وجہ سے ادامر کی پابندی ہوتی ہے، خوف: اسی کی وجہ سے نواہی سے اجتناب ہوتا ہے۔

خوف اور ڈر کی اقسام:

طبعی اور فطری خوف (مبارح):
﴿فَرَجَعَ مِنْهَا خَائِفًا يَرْتَقِبُ﴾ (پس موسی علیہ السلام وہاں سے خوفزدہ ہو کر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے)، خوف کی یہ قسم اگر واجب ترک کرنے یا حرام کام انجام دیتے پر ابھارے تو حرام ہے۔

عبادت، خاکساری، تعظیم اور خشوع و خصوع والا (سری) خوف
 اس کو غیر اللہ کے لیے انجام دینا شرک اکبر ہے، اور لوگ اس میں افراط و تفریط کے شکار اور معتدل رو یہ رکھنے والے ہیں۔

- **﴿يُخَوِّفُ أُولَئِكَءِ هُوَ﴾**: شیطان ہر اس شخص کو ڈراتا ہے جو واجب اعمال ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔
- **﴿فَلَا تَخَافُوهُمْ﴾**: (ان سے ڈرو نہیں) بلکہ جو کرنے کا حکم میں نے دیا ہے اسے کر گزو، اور فریضہ امر بالمعروف والنبی عن المکر پر عمل کرو، ان لوگوں سے ڈرو نہیں، اور جب جس انسان کو اللہ کی معیت اور مدد جائے اس پر کوئی غلبہ نہیں پاسکتا۔

دوسری دلیل:

ارشادِ الہی ہے: **﴿إِنَّمَا يَعْمَلُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ مَاءَمَنَ بِإِلَهَهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَءَاقَى الْزَكَوَةَ وَلَمْ يَخْشِ إِلَّا اللَّهُ﴾** الآیہ۔ (اللہ کی مسجدوں کی رونق و آبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں نمازوں کے پابند ہوں، زکوٰۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں۔

الْتَّقْبِيُونَ الْتَّقْبِيُونَ قَوْلَ الْمُفَيْدِ

• **﴿مَنْ ءَامَرَنَّ بِإِلَهٍ﴾**: بہت سارے مقامات پر ایمان باللہ اور آخرت پر ایمان کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ پر ایمان رکھنا رجاء اور امید پیدا کرتا ہے، جبکہ آخرت پر ایمان رکھنا اللہ سے خوف کھانے پر ابھارتا ہے۔

• **﴿وَأَقَامَ الْعَصْلَوَةَ﴾**: یعنی اس کو مکمل طریقے سے ادا کرتا ہے کہ اس میں کوئی نقص باقی نہیں رہتا، اور نماز قائم کرنے کی دو صورتیں ہیں:

۱. واجب صورت: شروط، ارکان اور واجبات جیسی ضروری اور لازمی چیزوں پر اتفاق کرنا۔

۲. مستحب صورت: واجب پر اضافہ کرنا، لہذا واجب کے ساتھ ساتھ مستحبات کا بھی خیال رکھنا۔

• **﴿وَلَمْ يَنْجِشِ﴾**: خشیت ایسے خوف اور ڈر کو کہتے ہیں جس میں نخشی (جس سے ڈر جائے) اور اس کی

حالت کا علم شامل ہوتا ہے۔ خوف اور خشیت کے مابین فرق مندرجہ ذیل ہیں:

۱. خشیت کا مطلب ہے کہ جس ذات سے آدمی خشیت کھاتا ہے اس کے مقام و مرتبہ کا اسے علم ہو، جبکہ خوف عام ہے جو جاہل کے اندر بھی پایا جاتا ہے۔

۲. جس سے آدمی اس کی عظمت کے پیش نظر ڈرے وہ خشیت کہلاتی ہے، جبکہ خوف، خائف کے ضعف کا بھی نتیجہ ہو سکتا ہے۔

• **﴿فَعَسَيَ﴾**: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ”عسی“ (ممکن ہے، توقع ہے) کے استعمال کا مطلب ہے کہ یہ چیز یقینی طور پر واجب ہے، لیکن ترجیٰ“ (امید) کا صیغہ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ انسان غرور میں بتلانہ ہو کہ اب تو اسے مذکورہ صفت سے متصف ہونے کی یقینی سند مل گئی۔

تعمیر مسجد کی صورتیں۔ تعمیر کی ضد تخریب ہے ﴿وَمَنْ أَظْلَمَ مِمَّنْ
مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا أَسْمُهُ، وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا﴾ (اس
شیخ سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے
ذکر کیے جانے کو روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے):

معنوی تعمیر: نماز، ذکر اور قرآن کی تلاوت
کے ذریعے، اور اس کی ضد تخریب معنوی
ہو گی، مسجد کو شرک و بدعت کا اڈہ بنادینا۔

حسی تعمیر: عمارت بناؤ کر، فرش بچھا کر، صفائی اور اصلاح
و درستگی کے ذریعے، جبکہ اس کی حسی (ظاہری) تخریب
مسجد کو منہدم کرنا اور اسے نقصان پہنچانا ہے۔

تیری دلیل:

ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَنْ أَنْتََسَ مَنْ يَقُولُ إِيمَانَكَ إِنَّ اللَّهَ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ الْمُتَّسِّفِينَ كَعَذَابَ اللَّهِ﴾ الآیة۔ (اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب اللہ کی راہ میں
کوئی مشکل آن پڑتی ہے تو لوگوں کی ایذا ہی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح بناتے ہیں)۔

• یہ بات معلوم ہے کہ انسان اللہ کے عذاب سے راہ فرار اختیار کرتا ہے لہذا اللہ کے حکموں کو بجالاتا ہے،
مگر ضعیف الایمان شخص کو جب انسانوں کی طرف سے کوئی ایذا پہنچتی ہے تو وہ اسے اللہ کے عذاب کی
طرح باور کرتا ہے، اور لوگوں کے فتنوں سے بچنے کی خاطر ان کی خواہشات کے موافق عمل کرنا شروع کر
دیتا ہے جو کہ اس کے لیے عذاب کے مانند ہے، اور کبھی کبھی تو وہ ان سے ایسے ہی ڈرتا ہے جیسے وہ اللہ سے
خوف کھاتا ہے، وہ اس طرح کہ اس نے ان کی طرف سے ملنے والی تکلیفوں کو اللہ کے عذاب کے مانند سمجھ
لیا اور لوگوں کی اذیتوں اور ان کے طنز و تعریض سے بچنے کے لیے ناجائز خواہشات اور مطالبہ کے سامنے
سپرڈاں دی۔

• آیت میں اس بات سے ڈرایا گیا ہے کہ انسان وہ چیز کہے جو اس کے دل میں نہ ہو (یعنی دل میں کچھ اور زبان
پر کچھ)۔

الْتَّقْبِيْعُ بِالْتَّقْبِيْعِ لِلْقَوْلِ الْمُفَيْدِ

چو تھی دلیل:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مر فو عا مردی ہے: «إِنَّ مِنْ ضَعْفِ الْيَقِيْنِ أَنْ تُرْضِيَ النَّاسَ بِسَخْطِ اللَّهِ، وَأَنْ تَحْمَدَهُمْ عَلَى رِزْقِ اللَّهِ، وَأَنْ تَذْمَهُمْ عَلَى مَا مِنْ يُؤْتِكُ اللَّهُ، إِنْ رِزْقَ اللَّهِ لَا يَجُوهُ حَرْصٌ حَرِيْصٌ، وَلَا يَرْدُهُ كَرَاهِيْةً كَارِهٌ» یہ ایمان و یقین کی کمزوری ہے کہ تو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرے اور اللہ کے دیے ہوئے رزق پر لوگوں کی تعریف کرے اور اللہ نہ دے تو لوگوں کی نہ مرت کرے۔ بے شک اللہ کے رزق کو نہ کسی حریص کا حرص کھینچ سکتا ہے اور نہ کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی، اسے روک سکتی ہے۔

• «أَنْ تُرْضِيَ النَّاسَ»: کہ تم اللہ تعالیٰ سے زیادہ ان لوگوں سے ڈرنے لگو، اور ان کو نصیحت ہی کرنا چھوڑ

دو

• «وَأَنْ تَحْمَدَهُمْ»: تم پوری طرح انہیں کی تعریف میں لگ جاتے ہو اور یہ بھول جاتے ہو کہ مُسَبِّب الاسباب اللہ تعالیٰ ہے۔

• «وَأَنْ تَذْمَهُمْ»: کیونکہ اللہ نے اگر اسے تیری تقدیر میں لکھا ہوتا تو اس کے اسباب تیرے لیے مہیا ہو جاتے، لہذا اللہ عزوجلّ کی قضاو قدر پر راضی رہنا ہر حال میں واجب ہے۔

پانچیں دلیل:

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ نے فرمایا: «مَنْ التَّمَسَ رِضَا اللَّهِ بِسَخْطِ النَّاسِ؛ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَأَرْضَى عَنْهُ النَّاسَ، وَمَنْ التَّمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخْطِ اللَّهِ، سَخَطَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَسْخَطَ عَلَيْهِ النَّاسَ» جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی رکھے اللہ اس سے راضی ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی رکھتا ہے، اور جو شخص اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

- «مَنْ الْتَّمَسَ»: لوگوں سے ڈر کران کی رضامندی تلاش کرے، گویا اس نے لوگوں کے ڈر کو اللہ کے ڈر پر مقدم کر دیا۔

فواہد حدیث:

۱. رضاۃ الہبی کی طلب واجب ہے چاہے کوئی شخص ناراض ہو جائے، کیونکہ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہی ہے۔
۲. اللہ کی تعالیٰ کی ناراضگی میں لوگوں کی رضامندی تلاش کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔
۳. اللہ کے لیے صفت ”رضا“ اور صفت ”سخط، یعنی ناراضگی“ کو بغیر کسی تشییہ و تمثیل کے حقیقی معنوں میں ثابت کرنا جو اس کے شایان شان ہے۔

مسائل:

پہلا: سورہ آل عمران کی آیت (﴿إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَنُ يُخْوِفُ أَوْلَيَاءَهُ﴾) کی تفسیر۔
دوسرہ: سورہ برأت (توبہ) کی آیت (﴿إِنَّمَا يَعْمَرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ﴾) کی تفسیر۔

تیسرا: سورۃ العنكبوت کی آیت (﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ إِيمَانَكَا إِلَيَّ اللَّهُ﴾) کی تفسیر۔

چوتھا: ایمان اور یقین کبھی قوی اور کبھی کمزور ہوتا رہتا ہے۔

پانچواں: ایمان اور یقین کی کمزوری کی تین علامات ہیں (اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرنا، اللہ کے عطا کیے ہوئے رزق پر انسانوں کی تعریف کرنا، اور اللہ نے جو مقدر نہیں کیا ہے اس پر لوگوں کی مذمت کرنا)۔

چھٹا: صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، فرائض دین میں سے ایک فریضہ ہے۔

ساتواں: جس نے ایسا کیا اس کا ثواب یہ ہے (کہ اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیتا ہے)۔

آٹھواں: جس نے ایسا نہیں کیا اس کی سزا یہ ہے (کہ اللہ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتا ہے)۔

[۳۳] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ (اگر تم

صاحب ایمان ہو تو صرف اللہ ہی پر توکل کرو) کا باب

• محبت اور خوف کا ذکر کرنے کے بعد مولف عزیز شبلی نے یہاں یہ بیان کیا ہے کہ مطلوب و مرغوب شے کا حصول اور ناپسندیدہ چیز سے دوری صرف توکل کے ذریعے ہی ممکن ہے، اور توکل کے بغیر تحقیق عبادت بھی ممکن نہیں ہے، توکل کا دین میں بڑا اعلیٰ مقام و مرتبہ ہے، لہذا انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور بھروسہ رکھے۔

• ﴿وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا﴾: معمول کو مقدم کرنا حصر کافا نکدہ دیتا ہے، جس سے پہنچتا ہے کہ توکل کی نفی کمال ایمان کی نفی ہے، الایہ کہ کسی شخص کا کلی اعتماد غیر اللہ پر ہی ہو تو پھر یہ شرک اکبر ہے۔

توکل کہتے ہیں: جائز اسباب اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد کرنا، لہذا اللہ پر حقیقی اور سچا اعتماد اور جائز و مشروع اسباب اختیار کرنا نہایت ضروری ہے، اور اس کی درج ذیل قسمیں ہیں:

وکیل بنانا: ایسا کہنا کہ (میں نے فلاں پر توکل کیا) یا (میں نے اللہ پر پھر فلاں پر توکل کیا) درست نہیں ہے، بلکہ ایسا کہہ: (میں نے فلاں کو اپنا وکیل بنایا یعنی جو معاملہ آدمی خود انجام دے سکتا ہو، اسے دوسرے کے سپرد کر دے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کو اپنے عام اور خاص امور کا وکیل بنایا ہے اور اپنے معاملات کی انجام دہی کے لئے انہیں وکیل (نائب) مقرر کیا

ایک طرح کی محتاجی کی کیفیت کے ساتھ کسی زندہ آدمی پر بھروسہ کرنا، یہ شرک اصغر ہے، جیسے کوئی روزی کی خاطر کسی شخص پر محتاجی کی کیفیت کے ساتھ اعتماد کرے۔

تمام امور بالکلیہ اللہ کو ہی سونپ دینا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ نفع پہنچانا اور نقصان دور کرنا صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، اس کو غیر اللہ کے لیے انجام دینا شرک اکبر ہے۔

دوسری اور تیسرا دلیل:

[۲] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلَيَّتْ عَلَيْهِمْ إِيمَنُهُمْ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ ﴿الَّذِينَ يُقْيِمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾۔ (پس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں)۔

[۳] ایک جگہ اور اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ حَسِبُوكُمْ اللَّهُ وَمَنْ أَتَّبَعَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (اے نبی ﷺ) آپ کے لیے صرف اللہ کافی ہے اور ان مونوں کے لیے جو آپ کی پیروی کر رہے ہیں)۔

- ان صفات سے متصف نہیں ہونے کے باوجود بھی انسان مون ہوتا ہے، (لیکن ایسی صورت میں اس کا ایمان ناقص ہوتا ہے)۔
- ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ حَسِبُوكُمْ اللَّهُ وَمَنْ أَتَّبَعَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (اے نبی ﷺ) آپ کے لیے اللہ ہی کافی ہے، اور آپ کی پیروی کرنے والے مونوں کے لیے بھی اللہ ہی کافی ہے، لہذا آپ اور آپ کی پیروی کرنے والے سبھی اللہ پر ہی توکل کریں۔

الْتَّقْيَا مِنَ الْمُفْدَدِ

اللہ تعالیٰ نے اس آیت اور اس کے بعد کی پانچ آیتوں میں ایمان کامل کے پانچ اوصاف بیان کیے ہیں:

یعنی: آیتوں کے اللہ کی تعظیم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ان کے دل کا نپ جاتے ہیں، لہذا ایمان کی علامت یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو مومن کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو۔

﴿إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ
قُلُوبُهُمْ﴾

یعنی: تصدیق اور تلاوت کی سماعت کرتے ہوئے، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کبھی کبھی اپنی قراءت کے مقابلے دوسروں کی قراءت سے زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے۔

﴿وَإِذَا تُلِيهِمْ عَلَيْهِمْ أَيْمَنُهُ
زَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾

یعنی: وہ صرف اللہ پر اعتماد کرتے ہیں نہ کہ غیر اللہ پر، اس کے باوجود وہ لوگ اسباب اختیار کرتے ہیں، اور یہی موضع شاہد ہے۔

﴿وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

یعنی: نماز کو کامل اور مستقیم طریقے پر ادا کرتے ہیں، اور صلاۃ (نماز) اسی جنس ہے جو فرائض و نوافل سبھی کو شامل ہے۔

﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ
الصَّلَاةَ﴾

یہ تعریف پورا خرچ کرنے والے اور کم خرچ کرنے والے دونوں کے لیے ہے، جو پورا خرچ کرے وہ اس تعریف میں اسی وقت شامل ہو سکتا ہے جبکہ اس کا توکل اللہ پر ہو۔

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسِيبٌ﴾

چوتھی دلیل:

ارشاد عالی ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسِيبٌ﴾ (اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ اسے کافی ہو گا)

- یعنی اس کے اہم امور کے لیے اللہ کافی ہو گا اور اس کے معاملہ کو آسان کر دے گا، گرچہ اسے کچھ تکلیفیں کیوں نہ پہنچیں لیکن اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو گا، نبی ﷺ سید المتقین تھے اس کے باوجود آپ کو تکلیفیں پہنچیں لیکن آپ کو کوئی نقصان اور ضرر نہیں پہنچا۔
- اور آیت کا مفہوم (مخالف) یہ بھی ہے کہ جو غیر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے شر مندگی اٹھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے چھوڑ دیتا ہے۔

پانچویں دلیل:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: **«حَسْبَنَا اللَّهُ وَنَعْمَ الْوَكِيلُ؛ قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ وَكَلَّهُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ وَكَلَّهُ حِينَ قَالُوا: إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَأَخْشَوْهُمْ فَرَأَدُهُمْ إِيمَنًا وَقَالُوا حَسْبَنَا اللَّهُ وَنَعْمَ الْوَكِيلُ»**، حضرت ابراهیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا: (اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہتر کار ساز ہے)، اور اسی طرح جب لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ کہا کہ (کافروں نے تمہارے مقابلہ پر لشکر جمع کر لیے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھادیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کار ساز ہے)۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

یہ قصہ نصوص صحیح سے ثابت ہے، کہ ابوسفیان جب احمد سے واپس ہوا تو اس نے اپنے گمان کے مطابق یہ سوچا کہ نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر پلٹ کروار کر کے ان کا قصہ تمام کر دے گا، راستے میں چند سواروں سے اس کی ملاقات ہوئی تو ان سے کہا: تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ: ہم مدینہ جا رہے ہیں، تو اس نے ان سواروں سے کہا: محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ کو یہ بات پہنچا دو کہ ہم ان کی طرف پلٹ کر آ رہے ہیں تاکہ ان کا قصہ تمام کر دیں، جب یہ سوار مدینہ پہنچ تو لوگوں کو اس کے بارے میں خبر دیے، یہ سن کر نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: **«حَسْبَنَا اللَّهُ وَنَعْمَ الْوَكِيلُ»** (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کار ساز ہے) مسلمان تقریباً ستر (۷۰) کی تعداد میں لٹکے یہاں تک کہ حراء اسد پہنچ، پھر ابوسفیان اپنی رائے سے پلٹ گیا اور مکہ لوٹ گیا۔ یہ اللہ کا اپنے رسول ﷺ اور مونوں کے لیے کافی ہونا ہے جب انہوں نے اللہ پر اعتماد اور توکل کیا۔

ضروری وضاحت:

یہ بات علمائے مصطلح کے نزدیک مشہور ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اسرائیلیات نقل کرتے ہیں، جبکہ یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں سے ہیں جو بنی اسرائیل سے نقل کرنے سے منع کرتے ہیں۔

بنی اسرائیل سے مروی اخبار (اسرائیلیات) کی ہم تصدیق کریں یا تکنیزیں؟

۱. اگر ہماری شریعت میں آیا ہو کہ یہ حق ہے تو ہم اس کی تصدیق کریں گے۔

۲. اگر ہماری شریعت میں آیا ہو کہ یہ جھوٹ ہے تو ہم اس کی تکنیزیب کریں گے۔

۳. اگر ہماری شریعت میں اس کے تعلق سے تصدیق و تکنیزیب وارد نہ ہوئی ہوں تو ہم توقف اختیار کریں گے۔

مسائل:

پہلا: اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا دینی فریضہ ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایمان کو معلق قرار دیا ہے)۔

دوسرہ: توکل ایمان کی شرطوں میں سے ہے۔

تیسرا: سورہ انفال کی آیت (﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ﴾) کی تفسیر۔

چوتھا: آیت کا آخری کلمہ (﴿يَكَانُوا أَنَّمَا حَسِبُكُمُ اللَّهُ﴾) کی تفسیر۔

پانچواں: سورہ طلاق کی آیت (﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسِيبٌ﴾) کی تفسیر۔

چھٹا: اس سے کلمہ ﴿حَسِبُنَا اللَّهُ وَيَعْلَمُ الْوَكِيلُ﴾ کی عظمت و فضیلت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے دو خلیلوں حضرت ابرہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید مشکل اور پریشانی کے وقت یہ کلمہ پڑھا تھا۔

(اس باب سے جو چیزیں ثابت ہوتی ہیں وہ یہ ہیں: ایمان میں زیادتی ہونا، شدائد و مصائب کے وقت انسان کو چاہیے کہ اسباب اختیار کرتے ہوئے اللہ پر ہی توکل کرے، اور یہ کہ اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ نبی ﷺ کا اتباع کرنا بندوں کے لیے اللہ کے کافی ہونے کا سبب ہے۔

[۳۷] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿أَفَأَمِنُوا مَكْثُرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمُنُ مَكْثُرَ اللَّهِ إِلَّا
الْقَوْمُ الْخَيْرُونَ﴾ (کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہیں، اللہ کی تدبیر سے وہی
لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو گھاٹا اٹھانے والے ہوں) کا باب۔

- یہ باب مشتمل ہے: اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو جانے اور اللہ کی رحمت سے نامید ہو جانے کے بیان پر،
یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، مؤلف عزیز اللہ علیہ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ
خوف اور رجاء کے مابین رہے، آیت سے ماخوذ فوائد:
 ۱. اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی نعمتوں پر بندے کو ذر کا احساس اور استدراج (مہلت، ڈھیل) ہونے
کا امکان۔
 ۲. اللہ کی خفیہ تدبیر سے خود کو مامون سمجھنے کی حرمت۔

دوسری دلیل:

ارشاد الہی ہے: ﴿قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الظَّالِمُونَ﴾ (اور گمراہ لوگ ہی اللہ کی
رحمت سے مایوس ہوتے ہیں)۔

- آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے وہی مایوس ہوتا ہے جو ہدایت سے محروم ہو اور یوں ہی بھٹک رہا ہو
جسے معلوم ہی نہ ہو کہ اللہ کے لیے کیا واجب ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ انتہائی قریب ہے، اور اللہ کی رحمت سے
مایوس ہونا جائز نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ سے سوئے ظن رکھنے کے مترادف ہے، کیونکہ:
 ۱. یہ اللہ کی قدرت میں طعن کرنا ہے کیونکہ جو یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ کوئی بھی چیز
اللہ کے لیے ناممکن نہیں سمجھے گا۔
 ۲. یہ اللہ کی رحمت میں طعن کرنا ہے کیونکہ جو یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے، وہ اس کو ناممکن نہیں
سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔
- دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ عبادت الہی کے سلسلے میں یہ بھی لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کا
خوف اور اس کی رحمت کی امید رکھی جائے جو کہ شرعاً واجب ہے، اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے
خوفی اور رحمت سے نامیدی سراسر ضلالت و گمراہی اور توحید میں نقص کا سبب ہے۔

تیسراً اور چوتھا دلیل:

[۳] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبھر گناہوں کی بابت دریافت کیا گیا کہ (وہ کون کون سے ہیں؟) تو آپ نے فرمایا: **الشَّرُكُ بِاللَّهِ، وَالْيَأسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ، وَالْأَمْنُ مِنْ مَكْرُ اللَّهِ** ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا، اور اللہ کی تدبیر اور گرفت سے بے خوف ہو جانا۔“

[۴] اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَالْأَمْنُ مِنْ مَكْرُ اللَّهِ، وَالْقُنُوتُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ، وَالْيَأسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ** ”سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو جانا، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے مایوس ہو جانا۔“ اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔

• **الشَّرُكُ بِاللَّهِ**: اس سے مراد شرک اکبر اور شرک اصغر ہے، اور شرک اصغر بھی دیگر کبھر گناہوں سے بڑا ہے۔

• **وَالْأَمْنُ مِنْ مَكْرُ اللَّهِ**: نعمتوں کے حصول کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہے۔

• **وَالْقُنُوتُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ**: اللہ کی رحمت اور حصول مطلوب کو بعید از امکان سمجھے۔

• **وَالْيَأسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ**: مکروہ اور ناپسندیدہ شے کے زائل ہو جانے کو دور سمجھے۔

خلاصہ:

اللہ کی راہ کے راہی کو دوچیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اسے اپنے رب سے روکنے کی کوشش کرتی ہیں، وہ ہیں: اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو جانا اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جانا، جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے یا مرغوب شے حاصل نہیں ہو پاتی تو اگر اس کا تدارک نہیں کر دیتا تو اس کے اوپر مایوسی اور نامایدی طاری ہو جاتی ہے وہ کشادگی اور غم کے بادل چھٹنے کو بعید سمجھنے لگتا ہے اور اس کے اسباب کے لیے کوششیں نہیں کرتا۔ جہاں تک اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہونے کی بات ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ انسان نعمتوں کی کثرت کے باوجود معاصی میں ڈوب رہتا ہے اور اس خام خیالی میں مبتلا رہتا ہے کہ چونکہ وہ حق پر ہے اسی لیے اسے یہ نعمتیں حاصل ہو رہی ہیں، ایسی صورت حال میں کوئی شک نہیں کہ یہ استدراج (اللہ کی طرف سے ڈھیل) ہے۔

مسائل:

پہلا: سورہ اعراف کی آیت (﴿أَفَآمِنُوا مَعَكُّرَ اللَّهِ﴾) کی تفسیر۔
 دوسرا: سورہ حجر کی آیت (﴿قَالَ وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا أَصْنَاعُونَ﴾) کی تفسیر۔
 تیسرا: اللہ کی تدبیر سے بے خوف رہنے پر شدید و عید وار دہ (کہ وہ گناہ کبیر ہے)۔
 چوتھا: اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے پر بھی شدید و عید وار دہ۔

[۳۵] اللَّهُ تَعَالَى كَيْ تَقْدِيرِهِ پُرِ صَبْرٍ كَرْنَا إِيمَانٌ بِاللَّهِ كَا حَصَّةٍ هُوَ

صَبْرٌ كَيْ تَقْدِيرِهِ

تقدير میں لکھی ہوئی پریشانیوں پر صبر کرنا یہاں تک کہ راضی برضا ہو جائے: جیسے قریبی لوگوں کی موت پر صبر کرنا۔

گناہ کے کاموں سے صبر کرنا، یہاں تک کہ اجتناب کر لیا جائے: جیسے شرک اور تمام حرام کاموں سے پرہیز کرنا۔

نیک کاموں پر صبر کرنا، یہاں تک کہ انہیں انجام دے دیا جائے: یہ اوامر پر صبر کرنا ہے، جیسے نماز اور روزہ۔

نیک کاموں پر صبر کرنے کو اس لیے مقدم کیا گیا ہے کیونکہ اس کا تعلق کسی چیز کو لازمی طور پر کرنے سے ہے، پھر گناہ کے کاموں سے صبر کو ذکر کیا ہے کیونکہ اس کا تعلق رک جانے سے ہے، جہاں تک تقدير پر صبر کرنے کا تعلق ہے تو یہ بندے کے بس سے باہر کا معاملہ ہے، بسا اوقات جس (بندے) سے یہ چیزیں متعلق ہوتی ہیں اس اعتبار سے انسان کے لیے گناہ کے کاموں سے صبر کرنا نیک کاموں پر صبر کرنے کے مقابلے میں زیادہ شاق ہوتا ہے۔

مصیبت و پریشانی کے وقت لوگوں کے چار حالات ہوتے ہیں:

شکر ادا کرنے والے (یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے) ان کا خیال ہوتا ہے کہ یہ گناہوں کو مٹانے اور ایمان اور نیکیوں میں اضافے کا سبب ہے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ مصائب ایک سے بڑھ کر ایک ہیں اور آخرت کا عذاب، دنیا کے عذاب سے بہت بڑا ہے۔	راضی رہنے والے (یہ مستحب ہے): اپنے رب سے مکمل طور پر راضی رہنے کی وجہ سے، ایسے لوگوں کے نزدیک نعمت اور مصیبت برابر ہوتی ہیں، وہ انہیں اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہ ان کے رب کا فیصلہ ہے۔	صبر کرنے والے (یہ بالا جماع واجب ہے): دل، زبان اور اعضاء و جوارح سے، یہ ان کے لیے مشکل اور ناپسندیدہ ضرور ہوتا ہے مگر پھر بھی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔	ناراض ہونے والے (ان کا یہ عمل کبیرہ گناہ ہے اور بسا اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے): دل سے (ناراض ہوتے ہیں) زبان سے (ہدیان بکتے اور بر بادی وہلاکت کی دعا کرتے ہیں) اور اعضاء و جوارح سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے (اپنا رخسار پیٹتے، گریبان چاک کرتے، اور بالوں کو نوچتے ہیں)۔
---	--	--	--

پہلی دلیل:

[۱] ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدَ فَلَلَهُ﴾، قَالَ عَلَقْمَةُ: (هُوَ الرَّجُلُ تُصْبِيهُ الْمُصْبِيَةُ فَيَعْلَمُ أَهْنَاهَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ؛ فَيَرْضَى وَيُسْلِمُ) (اور جو کوئی اللہ پر ایمان لاتا ہے، اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے)، حضرت عالمہ عزیز الشیخیہ فرماتے ہیں: ”اس سے مراد ایسا شخص ہے جسے کوئی تکلیف پہنچ تو وہ یہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، چنانچہ وہ اس پر راضی ہو اور دل سے اسے تسلیم کرے۔“

• ﴿يَهْدِ فَلَلَهُ﴾: اللہ تعالیٰ اسے اطمینان عطا فرماتا ہے، اور جب دل ہدایت پا جائے تو اعضاء و جوارح بھی ہدایت پا جاتے ہیں۔

دوسری دلیل:

[۲] صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اَشْتَانَ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الْطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ» ”لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں: (لوگوں کے) حسب نسب پر طعن کرنا، اور فوت شدہ پر نوحہ کرنا۔“

• «الْطَّعْنُ فِي النَّسَبِ»: یعنی اس میں عیب جوئی کرنا یا اس کا انکار کرنا، یہ کافر انہ عمل ہے۔
 • «وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ»: یہی موضع شاہد ہے، کہ نوحہ کرنا ناراً اٹکنی کی دلیل ہے۔

تیسرا دلیل:

[۳] صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع امر وی ہے کہ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَ الْجُيُوبَ، وَدَعَ عَبْدَعَوَى الْجَاهِلِيَّةَ» ”جو شخص (صدے کے وقت) گالوں پر طما نچہ لگائے، گریبان پھاڑے اور جہالت کے بول بولے، وہ ہم میں سے نہیں۔“

چو تھی دلیل:

[۲] اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعِبِيدِهِ الْخَيْرَ؛ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ بِعِبِيدِهِ الشَّرَّ؛ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافَّى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ”جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے خیر خواہی کرنا چاہے تو اسے اس کے گناہوں کی سزا اسی دنیا میں جلد دے دیتا ہے، اور جب اللہ اپنے بندے سے برائی کا ارادہ کرے تو اس سے اس کے گناہ کی سزا کو رکھ لیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کو اس کا پورا پورا حساب لے گا۔“

• «بِدَعَوَى الْجَاهِلِيَّةِ»: ہر وہ چیز جس کا سراج ابیت سے جاماتا ہو، جیسے گھروں کو منہدم کر دینا، بر تنوں کو توڑ دانا، کھانا خراب کر دینا، یا اس جیسی چیزیں انجام دینا، جیسا کہ بعض لوگ مصیبت کے وقت کرتے ہیں۔

• «إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعِبِيدِهِ»: شر بذات خود اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: «وَالشَّرُّ لِيَسِ إِلَيْكَ» ”شر کی نسبت تیری طرف نہیں ہے“، اللہ تعالیٰ کسی حکمت کے تحت اس (شر) کا ارادہ فرماتا ہے، ایسی صورت میں وہ شر بھی حکمت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے خیر ہی ہوتا ہے۔

• حدیث کا مقصود مصیبت زدہ کو تسلی دینا اور ڈھارس بندھانا ہے تاکہ وہ جزع فزع نہ کرے ممکن ہے کہ یہ اس کے لیے خیر کا باعث ہو، اور یاد رہے کہ ہر حال میں دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں ہاکا ہے، لہذا اسے چاہیے کہ اللہ کی حمد و شکایان کرے کہ اس نے اس سزا کو آخرت کے لیے اٹھا کر نہیں رکھا۔

پانچویں دلیل:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ؛ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ» ”بڑی آزمائش میں بڑا بلا ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے آزماتا ہے، جو شخص (اس آزمائش پر) راضی ہو، اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے، توجہ شخص (اس آزمائش پر) ناخوش ہو، اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش اور ناراضی ہو جاتا ہے۔“ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔

• حدیث سے مستبط فوائد:

۱. مصیبت و آزمائش جتنی بڑی ہو گی اور انسان اس پر صبر کرے تو جزا بھی اتنی بڑی ہو گی۔
۲. اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے شرعی اور کوئی طور پر مقدار کی ہوئی تقدیر کے ذریعے آزماتا ہے۔
۳. اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر کسی تمثیل و تکیف کے صفت محبت، صفت سخت اور صفت رضا کو ثابت کرنا۔

مسائل:

پہلا: سورہ تغابن کی آیت (﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾) کی تفسیر۔

دوسرہ: (اللہ کے فیصلوں یعنی تقدیر پر صبر کرنا بھی) ایمان باللہ کا حصہ ہے۔

تیسرا: کسی کے حسب نسب پر طعن کرنا (اس میں عیب لگانا یا اس کا انکار کرنا کفر اصغر ہے)۔

چوتھا: چہرے پر دوہنڑ مارنے، گریبان چاک کرنے اور جہالت کے بول بولنے والے شخص کے بارے میں سخت وعید وارد ہے (کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کرنے والے سے براءت کا اظہار فرمایا ہے)۔

پانچواں: اس بات کی علامت کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھائی چاہتا ہے (ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ جلدی کرتے ہوئے دنیا میں ہی سزادے دیتا ہے)۔

چھٹا: اور جس کو عذاب و سزادہ دینا چاہے، اس کی علامت و پہچان بھی بتائی گئی ہے (کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی سزا کو آخرت کے لیے مؤخر کر دیتا ہے)۔

ساقواں: جس بندے سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوا س کی نشانی (یعنی اس کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے)۔

آٹھواں: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور تقدیر پر ناخو شی کا اظہار حرام ہے (یعنی ان چیزوں پر جن کے ذریعہ بندے کی آزمائش ہوتی ہے)۔

نواں: آزمائشوں پر راضی ہونے کا اجر و ثواب (یعنی اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے راضی ہو جاتا ہے)۔

[۳۶] ریاکاری کی مذمت

ایک سے تین تک دلائل:

[۱] ﴿قُلْ إِنَّا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيْنَا إِنَّا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَحْدَهُ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقاءَ رَبِّهِ فَلَيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ الایة۔ (آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے)۔

[۲] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مر فو عامر وی ہے کہ: «قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا أَغْنَى السُّرَكَاءَ عَنِ السُّرَكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشَرَّكَ مَعِي فِيهِ عَيْرِي تَرْكَتُهُ وَشَرِّكَهُ» ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں تمام شر کاء سے بڑھ کر شرک سے مستقی ہوں، جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ میرے غیر کو بھی شریک کرے تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔“ مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

[۳] اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مر فو عامر وی ہے کہ: «أَلَا أَخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «الشَّرْكُ الْخَفِيُّ؛ يَقُولُ الرَّجُلُ فَيُصَلِّي فِيَعْرِيْنَ صَلَاةَهُ؛ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ» ”کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس کا خوف مجھے تم پر مسح دجال سے زیادہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! (ضرور بتلائیے) آپ نے فرمایا: شرک خفی (وہ اس طرح کہ) کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو اور اپنی نماز کو محض اس لیے اچھی پڑھے کہ کوئی شخص اسے دیکھ رہا ہے۔“ امام احمد نے اسے روایت کیا ہے۔

- ﴿قُلْ إِنَّا أَنَا بَشَرٌ﴾: بنی ملکیتہ کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اس بات کی خبر دیں کہ وہ ان جیسے ہی ایک انسان ہیں، اور اس کی مزید تاکید اس قول کے ذریعے کی:
- ﴿مِثْلُكُمْ﴾، الایہ کہ ان کی جانب وحی کی جاتی ہے لہذا ان کی اطاعت واجب ہے، لیکن ان کی عبادت کرنا حرام ہے۔

- **﴿لَقَاءَ رَبِّهِ﴾**: رضامندی اور نعمتوں والی ملاقات صرف مومنوں کے ساتھ خاص ہے، اور اسی میں آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی شامل ہے۔
- **﴿عَمَلًا صَالِحًا﴾**: خالص و درست عمل (اخلاص اور اتباع سنت پر منی)۔
- **﴿أَنَا أَغْنِيٌ﴾** اس کے دو معنی ہیں:
 - ا. ایسا عمل باطل ہے جس میں ریاکاری کی آمیزش ہو، اور ریاکاری حرام فعل اور شرک اصغر ہے۔
 - ب. اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور اس کے حق کی عظمت کا بیان کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کوشش کی ٹھہرائے۔
- **﴿الْمَسِيحِ الدَّجَالِ﴾**: وہ داہمی آنکھ اور ابرو سے محروم بد نما شخص ہو گا، یہ انسانوں میں سے ہی ایک جھوٹا اور مکار شخص ہو گا۔

نبی ﷺ اپنی امت پر سُکَّ دجال سے بھی زیادہ ریاکاری کا خوف کیوں کھاتے تھے؟

- ا. کیونکہ دجال کا فتنہ ظاہر ہو گا جبکہ ریاکاری کا فتنہ پوشیدہ ہوتا ہے، اور ریاکاری سے خود کو مچانابر امشکل کام ہے۔
 - ب. کیونکہ دجال کا فتنہ آخری زمانے کے ساتھ خاص ہے جبکہ ریاکاری کا فتنہ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔
- شرک کی دو قسمیں ہیں:
- ا. غُنْمی: جس کا تعلق قلب سے ہو جیسے ریاکاری، اور اس کو شرک السرائر (چھپا ہوا شرک) بھی کہتے ہیں۔
 - ب. جَلْبٌ: جس کا تعلق قول سے ہو جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا، یا فعل سے ہو جیسے غیر اللہ کے سامنے جھکنا۔

النَّفِيُّ يَمُوَالِ النَّفِيِّ لِقُولِ الْمُفَيْدِ

ریا کہتے ہیں: کوئی عمل اس لیے کرے کہ دوسروں کو دکھائے یا سنائے، یہ منافقوں کا کردار ہے۔

عبادت سے فراغت کے بعد ہو:

یہ عبادت پر کچھ بھی اثر انداز نہیں ہوتا ہے الایہ کہ اس میں سرکشی بھی شامل ہو جیسے صدقہ دینے کے بعد تکلیف دینا اور احسان جنمانا۔

طاری اور وقت ہو:

اس میں تفصیل ہے:

اصل عبادت میں ہو:

عبادت کو باطل کر دیتا ہے۔

اسی میں لگا رہے:

اس میں تفصیل ہے۔

ایسا شخص اس کو دفع کرنے کی کوشش کرے:

ایسا کرنا اس پر واجب ہے، اور اس کی عبادت صحیح ہے۔

عبادت کے شروع کا حصہ آخری حصے سے الگ ہو:

جیسے زکوٰۃ، ایسی صورت میں وہ حصہ باطل ہو گا جس میں ریا کاری کی آمیزش ہو گی۔

عبادت کے شروع حصے کا تعلق آخری حصے سے ہو:

جیسے نماز، ایسی صورت میں پوری عبادت باطل ہو گی۔

ریا کاری کا کیا علاج ہے؟

۱. اللہ کی تعظیم، توحید کی تعلیم اور اس کی عملی تطبیق، کیونکہ انسان اگر اللہ کی تعظیم کا حلقہ کرنے لگ جائے تو پھر وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔

۲. ریا کاری کے خوف سے عمل ترک نہیں کرنا، کیونکہ شیطان یا تو آپ کو ریا کاری میں ڈالنا چاہے گا یا پھر غیر اللہ سے ڈرانے گا۔

۳. دعا کا اہتمام کرنا۔

۴. ریا کاری میں پڑ جانے کے خوف سے اعمال کو پوشیدہ رکھنا۔

۵. اسلامی آداب اور شرعی طریقے کا خیال رکھتے ہوئے قبرستانوں کی زیارت کرنا کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے، اور ریا کاری کا تعلق دنیا سے ہے۔

(اور مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتی ہے تو پھر اسے دکھا کر کیا فائدہ؟)

مسائل:

پہلا: سورہ کہف کی آیت (﴿قُلِ اتَّمَّا أَنَّا شَرْ مُشْكِنٌ يُوحَى إِلَيْنَا﴾) کی تفسیر۔

دوسرہ: عمل صالح میں اگر غیر اللہ کا معمولی سا بھی دخل ہو جائے تو وہ مردود اور ضائع ہو جاتا ہے۔

تیسرا: کسی عمل میں اگر غیر اللہ کو شریک کیا جائے تو اس کے ضائع ہونے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بالکل مستقیم ہے۔

چوتھا: اس عمل کے ضائع ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے والے تمام شر کاء سے افضل و اعلیٰ ہے۔

پانچواں: نبی ﷺ کو صحابہ کرام ﷺ کے بارے میں ریا کاری کا خدشہ تھا۔ (ان کے بعد والے لوگوں پر تو یہ خدشہ بدرجہ اولیٰ ہو گا)۔

چھٹا: نبی اکرم ﷺ نے ریا کی تعریف یہ بیان فرمائی کہ کوئی آدمی نماز جیسے عمل کو اللہ کے لیے ادا کرتے ہوئے عمدہ طور پر اس لیے ادا کرے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے (اسی طرح قول میں تصنیع کرنا بھی ہے)۔

الْتَّقْوَىٰ يَهُوَ الْتَّقْوَىٰ لِلْقَوْلِ الْمُفَيْدِ

[۳۷] انسان کا اپنے عمل سے دنیا چاہنا ایک طرح کا شرک ہے

- یہ باب ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی عبادت پر کسی کی تعریف نہیں چاہتے یا ریا کاری نہیں کرتے بلکہ وہ خالص اللہ کی ہی عبادت کرتے ہیں، لیکن اس عبادت کے بدالے میں وہ دنیاوی فائدہ چاہتے ہیں، جیسے مال و دولت، منصب و مرتبہ اور صحت و تدرستی وغیرہ، تو ایسا آدمی آخرت کے ثواب سے غافل ہو کر دنیا کمانے کی غرض سے عبادت کرتا ہے تو یہ ایک طرح کا شرک ہے۔
- اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان نماز میں دعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے مال طلب کرے، لیکن اسی مقصد کی خاطر نماز نہ پڑھے، یہ بڑی ہی گھٹیابات ہے کہ انسان اپنی عبادت کے ذریعے آخرت کے بجائے دنیا کا طلبگار ہو۔
- تنبیہ: کچھ لوگ جب عبادت کے فوائد کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں تو اسے دنیاوی فوائد سے جوڑ دیتے ہیں، جبکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہم دنیاوی فوائد کو ہی اصل نہ مان لیں، بلکہ دینی فائدوں کو مقدم رکھتے ہوئے ان کا اصلہ ذکر کریں پھر دنیاوی فوائد کا ضمناً ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
- یہ باب ریا والے باب سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ ریا ممکن ہے ایک نماز میں طاری ہو، جبکہ آخرت کے عمل کے ذریعے دنیا چاہنا ایسا عمل ہے جس کا خطرہ تمام عبادتوں پر منڈلاتا رہتا ہے۔

اس باب کے تعلق سے لوگوں کی پانچ اقسام ہیں:

جائز ہے، جیسے کوئی گھر خریدنے کی غرض سے تجارت کرے۔

دنیاوی عمل کے ذریعے دنیا چاہنا:

مستحب ہے، جیسے کوئی صدقہ کرنے کی نیت سے زراعت کرے۔

دنیاوی عمل کے ذریعے آخرت چاہنا:

کیا ہی خوب ہے ایسا آدمی، یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔

آخرت کے عمل کے ذریعے آخرت چاہنا:

اس شرط کے ساتھ صحیح ہے کہ آخرت کا پہلو غلب رہے: ﴿رَبَّنَا إِنَّكَ فِي الدُّنْيَا كَحَسَنَةٍ وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ﴾ (اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما)۔

آخرت کے عمل کے ذریعے دنیا و آخرت چاہنا:

شرک اصغر ہے، جیسے کوئی مال ہی کمانے کی غرض سے لوگوں کو نماز پڑھائے۔

آخرت کے عمل کے ذریعے دنیا چاہنا:

- کیسے پہچانا جائے گا کہ مقصود دنیا کمانا ہے یا آخرت؟ «إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ» (اگر اس کو دیا جائے تو راضی ہو جاتا ہے، اور اگر نہ دیا جائے تو ناراضی ہو جاتا ہے)۔
- تعبیر: بعض لوگ امتحانات کے زمانے میں بڑی خلوص و دلجمی کے ساتھ عبادت کرتے ہیں اور جب نتیجہ نکل جاتا ہے تو عبادت کرنا ترک کر دیتے ہیں، جو کہ توحید میں خلل اور دنیا طلبی کی دلیل ہے۔

بیلی دلیل:

[۱] ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَرَزِينَهَا ثُوَفَ الْيَتَمَ أَعْمَلَهُمْ فِيهَا﴾ الآیتینِ۔ ارشادِ الٰہی ہے: (جو لوگ اس دنیا کی زندگی اور اس کی خوشنامی کے طالب ہیں، ان کے اعمال کا سارا بدلہ ہم انہیں دنیا میں ہی دے دیتے ہیں)۔

یہ سورہ اسراء (بی اسرائیل) کی آیت سے خاص ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلَنَا لَهُ، فِيهَا مَا نَشَاءُهُ لِمَنْ نُرِيدُ شُرُّمَ جَعَلْنَا لَهُ وَجَهَنَّمَ يَصْلَهَا مَذْمُومًا مَذْهُورًا﴾ (جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا (فوری فائدہ) کا ہی ہوا سے ہم یہاں جس قدر جس کے لیے چاہیں سر دست دیتے ہیں بالآخر اس کے لیے ہم جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ بُرے حالوں دھنکارا ہو ادا خل ہو گا)، لہذا معاملہ اللہ کی مشیت کے تحت ہے کہ وہ کسے اور کتنا دینا چاہتا ہے۔

دوسری دلیل:

صحیح (بخاری) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ
تَعَسَّ عَبْدُ الدَّرْهَمِ، تَعَسَّ عَبْدُ الْخَمِيسَةِ، تَعَسَّ عَبْدُ الْخَمِيلَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ
يُعْطَ سَخِطَّ، تَعَسَّ وَأَنْتَكَسَ، وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ، طُوبَى لِعَبْدِ أَنْجِدِ بِعَنَانٍ فَرِسِّهِ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ، أَشَعَّتْ رَأْسُهُ، مُغْبَرَةً قَدْمَاهُ، إِنْ كَانَ فِي الْحَرَاسَةِ كَانَ فِي الْحَرَاسَةِ، وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ
كَانَ فِي السَّاقَةِ، إِنْ أَسْتَأْذَنَ مَمْيُوذَنَ اللَّهُ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعَ» ”درہم و دینار (روپے پیسے) کا بندہ ہلاک ہوا، اور چادر کمبل کا بندہ ہلاک ہوا، اگر اسے یہ چیزیں مل جائیں تو خوش اور ناراض ہو جاتا ہے، یہ برباد اور سرگوں ہو، اگر اسے کانٹا چھبے تو کال نہ سکے۔ اور اس بندے کے لیے خوشخبری ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھا ہے ہوئے ہے، اس کا سر (بال) پر اگنہ اور پاؤں گرد آکو دہیں، اگر اسے پھرہ پر لگادیا جاتا ہے تو وہ پھرہ دیتا ہے، اور اگر اسے فون کے پیچھے رکھا جاتا ہے تو وہ پیچھے ہی رہتا ہے، اگر اجازت مانگے تو اجازت نہ ملے اور اگر وہ (کسی کی) سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ مانی جائے۔“

• تَعَسَّ: خائب و خاسر ہوا عَبْدُ الدِّينَارِ: دینار یعنی نقد سونا، اس کو عبد الدینار اس لیے کہا گیا ہے

کہ اس سے اس کا تعلق بالکل ویسے ہی ہوتا ہے جیسے بندے کا رب کے ساتھ کہ اس کا ہم و غم صرف یہی درہم و دینار کمانا ہوتا ہے اور اسے رب کی بندگی پر فوکیت دیتا ہے۔

• الدَّرْهَمِ: درہم یعنی نقد چاندی۔

• عَبْدُ الْخَمِيسَةِ، عَبْدُ الْخَمِيلَةِ: جو ظاہری چیزوں اور اثاثے کی فکر میں ہی لگا رہے۔

• إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ: اس کا راضی اور ناراض ہونا صرف مال کی خاطر ہوتا ہے، اسی لیے اس کا بندہ کہا گیا ہے۔

• وَأَنْتَكَسَ: معاملہ اس کی چاہت کے برخلاف ہوتا ہے اور جو چاہتا ہے میسر نہیں آتا۔

• وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ: جب اسے کوئی کانٹا چھبھ جائے وہ اسے نکالنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتا۔

• یہ تینوں جملے یا تو من باب الخبر ہیں یا پھر اس کے اوپر بد دعا۔

- «طُوبَى» (خوشخبری ہے): ایسے لوگوں کے لیے جن کی حالت بہتر ہو اور دوسرا معنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام 'طوبی' ہے، لیکن پہلے معنی میں زیادہ عموم ہے۔
- «فِي سَبِيلِ اللَّهِ»: اس کا ضابطہ یہ ہے کہ قتال اعلائے کلۃ اللہ کی خاطر کرنے نہ کہ غیرت و حمیت اور دیگر اشیاء کی خاطر۔
- «أَشَعَّتْ رَأْسَهُ»: اللہ کے راستے میں پڑنے والے غبار کی وجہ سے، اللہ کی طاعت میں اپنے بدن پر پڑنے والے گرد و غبار سے اپنی حالت اور اپنے بدن کی صفائی ستر اُنی کا خاص خیال نہیں رکھتا، اس کے پاؤں اللہ کی راہ میں نکلنے کی وجہ سے غبار آلو د ہوتے ہیں، اور یاد رہے بلا تکلف اگر اللہ کی عبادت کا اثر جسم پر ظاہر ہو تو بندہ کو اس پر اجر دیا جاتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَخْلُوفُ فِيمِ الصَّائِمِ» "روزہ دار کے منہ کی بو"۔
- «السَّاقَةُ»: لشکر کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، ان دونوں جملوں کے دو معانی ممکن ہیں اور حدیث دونوں معانی کو محض ہے۔
 1. وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اسے کہاں رکھا جا رہا ہے، وہ اعلیٰ عہدہ کا سوال نہیں کرتا، مثلاً یہ نہیں کہتا کہ مجھے لشکر کے اگلے حصے میں جگہ دو۔
 2. اگر وہ حرastت اور پہرہ داری میں لگا ہوتا ہے تو اپنی ذمہ داری بخوبی نہجاتا ہے، اسی طرح لشکر کے آخری حصے میں رہنے پر بھی اپنا حق ادا کرتا ہے۔
- «إِنِ اسْتَأْذَنَ»: لوگوں کے نزدیک اس کی کوئی قدر و منزلت اور جاہ و شہرت نہیں ہوتی (اسی لئے بڑے لوگوں تک اس کی رسائی نہیں ہو پاتی) لیکن اللہ کے نزدیک اس کا اپنا مقام ہوتا ہے۔
- وجہ شاہد یہ ہے کہ کچھ لوگ دنیا کی عبادت کرنے والے (دنیادار) ہوتے ہیں، اسی کی خاطر ناراض ہوتے ہیں (اور راضی بھی)، اور حدیث کی روشنی میں لوگوں کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:
 1. جس کا ہم و غم صرف مال جمع کرنا اور دنیا میں اپنی حالت بہتر بنانا ہو، تو وہ اپنے دل کا اسیر ہو جاتا ہے جو اسے اللہ کے ذکر و عبادت سے غافل کر دیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ادنیٰ تکلیف سے چھکارا پانے کی صلاحیت بھی اپنے اندر نہیں پاتا۔

۲. جس کا مقصد آخرت ہو، تو اس کے لیے بڑی سے بڑی پریشانیاں جھیلنا حتیٰ کہ جہاد فی سبیل اللہ جیسی پر مشقت عبادت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اور وہ سونپی گئی ذمہ داریوں کو بھی بھسن و خوبی انجام دیتا ہے، اور ساتھ ہی لوگوں کو خیر و بھلائی پہنچانے کا خواہاں ہوتا ہے، اور رب کی خوشنوی کا امیدوار اور اللہ کی رضامندی کا طلبگار ہوتا ہے اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔

مسائل:

پہلا: انسان کا آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا (مذموم ہے)۔

دوسرہ: سورہ ہود کی آیت (﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَهَا﴾) کی تفسیر۔

تیسرا: (دنیا کے حریص) مسلمان کو (عَبْدَ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْخَمِيسَةِ) (درہم و دینار اور کپڑوں کا بندہ) کہا گیا ہے۔

چوتھا: درہم و دینار، کپڑا اور قدر و منزلت کی چاہت رکھنے والے بندے کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ اگر اس کی آرزو اور خواہش پوری ہو جائے تو خوش ورنہ ناخوش۔

پانچواں: نبی ﷺ کے فرمان: «تَعِسَ وَأَنْتَكَسَ» کی تشریح اور وضاحت۔ (ممکن ہے کہ یہ خبر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ بد دعا ہو)۔

چھٹا: نبی ﷺ کے فرمان: «وَإِذَا شِيفَ فَلَا اِنْتَقَشَ» کی تشریح اور وضاحت۔ (ممکن ہے کہ یہ خبر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ بد دعا ہو)۔

ساتواں: حدیث میں مذکور صفات کے حامل مجہد کی تعریف (درحقیقت یہی لوگ تعریف کے مستحق ہیں، نہ کہ درہم و دینار اور کپڑا اور قدر و منزلت کی چاہت رکھنے والے)۔

[۳۸] اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام یا حرام کردہ چیز کو حلال کرنے میں علماء و امراء کی اطاعت ان کو رب کا درجہ دینا ہے

اللہ کی معصیت میں علماء یا امراء کی اطاعت کے حالات:

<p>جہالت کی بنا پر یہ سمجھتے ہوئے ان کی پیروی کرے کہ یہ اللہ کا حکم ہے، تو اس میں تفصیل ہے</p> <p>۱- اس کے لیے خود سے حق کی معرفت حاصل کرنا آسان ہو، ایسی صورت میں وہ تفسیر اور کوتاہی کرنے والا گردد انا جائے گا اور گناہ گار ہو گا۔</p> <p>۲- نہ تو وہ عالم ہو اور نہ ہی اس کے لیے سیکھنا اور علم حاصل کرنا ممکن ہو اور وہ ان کی پیروی یہ سمجھتے ہوئے کر رہا ہو کہ یہی حق ہے، تو اس پر کوئی حرج نہیں، وہ معدود سمجھا جائے گا۔</p>	<p>کفر اصغر اور بڑا خطرناک و سنگین جرم ہے، اور ممکن ہے کہ کفر اکبر میں پڑ جائے</p> <p>جب یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کا حکم ہی بندوں اور مملکتوں کے لیے سب سے مناسب اور درست ہے اور وہ اس سے راضی بھی ہو، لیکن ذاتی مفاد کے لیے ان کی باتوں کو تسلیم کرے، جیسے مقصود اس سے وظیفہ اور نوکری حاصل کرنا ہو تو یہ کفر اصغر اور سنگین جرم ہے اور خاص کر جب اس کی وجہ سے کسی مسلم کا حق مارا جاتا ہو تو وہ ظالم ہے۔</p>	<p>کفر اکبر ہے</p> <p>جب ان کی باتوں سے راضی ہو اور انہیں کو مقدم کرتے ہوئے اور اللہ کے حکم سے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے ان کی بات مانے، کیونکہ جس نے بھی اللہ کے نازل کردہ احکام کو ناپسند کیا وہ کفر اکبر کا مرکب ہے، اور وہ شخص بھی جو یہ اعتقاد رکھے کہ ان کا حکم اللہ کے حکم کے مساوی یا اس سے افضل ہے۔</p>
---	--	---

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: «یو شک اَنْ تَنْزَلَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ، أَقُولُ:

قَالَ رَسُولُ صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ، وَتَقُولُونَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ!» (تمہارا یہی حال رہا تو) قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر بر سیں، میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ کا فرمان سناتا ہوں اور تم (اس کے مقابل) حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بات کرتے ہو۔

[۲] اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: «عَجِبْتُ لِقَوْمٍ عَرَفُوا الْإِسْنَادَ وَصِحَّةَ، يَذْهَبُونَ إِلَى رَأْيِ

سُفْيَانَ، وَاللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ: ﴿فَلَيَحْذِرَ الَّذِينَ يُخَالِعُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ

عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾، أَتَدْرِي مَا الْفِتْنَةُ؟ الْفِتْنَةُ الشَّرُكُ؛ لَعَلَّهُ إِذَا رَدَ بَعْضُ قَوْلِهِ أَنْ يَقَعَ فِي قَلْبِهِ

شَيْءٌ مِّنَ الزَّيْغِ فِي هِلْكَةِ» ”مجھے ان لوگوں پر تجھب ہے جو حدیث کی سند اور اس کے صحیح ہونے کا علم ہو

جانے کے بعد بھی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے پر عمل کرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (رسول صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ

کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی فتنہ یا سخت عذاب نہ آپڑے)، جانتے ہو فتنہ کیا

ہے؟ اس سے مراد شرک ہے، ہو سکتا ہے کہ جب انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ کی کسی بات کو چھوڑ دے تو اس

کے دل میں کبھی آجائے اور وہ ہلاک ہو جائے۔

• «قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ!»: حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی رائے سے

نص کی مخالفت کی ہو۔

• ﴿يُخَالِعُونَ عَنْ أَمْرِهِ﴾: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ کی بات سے بے رغبی اور بے پرواہی دکھاتے ہوئے ان کے

حکم سے اعراض کرنا۔

تیری دلیل:

[۳] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت فرماتے ہوئے سنا: ﴿أَنَّكُذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرَهْبَنَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ الآیة، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّا لَسْنَا نَعْبُدُهُمْ، قَالَ: «أَلَيْسَ يُحَرِّمُونَ مَا أَحَلَ اللَّهُ فَتَحَرَّمُونَهُ، وَيُحَلُّونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَتُحَلِّلُونَهُ؟»، فَقُلْتُ: بَلَى، قَالَ: «فَتَلْكَ عِبَادَتُهُمْ» (ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے)، وہ کہتے ہیں: میں نے آپ سے کہا: ہم ان علماء اور بزرگوں کی عبادت نہیں کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایسا نہیں تھا کہ تم اللہ کی حلال کر دہ چیزوں کو ان کے کہنے پر حرام اور اللہ کی حرام کر دہ چیزوں کو ان کے کہنے پر حلال سمجھتے تھے؟ میں نے کہا: ہاں ایسا ہی تھا، تو آپ نے فرمایا: یہی تو ان کی عبادت ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

- ﴿أَحْبَارُهُمْ﴾: بہت زیادہ علم رکھنے والا عالم۔ ﴿وَرَهْبَنَهُمْ﴾: عابدو زاہد۔
- «إِنَّا لَسْنَا نَعْبُدُهُمْ»: ہم ان کے لیے رکوع و سجود اور ذبح و نذر نہیں کرتے تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ یہاں عبادت سے مراد ان کی اطاعت کرنا ہے، یعنی یہ مقید عبودیت ہے۔

مسائل:

پہلا: سورہ نور کی آیت ﴿فَلَمَّا حَدَّرَ الظَّلَّمَنَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ﴾ کی تفسیر۔

دوسرہ: سورہ برأت کی آیت ﴿أَنْخَذُوا أَجْبَارَهُمْ وَرُهْبَنَهُمْ أَرْبَابًا﴾ کی تفسیر۔

تیسرا: عبادت کے اس معنی و مفہوم کا بیان جس کا انکار حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا (کہ یہاں مقصود ان کی اطاعت کے ذریعے ان کی عبادت کرنا ہے)۔

چوتھا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام پیش کرنے پر انکار کیا۔ (جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کسی کو بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔)

پانچواں: اس میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ اب حالات اس حد تک تبدیل ہو چکے ہیں کہ اکثر عوام کے نزدیک بزرگوں کی عبادت ہی افضل ترین عمل کی حیثیت اختیار کر گئی ہے، اور اسے ولایت کا نام دیا جاتا ہے، اسی طرح علم و فقہ کے نام پر اہل علم کی بھی عبادت ہوتی ہے۔ پھر حالات اس قدر بدلتے کہ اللہ کے سوا ان لوگوں کی بھی پرستش ہونے لگی جو صالح نہ تھے، اور دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ ان کی بھی عبادت ہونے لگی جو اصحاب علم نہیں بلکہ جاہل مطلق ہیں۔ (لہذا ہمیں ڈرتے رہنا چاہیے، اور ہم یہ جان لیں کہ اللہ کی شریعت ہی ایسی چیز ہے جس کی حفاظت کرنا اور دیگر چیزوں کی آمیزش سے اسے بچانا ہم پر واجب ہے، اور یہ بھی کہ اللہ کی حرام کرده چیزوں کو حلال کرنے اور اللہ کی حرام کرده چیزوں کو حلال کرنے میں کسی بھی صورت میں کسی کی بھی بات نہیں مانی جائے گی۔

[۳۹] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَرْعَمُونَ أَنَّهُمْ أَمْنَوْا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قِيلَكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الظَّنُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَنُ أَنْ يُضْلِلُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ الآیات (کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتنا لگایا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکار کر دور ڈال دے) کا باب

- اس باب کا پچھلے باب سے بڑا مضبوط تعلق ہے کیونکہ پچھلے باب میں اللہ کی حرام کر دہ چیزوں کو حلال قرار دینے اور اللہ کی حلال کر دہ چیزوں کو حرام قرار دینے میں علماء اور امراء کی اطاعت کرنے والوں کا حکم بیان کیا گیا تھا، جبکہ اس باب میں ان لوگوں کا انکار ہے جو اللہ کو چھوڑ کر غیروں کے پاس جا کر فیصلہ کروانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔
- ﴿أَلَمْ تَرَ﴾: یہ استفهام ہے جس سے مراد ان لوگوں کی حالتوں کو ثابت کرنا اور ان پر تعجب کرنا ہے، اور خطاب یہاں نبی ﷺ سے ہے۔
- ﴿يَرْعُمُونَ﴾: یہ نہیں فرمایا: (الَّذِينَ آمَنُوا) (جو لوگ ایمان لائے) کیونکہ وہ لوگ ایمان نہیں لاتے تھے بلکہ ایسا گمان کرتے تھے، حالانکہ وہ جھوٹے تھے۔
- ﴿وَيُرِيدُ الشَّيْطَنُ﴾: یہ اسم جنہیں ہے جو انسانی اور جنی دونوں شیطانوں کو شامل ہے۔
- ﴿أَنْ يُضْلِلُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾: انہیں بذریع حق سے دور کرتے ہوئے بڑی دور کی گھر اُلیٰ میں ڈال دیتا ہے۔
- ﴿رَأَيْتَ الْمُنَفِّقِينَ﴾: تین فوائد کی خاطر اضمار (ضمیر) کی جگہ اظہار کا استعمال ہوا ہے:
 1. یہ لوگ جو مومن ہونے کا گمان رکھتے تھے دراصل منافقین تھے۔
 2. ایسے عمل کا صدور صرف منافقین سے ہی ممکن ہے، کیونکہ مومنین ہر حال میں بنائیں روک ٹوک کے اطاعت شعارات اختیار کرتے ہیں۔
 3. تنبیہ کے لیے، کیونکہ کلام اگر ایک ہی نسق میں ہو تو انسان کبھی کبھی غفلت کا شکار ہو جاتا ہے، لیکن جب سیاق بدل جائے تو انسان متنبہ ہو جاتا ہے۔

- شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کی صفات میں تحریف اور تاویل کرنے والوں پر یہ آیت بالکل فٹ آتی ہے، کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ: اللہ کی اپنے رسول کی طرف نازل کردہ شریعت کی طرف آئے تو اعراض کرنے لگتے ہیں اور منع کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم فلاں اور فلاں کے یہاں جا رہے ہیں، اور جب اس پر اعتراض کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ: ہم توفیق اور احسان چاہتے ہیں، اور یہ کہ ہم عقلی اور شرعی دلائل کے مابین جمع و تطبیق کر رہے ہیں۔

دو سے چار تک کے دلائل:

- [۲] ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَاتِلُوا إِنَّمَا تَنْهَىٰ مُصْلِحُونَ﴾ (اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپانہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرتے ہیں)۔
- [۳] نیز اللہ تعالیٰ کافرمان ہے: ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾ (اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو)۔
- [۴] اور مزید ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿أَفَحَكْمُ الْجَهَلِيَّةِ يَبْغُونَ﴾ الآیة۔ (تو کیا پھر یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟)۔

- ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾: زمین میں فساد پھیلانے کی دو قسمیں ہیں:
 ۱. مادی حصی فساد: جیسے گھروں کو منہدم کرنا اور راستوں کو خراب کرنا۔
 ۲. معنوی فساد: گناہوں کے ذریعے فساد، یہ روئے زمین کے سنگین جرموں میں سے ہے۔
- ﴿إِنَّمَا تَنْهَىٰ مُصْلِحُونَ﴾: یہ سب سے باطل اور جھوٹے دعووں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا مقابلہ اس سے بڑی چیز سے کیا ہے، کہ یہ لوگ جو اصلاح کے نام پر زمین میں فساد پھیلارہے درحقیقت یہ لوگ فسادی ہیں نہ کہ کوئی اور۔
- ﴿بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾: یعنی مصلحین کی جانب سے اصلاح کر دینے کے بعد، اور اسی کی قبیل سے ہے اہل علم کی دعوت، سلف کی دعوت اور جو شریعت نافذ کرتے ہیں ان کے خلاف کھڑا ہونا۔
- ﴿أَفَحَكْمُ الْجَهَلِيَّةِ يَبْغُونَ﴾: استفہام یہاں تو نہ کیا ہے، کہ کیا یہ لوگ جاہلیت کے فیصلے کی تلاش میں ہی نہیں رہتے ہیں؟ جاہلیت کے دو معانی ہیں: پہلا بعثت سے پہلے کا زمانہ، اور دوسرا وہ عمل جو جہالت پر منی ہو۔

- **﴿وَمَنْ أَحَسَنْ مِنَ اللَّهِ حَكْمًا﴾**: اس سے بہتر فیصلہ کسی کا نہیں ہے، یہاں یہ تحدی اور چیلنج کے معنی میں ہے۔

پانچویں دلیل:

[۵] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا چِنْتُ بِهِ»**، ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کی تمام تر خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہو جائیں جس کے ساتھ میں مبوعث کیا گیا ہوں۔“ نووی نے کہا ہے: ”یہ حدیث صحیح ہے، اس کو ہم نے اپنی کتاب (الجیحہ) میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔“ چھٹی دلیل:

شیعی عوامیہ کہتے ہیں ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا، یہودی جانتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیتے، اس لیے اس نے کہا ہم یہ معاملہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، لیکن منافق نے کہا کہ ہم یہ معاملہ یہود کے پاس لے چلتے ہیں، وہ جانتا تھا کہ یہودی رشوت لیتے ہیں۔ آخر کار دونوں اس بات پر راضی ہو گئے کہ بنو یهودیہ کے ایک کاہن سے فیصلہ کرایا جائے تو یہ آیت نازل ہوئی: **﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَرْجِعُونَ أَنَّهُمْ ءَامَّنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾** (کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتنا رکھا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے)۔

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جن کا آپس میں اختلاف ہو گیا تھا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ معاملہ پیش کرتے ہیں، دوسرے نے کہا نہیں یہ معاملہ کعب بن اشرف کے پاس لے چلتے ہیں، چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آگئے تو ایک نے سارا قصہ بیان کر دیا، تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہیں ہوا تھا اس سے پوچھا: کیا ایسی ہی بات ہے؟ تو اس نے کہا: ہاں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار سے مار کر اسے قتل کر ڈالا۔

- **«لَا يُؤْمِنُ»** (مومن نہیں ہو گا): یعنی کامل ایمان والا، البتہ اگر شریعت محمد یہ کی طرف بالکل مائل نہ ہو اور اسے سرے سے ناپسند کرے تو اصل ایمان کی نفی ہو گی اور وہ کافر قرار پائے گا۔

- اس حدیث کو اہل علم کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے، بہر صورت اس کا معنی صحیح ہے۔

- «مَنِ الْمُنَافِقِينَ»: جو کفر چھپائے رکھے اور اسلام ظاہر کرے۔
- «الْيَهُودُ»: یہ وہ لوگ ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے دین کی طرف منسوب ہیں، اور انہیں یہود کہا جاتا ہے:
 - ا. کیونکہ انہوں نے کہا: (إِنَّا صَدَنَا إِلَيْكُمْ) (ہم آپ کی طرف پلٹ کر آئے)۔
 - ب. یا ان کے باپ یہودا کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔
- «إِلَيْ مُحَمَّدٍ»: آپ کو وصف رسالت سے متصف نہیں کیا، کیونکہ وہ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔
- «الرِّشَوَةَ»: کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے ناجائز نہ رانہ پیش کرنے کو کہتے ہیں۔

مسائل:

پہلا: سورہ نساء کی آیت کی تفسیر اور طاغوت کے معنی کی وضاحت ہے۔ (﴿أَلَمْ تَرَ إِلَيْ الَّذِينَ يَرْعَمُونَ أَنَّهُمْ هُمُ الْمُنَوْأُونَ إِنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾)

دوسرہ: سورہ بقرہ کی آیت: (﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾) کی تفسیر۔ (اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نفاق زمین میں فساد پھیلانے کی ایک شکل ہے کیونکہ یہ آیت منافقین کے ہی سیاق میں ہے، اور فساد ہر طرح کے گناہ کو شامل ہے)۔

تیسرا: سورہ اعراف: (﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾) کی تفسیر۔

چوتھا: سورہ مائدہ کی آیت (﴿أَفَحَكِمَ الْجَهْلِيَّةُ بِيَعْوَنَ﴾) کی تفسیر۔ (جالیت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو شریعت کے مخالف ہو، جاہلیت کی طرف اس کی نسبت اس کی برائی بیان کرنے اور اس سے نفرت دلانے کے واسطے ہے، اور یہ کہ یہ جہالت و گمراہی پر بنی ہے)۔

پانچواں: پہلی آیت کی تفسیر میں شعبی عہدشہیہ کے قول کی وضاحت۔

چھٹا: سچے اور جھوٹے ایمان کی تفسیر۔ (سچا ایمان اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے لیے مکمل اقرار، قبول و تسلیم اور فروتنی کو مستلزم ہے، جبکہ جھوٹا ایمان اس کے برخلاف ہے)۔

ساقواں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منافق کے ساتھ سلوک والے واقعہ کا بیان (یہ واقعہ ضعیف ہے، جیسا کہ مؤلف عہدشہیہ کے لفظ ”قیل“ سے بھی ظاہر ہے)۔

آٹھواں: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اس وقت تک ایمان حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک اس کی تمام تر خواہشات رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔

سوالیں قسم سے امتحان (۱۹ ابواب)

پہلا سوال: (☒) کا نشان مناسب جگہ میں لگائیں یا عبارت مکمل کریں:

- ۱- ساتویں قسم میں پہلے باب کا نام باب الحجۃ ہے: صحیح غلط۔
- ۲- بعض عبادت گزار چند قبروں اور ولیوں کی ایسی تعظیم اور محبت کرتے ہیں جو اللہ کی تعظیم و محبت کے مانند ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ: صحیح غلط۔
- ۳- اگر کسی کا دل مطلاقانی ﷺ کی محبت سے خالی ہو تو وہ (☒) ناقص الایمان ہے اصل ایمان سے خالی ہے۔
- ۴- اولاد، والدین اور تمام لوگوں کی محبت سے بڑھ کر نبی ﷺ سے محبت ہونی چاہیے: صحیح غلط۔
- ۵- ایمان کی مٹھاں پانے کے اسباب میں سے ہے، محبت رکھنا: اللہ کی خاطر قربت داری کی خاطر۔
- ۶- نبی کو محمول کیا جائے گا.....، یا.....، یا.....
- ۷- و عبید والی نصوص کے سلسلے میں اہل سنت کا کہنا ہے کہ، اور کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کا مفہوم نہیں سمجھتے ہیں؟ ہاں نہیں۔
- ۸- جن کا خیال ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت کے بعد بھی یہود و نصاری اللہ کے نزدیک پسندیدہ یا مقبول دین پر ہیں، تو وہ قرآن کی مکذبی کرنے والے اور اسلام سے خارج ہیں: صحیح غلط۔
- ۹- مسلمان کافر کو دھوکا نہیں دیتا بلکہ وہ اس کو نصیحت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ موسیٰ ﷺ اور عیسیٰ ﷺ نے جو حکم دیا تھا اس کے برخلاف وہ مغلایت و گمراہی میں ہیں: صحیح غلط۔
- ۱۰- اللہ کے دشمنوں سے بغض و دشمنی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان سے وعدہ خلائی کریں: صحیح غلط۔
- ۱۱- (جب میں کسی عیسائی کو دیکھتا ہوں تو اپنی آنکھیں بھینچ لیتا ہوں، کیونکہ مجھے یہ چیز ناپسند ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے اللہ کے دشمن کو دیکھوں) اس کے قائل ہیں: امام احمد شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔
- ۱۲- (جو مومن و متقی ہو گا وہ اللہ کا دوست ہو گا) اس کے قائل ہیں: ابن تیمیہ ابن القیم۔
- ۱۳- اللہ کی جانب سے بندوں کے لیے عام ولایت مومن، کافر اور تمام مخلوقات کو شامل ہے: صحیح غلط۔
- ۱۴- کوئی شخص نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو لیکن اللہ کے دشمنوں سے دوستی رکھتا ہو تو وہ اللہ کی ولایت و دوستی نہیں پاسکتا: صحیح غلط۔
- ۱۵- مولف ﷺ نے محبت کے بعد خوف کا باب بیان کیا ہے کیونکہ توحید انہیں دوچیزوں پر قائم ہے: صحیح غلط۔
- ۱۶- اللہ سے ڈرنے کے باب میں لوگ افراد و تفریط کے شکار اور اعتدال رکھنے والے ہیں: صحیح غلط۔
- ۱۷- مناسب خوف وہ ہے جو صرف اللہ کے حرام کرده کاموں سے دور کر دے، اگر اس سے زیادہ ہو تو یہ اللہ سے نامیدی کی طرف لے جاتا ہے: صحیح غلط۔
- ۱۸- ہر وہ شخص جو فواحش و منکرات کو بڑھا و دیتا ہے، وہ شیطان کے دوستوں میں سے ہے: صحیح غلط۔

- ۱۹- جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ساری چیزیں ڈرتی ہیں، اور جو اللہ سے بچتا ہے اس سے ساری چیزیں بچتی ہیں، اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ ساری چیزوں سے ڈرتا ہے: صحیح غلط۔
- ۲۰- مساجد کی تعمیر سے مراد، اس کی تعمیر: حُسْنٌ ہے معنوی ہے مذکورہ سُبْحَانَ۔
- ۲۱- اللہ تعالیٰ نے بہت سارے مقامات پر ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے کیونکہ یہ فرمانبرداری کرنے پر ابھارتا ہے: صحیح غلط۔
- ۲۲- ہم نبی ﷺ سے محبت کیوں کریں؟ -۲.....-۳.....-۴.....-۵.....-۶.....-۷.....-۸.....-۹.....-۱۰.....-۱۱.....-۱۲.....-۱۳.....-۱۴.....-۱۵.....-۱۶.....-۱۷.....-۱۸.....-۱۹.....-۲۰.....-۲۱.....-۲۲.....-۲۳.....-۲۴.....-۲۵.....-۲۶.....-۲۷.....-۲۸.....-۲۹.....-۳۰.....-۳۱.....-۳۲.....-۳۳.....-۳۴.....-۳۵.....-۳۶.....-۳۷.....-۳۸.....-۳۹.....-۴۰.....-۴۱.....-۴۲.....-۴۳.....-۴۴.....-۴۵.....-۴۶.....-۴۷.....-۴۸.....-۴۹.....-۵۰.....-۵۱.....-۵۲.....-۵۳.....-۵۴.....-۵۵.....-۵۶.....-۵۷.....-۵۸.....-۵۹.....-۶۰.....-۶۱.....-۶۲.....-۶۳.....-۶۴.....-۶۵.....-۶۶.....-۶۷.....-۶۸.....-۶۹.....-۷۰.....-۷۱.....-۷۲.....-۷۳.....-۷۴.....-۷۵.....-۷۶.....-۷۷.....-۷۸.....-۷۹.....-۸۰.....-۸۱.....-۸۲.....-۸۳.....-۸۴.....-۸۵.....-۸۶.....-۸۷.....-۸۸.....-۸۹.....-۹۰.....-۹۱.....-۹۲.....-۹۳.....-۹۴.....-۹۵.....-۹۶.....-۹۷.....-۹۸.....-۹۹.....-۱۰۰.....-۱۰۱.....-۱۰۲.....-۱۰۳.....-۱۰۴.....-۱۰۵.....-۱۰۶.....-۱۰۷.....-۱۰۸.....-۱۰۹.....-۱۱۰.....-۱۱۱.....-۱۱۲.....-۱۱۳.....-۱۱۴.....-۱۱۵.....-۱۱۶.....-۱۱۷.....-۱۱۸.....-۱۱۹.....-۱۲۰.....-۱۲۱.....-۱۲۲.....-۱۲۳.....-۱۲۴.....-۱۲۵.....-۱۲۶.....-۱۲۷.....-۱۲۸.....-۱۲۹.....-۱۳۰.....-۱۳۱.....-۱۳۲.....-۱۳۳.....-۱۳۴.....-۱۳۵.....-۱۳۶.....-۱۳۷.....-۱۳۸.....-۱۳۹.....-۱۴۰.....-۱۴۱.....-۱۴۲.....-۱۴۳.....-۱۴۴.....-۱۴۵.....-۱۴۶.....-۱۴۷.....-۱۴۸.....-۱۴۹.....-۱۵۰.....-۱۵۱.....-۱۵۲.....-۱۵۳.....-۱۵۴.....-۱۵۵.....-۱۵۶.....-۱۵۷.....-۱۵۸.....-۱۵۹.....-۱۶۰.....-۱۶۱.....-۱۶۲.....-۱۶۳.....-۱۶۴.....-۱۶۵.....-۱۶۶.....-۱۶۷.....-۱۶۸.....-۱۶۹.....-۱۷۰.....-۱۷۱.....-۱۷۲.....-۱۷۳.....-۱۷۴.....-۱۷۵.....-۱۷۶.....-۱۷۷.....-۱۷۸.....-۱۷۹.....-۱۸۰.....-۱۸۱.....-۱۸۲.....-۱۸۳.....-۱۸۴.....-۱۸۵.....-۱۸۶.....-۱۸۷.....-۱۸۸.....-۱۸۹.....-۱۹۰.....-۱۹۱.....-۱۹۲.....-۱۹۳.....-۱۹۴.....-۱۹۵.....-۱۹۶.....-۱۹۷.....-۱۹۸.....-۱۹۹.....-۲۰۰.....-۲۰۱.....-۲۰۲.....-۲۰۳.....-۲۰۴.....-۲۰۵.....-۲۰۶.....-۲۰۷.....-۲۰۸.....-۲۰۹.....-۲۱۰.....-۲۱۱.....-۲۱۲.....-۲۱۳.....-۲۱۴.....-۲۱۵.....-۲۱۶.....-۲۱۷.....-۲۱۸.....-۲۱۹.....-۲۲۰.....-۲۲۱.....-۲۲۲.....-۲۲۳.....-۲۲۴.....-۲۲۵.....-۲۲۶.....-۲۲۷.....-۲۲۸.....-۲۲۹.....-۲۳۰.....-۲۳۱.....-۲۳۲.....-۲۳۳.....-۲۳۴.....-۲۳۵.....-۲۳۶.....-۲۳۷.....-۲۳۸.....-۲۳۹.....-۲۴۰.....-۲۴۱.....-۲۴۲.....-۲۴۳.....-۲۴۴.....-۲۴۵.....-۲۴۶.....-۲۴۷.....-۲۴۸.....-۲۴۹.....-۲۵۰.....-۲۵۱.....-۲۵۲.....-۲۵۳.....-۲۵۴.....-۲۵۵.....-۲۵۶.....-۲۵۷.....-۲۵۸.....-۲۵۹.....-۲۶۰.....-۲۶۱.....-۲۶۲.....-۲۶۳.....-۲۶۴.....-۲۶۵.....-۲۶۶.....-۲۶۷.....-۲۶۸.....-۲۶۹.....-۲۷۰.....-۲۷۱.....-۲۷۲.....-۲۷۳.....-۲۷۴.....-۲۷۵.....-۲۷۶.....-۲۷۷.....-۲۷۸.....-۲۷۹.....-۲۸۰.....-۲۸۱.....-۲۸۲.....-۲۸۳.....-۲۸۴.....-۲۸۵.....-۲۸۶.....-۲۸۷.....-۲۸۸.....-۲۸۹.....-۲۹۰.....-۲۹۱.....-۲۹۲.....-۲۹۳.....-۲۹۴.....-۲۹۵.....-۲۹۶.....-۲۹۷.....-۲۹۸.....-۲۹۹.....-۳۰۰.....-۳۰۱.....-۳۰۲.....-۳۰۳.....-۳۰۴.....-۳۰۵.....-۳۰۶.....-۳۰۷.....-۳۰۸.....-۳۰۹.....-۳۱۰.....-۳۱۱.....-۳۱۲.....-۳۱۳.....-۳۱۴.....-۳۱۵.....-۳۱۶.....-۳۱۷.....-۳۱۸.....-۳۱۹.....-۳۲۰.....-۳۲۱.....-۳۲۲.....-۳۲۳.....-۳۲۴.....-۳۲۵.....-۳۲۶.....-۳۲۷.....-۳۲۸.....-۳۲۹.....-۳۳۰.....-۳۳۱.....-۳۳۲.....-۳۳۳.....-۳۳۴.....-۳۳۵.....-۳۳۶.....-۳۳۷.....-۳۳۸.....-۳۳۹.....-۳۴۰.....-۳۴۱.....-۳۴۲.....-۳۴۳.....-۳۴۴.....-۳۴۵.....-۳۴۶.....-۳۴۷.....-۳۴۸.....-۳۴۹.....-۳۵۰.....-۳۵۱.....-۳۵۲.....-۳۵۳.....-۳۵۴.....-۳۵۵.....-۳۵۶.....-۳۵۷.....-۳۵۸.....-۳۵۹.....-۳۶۰.....-۳۶۱.....-۳۶۲.....-۳۶۳.....-۳۶۴.....-۳۶۵.....-۳۶۶.....-۳۶۷.....-۳۶۸.....-۳۶۹.....-۳۷۰.....-۳۷۱.....-۳۷۲.....-۳۷۳.....-۳۷۴.....-۳۷۵.....-۳۷۶.....-۳۷۷.....-۳۷۸.....-۳۷۹.....-۳۸۰.....-۳۸۱.....-۳۸۲.....-۳۸۳.....-۳۸۴.....-۳۸۵.....-۳۸۶.....-۳۸۷</

- صبر کے اقسام ہیں: ۳۵ □ بندے سے اللہ کی محبت کی علامت اس کو آزمانا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- صبر کی سب سے اعلیٰ قسم اللہ کی معصیت سے صبر کرنا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- باب الصبر یاد کرنے کا ایک فائدہ مصیبت کے وقت مصیبت زدہ پر اس کو پڑھنا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- کفر کی خصلتوں میں سے دو خصلتوں کا کسی مومن میں پائے جانے کا مطلب ہے کہ وہ کافر ہے: □ صحیح □ غلط۔
- کسی کافر کے اندر ایمان کی خصلتوں میں سے کسی خصلت جیسے حیاء کے پائے جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مومن ہے: □ صحیح □ غلط۔
- کلمہ (کفر) کو نکرہ لانا (□ دلالت کرتا ہے □ دلالت نہیں کرتا ہے) اسلام سے خارج ہو جانے پر۔
- المصیبت کی حالت میں لوگوں کے مراتب ہیں: ۳۶ □ ۳۷ □ ۳۸ □ ۳۹ □ ۴۰ □
- اللہ سے ناراض ہونا کفر تک پہنچادیتا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- نارا گنگی ہوتی ہے: □ دل، زبان اور اعضاء و جوارح سے □ زبان اور اعضاء و جوارح سے۔
- کبھی کبھی مصائب کی وجہ سے بندے کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- اللہ تعالیٰ شر کا ارادہ کسی حکمت کے تحت فرماتا ہے، اور وہ شر کبھی حکمت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک ناہیہ سے خیر ہی ہوتا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- قیامت کو قیامت کہتے ہیں: □ لوگوں کا اپنی قبروں سے کھڑے ہونے کی وجہ سے □ شہادت قائم ہونے کی وجہ سے □ عدل قائم ہونے کی وجہ سے □ مذکورہ سمجھی۔
- دنیا ہی میں جلدی سے سزا مل جانا آخرت تک بچا کر رکھنے سے بہتر ہے: □ صحیح □ غلط۔
- کائنات چھپنے کی جزاہی ٹوٹنے کی جزا کے ماندہ ہے: □ صحیح □ غلط۔
- (اللہ تعالیٰ کی) تمام صفات میں: □ اثبات لازم ہے □ تثیل یا تکییف سے بچنا □ مذکورہ سمجھی۔
- حسب نسب میں طعن کرنے کا مطلب: □ اس میں عیب جوئی کرنا ہے □ اس کی فنی کرنا ہے □ مذکورہ سمجھی۔
- ریاشرک: □ اصغر ہے □ اصغر ہے لیکن کبھی اکبر تک پہنچ جاتا ہے، اور ریا کاری کہتے ہیں اس عمل کو جو لوگوں کو دکھانے کے لیے کیا جائے، لیکن لوگوں کو سنانے کے لیے کیا جانے والا عمل ریا کاری نہیں ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ریا کاری کے علاج کا ایک طریقہ موت اور سکرات موت کو یاد کرنا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- کسی کا اپنی عبادت کے بارے میں لوگوں کو پتہ چل جانے کے بعد خوش ہونا: □ ریا ہے □ ریا نہیں ہے۔
- طاعت کے کام انجام دے کر لوگوں کا خوش ہونا: □ ریا ہے □ ریا نہیں ہے۔
- کسی آدمی نے اللہ کی خوشنودی کی خاطر صدقہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مونوں کے دلوں میں اس کی محبت اور تعریف ڈال دی، ایسا شخص: □ ریا کار سمجھا جائے گا □ مخصوص سمجھا جائے گا۔
- مال میں بڑھو تری کی نیت سے صدقہ کرنا، گویا: □ آخرت کے عمل کے ذریعے دنیا طلب کرنا ہے □ آخرت کے عمل کے ذریعے آخرت طلب کرنا ہے۔
- مسلمان کو جب ریا کاری میں پڑنے کا خدشہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ عمل ترک کر دے، ایسا کرنا: □ جائز ہے □ شرک اصغر ہے۔

- ۵۸- دینار کا بندہ کہا گیا ہے: □ اس کی عبادت کرنے کی وجہ سے □ اس کی خاطر راضی اور ناراض ہونے کی وجہ سے جیسے عبادت گزار کا حال ہوتا ہے۔
- ۵۹- «طُوبَىٰ» یعنی: □ اس آدمی کی جو سب سے بہتر حالت ہو سکتی ہے □ جنت میں ایک درخت کا نام۔
- ۶۰- بندے کا اپنے عمل کے ذریعے دنیا طلب کرنا ریا کاری سے زیادہ خطرناک ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۶۱- جھگرنے والے دو فریقین میں سے ایک کا قاضی کو کچھ دینا: □ یہ عاملوں کو بدیہیہ دینا ہے □ یہ رشوت ہے □ سمجھی۔
- ۶۲- (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کے اقرار میں ریا کاری کرنا اور صدقہ میں ریا کاری کرنا دونوں برابر ہیں: □ صحیح □ غلط۔
- ۶۳- درہم کہتے ہیں، نقد: □ سونا کو □ چاندی کو۔
- ۶۴- تعریف کے مستحق دولت مندر اور قدر و منزلت والے لوگ ہیں: □ صحیح □ غلط۔
- ۶۵- جب کسی کو کچھ دیا جائے تو راضی رہے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شخص صرف دنیا کا ہی طالب ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۶۶- علماء ہیں: (□ الزام اور تفییذ کا حق رکھنے والے □ ارشاد اور رہنمائی کرنے والے) اور امراء دوسرے لوگ ہیں۔
- ۶۷- حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی رائے کے ذریعے نص کو مخالفت کی ہو: □ صحیح □ غلط۔
- ۶۸- اللہ کی معصیت میں علماء اور امراء کی طاعت کی اقسام: ۱-.....اس کا حکم.....
.....اس کا حکم.....
.....اس کا حکم.....
- ۶۹- مذہبی تھسب اور انہی تقلید: □ مددوح ہے □ مذموم ہے۔
- ۷۰- راہب کہتے ہیں: (□ بہت زیادہ علم رکھنے والے عالم کو □ عابد و زاہد کو) اور خبر دوسرے کو کہتے ہیں۔
- ۷۱- عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حلال کو حرام قرار دینے سے شروع کیا ہے، کیونکہ یہ حرام کو حلال قرار دینے سے زیادہ سُکنیں ہے، جبکہ حرام دونوں ہی ہیں: □ صحیح □ غلط، اور علماء اور امراء کی اللہ کی شریعت کی (□ مخالفت میں □ موافق میں □ دونوں میں) پیروی کرنا انہیں رب اور معبدو بنا لینا ہے۔
- ۷۲- جس نے اللہ کے نازل کردہ کوناپنڈ کیا تو وہ کافر ہے اور اس کا کافر: □ اکبر ہے □ اصغر ہے۔
- ۷۳- اللہ کی نازل کردہ شریعت کے خلاف فیصلہ کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھنا، کافر: □ کبر ہے □ اصغر ہے۔
- ۷۴- یہ اعتقاد رکھنا کہ غیر اللہ کا حکم اللہ کے حکم کی مانند یا اس سے بھی بہتر ہے، کافر: □ اکبر ہے □ اصغر ہے۔
- ۷۵- کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کا حکم سبھی احکام سے عمدہ اور بڑھ کر ہے، لیکن مخلوم علیہ کے خلاف کینہ نے اسے اس پر مجبور کیا کہ وہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے خلاف فیصلہ کرے تو وہ: □ کافر ہے □ ظالم ہے □ فاسد ہے۔
- ۷۶- **وَمَرِيدُ الشَّيْطَنِ** یہ اسم جنس ہے جو شامل ہے: □ انسانی شیطانوں کو □ جنی شیطانوں کو □ مذکورہ سمجھی۔
- ۷۷- وہ گمان کرتے ہیں: □ مومن ہونے کا جبکہ وہ جھوٹے ہیں □ ان کے افعال ان کے اقوال کی تکذیب کرتے ہیں

□ مذکورہ سمجھی۔

۷۸۔ مصیبت: □ شرعی ہوتی ہے □ دنیوی ہوتی ہے □ مذکورہ سمجھی۔

۷۹۔ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اوامر کے آگے نہ بھلے اور اس میں رخنه اندازی کرے: □ وہ مومن ہے □ وہ منافق ہے۔

۸۰۔ زمین میں سب سے بڑا فساد، فساد: □ حسی ہے □ معنوی ہے۔

۸۱۔ اصلاح کے بعد فساد برپا کرنا، اصلاح سے قبل فساد کرنے کے مقابلہ میں زیادہ غنیمین اور خطرناک ہے، اور خاص طور سے اس وقت جب مقصد ہی اصلاح کے بعد فساد برپا کرنا ہو: □ صحیح □ غلط۔

۸۲۔ جاہلیت: □ بعثت سے قبل کا زمانہ ہے □ وہ جہالت ہے جس کی بنیاد علم پر نہ ہو □ سمجھی۔

۸۳۔ رشوت حرام ہے گرچہ اسے اپنے حق سے محروم کر دیا گیا ہو اور اس حق کو صرف رشوت کے ذریعہ ہی حاصل کیا جا سکتا ہو، یا اپنی جانب سے باطل دفع کرنے کی خاطر ہی کیوں نہ رشوت دی جا رہی ہو: □ صحیح □ غلط۔

آٹھویں فہم: توحید اسماء و صفات (ایک باب)

[۲۰] جس نے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا انکار کیا

جہود انکار کو کہتے ہیں، اور انکار کی دو فہمیں ہیں:

انکار تاویل (تاویل کرتے ہوئے انکار کرنا): اس کا انکار تو نہیں کرے لیکن اس کی تاویل ایسے معنی کے ذریعے کرے جو اس کے مخالف ہو:

جس کی لغت میں گنجائش ہو، وہ کافر تو نہیں ہے لیکن یہ بڑا خطرناک اور سنگین ہے، اور ہم اس کے اوپر رد کریں گے: جیسے کوئی کہے کہ (اللہ کے ہاتھ) یہ سے مراد آسمان یہاں مبسوط تھا۔ (بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں) کے بارے میں کہے کہ یہ (ہاتھ) سے مراد نعمت ہے، تو وہ کافر نہیں ہو گا کیونکہ ”یہ“ لغت میں ”نعمت“ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، لیکن ہم اس پر رد کریں گے کہ:

جس کی لغت میں کوئی گنجائش نہ ہو، تو یہ بھی کافر ہے: جیسے کوئی کہے کہ (اللہ کے ہاتھ) یہ سے مراد آسمان ہے، تو وہ کافر ہے کیونکہ لغت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، نہ ہمیں یہ حقیقت شریعہ کے مطابق ہے، لہذا وہ انکار اور تکذیب کرنے والا مانا جائے گا۔

انکار تکذیب (جھلکتے ہوئے انکار کرنا)

(یہ بلاشک کفر ہے): جس نے کتاب و سنت سے ثابت شدہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں سے کسی اسم یا صفت کا انکار کیا تو وہ بالاجماع کافر اور ملت اسلام سے خارج ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرنا بالاجماع ملت اسلام سے خارج کر دینے والا کفر ہے۔

- یہ ظاہر نص اور اجماع سلف کے خلاف ہے، اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔
- یہ کے لیے ابھی صفتیں وارد ہوئی ہیں کہ ان صفتیں سے نعمت یا قوت کا متصف ہونا محال ہے، جیسے تشنیہ اور جمع، قبض اور بسط، یہ صفات نعمت یا قوت کی نہیں ہو سکتی ہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر یہ احسان جلتا کہ انہیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، تو ”یہ“ اگر قوت یا نعمت کے معنی میں ہو تو پھر تمام مخلوقات پر آدم علیہ السلام کی کوئی خصوصیت ہی نہیں رہ جاتی ہے۔

توحید اسماء و صفات: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یا اپنے رسول کی زبانی اپنا جو نام رکھا ہے یا صفت بیان کی ہے اس میں اس کو تہامنا، اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے لئے جو ثابت کیا ہے اس کو مانا اور جس کی نفی کی ہے اس کا انکار کرنا، وہ بھی بغیر کسی تحریف، تعطیل، تکیف، اور تمثیل کے۔

(من غیر تحریف) کیوں کہا، اور: (من غیر تاویل) کیوں نہیں کہا؟

۱. کیونکہ قرآن میں ایسے ہی وارد ہوا ہے، لہذا ہم اس سے عدول نہیں کر سکتے۔
 ۲. کیونکہ یہ عدل کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ یہ لوگ اہل تحریف ہیں اہل تاویل نہیں۔
 ۳. لوگوں کو ان سے نفرت دلانے کی خاطر، کیونکہ اہل تحریف کو اگر اہل تاویل کہا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں۔
 ۴. ہر تاویل مذموم نہیں ہے، جس پر دلیل موجود ہو وہ صحیح اور مقبول ہے، اور جس پر دلیل موجود نہ ہو وہ فاسد اور قابل رد ہے، جبکہ تحریف کی سبھی قسمیں مذموم ہیں۔
- تمثیل کی نفی کیوں کی گئی جبکہ تشبیہ کی نفی نہیں کی گئی؟**
۱. کیونکہ تمثیل قرآن میں وارد ہوا ہے اور اس کی مطلق نفی کی گئی ہے، برخلاف تشبیہ کے، کہ قرآن میں اس کی نفی وارد نہیں ہے۔
 ۲. کیونکہ تشبیہ کی مطلق نفی صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہر دو موجود کے مابین قدر مشترک ہونا لازمی ہے جس میں وہ دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں، اور ہر ایک اپنی خصوصیات کی بناء پر دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔
 ۳. تشبیہ کی دلالت میں بھی اختلاف موجود ہے، بعض لوگوں نے اثبات صفات کو تشبیہ قرار دیا ہے۔

اسم: مشتق ہے، یا تو:

۱. سُمُو سے، جو ارتفاع اور بلندی کے معنی میں ہے، کیونکہ مُسُمی اپنے نام کے ذریعہ بلند اور ظاہر ہوتا ہے۔
۲. سِمَة سے، جو علامت و نشانی کے معنی میں ہے، کیونکہ یہ مُسُمی کے لیے ایک علامت کی طرح ہے۔

اسم اور صفت کے مابین فرق:

- اسیم جو بطور نام اللہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے، اور صفت جس سے اللہ متصف ہے۔

الْتَّقْبِيحُ وَالْتَّقْبِيحُ لِلْقُولِ الْمُفِيدُ

ہم توحید اسماء و صفات کا دراسہ اور مطالعہ کیوں کریں؟

۲. تاکہ ہم توحید کو کماحتہ سمجھ سکیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کر سکیں، بلکہ کوئی بھی شخص اس وقت تک مو من نہیں ہو سکتا جب تک کہ توحید کی تینوں قسموں میں اللہ کو اکیلانہ نہیں۔
۳. کیونکہ اس میں دلوں کی زندگی ہے، اور زندگی کے لیے سب سے عمدہ شے اور سب سے اشرف علم اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔
۴. یہ جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «اللَّهُ تِسْعَةُ وَتِسْعُونَ اسْمًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ» ”اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس نے ان کا احصاء (یعنی ان کو شمار اور یاد کیا اور ان کے مقتضی کے مطابق عمل کیا) تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔
۵. کیونکہ یہی وہ اصل اور بنیاد ہے جس پر سلف عمل پیرا تھے۔
۶. تاکہ ہم تعطیل اور تمثیل وغیرہ میں نہ پڑ جائیں جیسا کہ گمراہ فرقہ اس میں پڑ گئے۔
۷. تاکہ ہم اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا﴾ (اللہ کے بڑے اچھے اچھے نام ہیں سوان ناموں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو)۔

تحریف: جو اسماء و صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں انہیں بدل دینا:

لفظی تحریف: جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَكَلَمَ اللَّهُ مُوسَى تَكَلِّيمًا﴾ میں لفظ جلالت (اللہ - حرف "ہ" کے پیش کے ساتھ) کو (اللہ - حرف "ہ" کے زبر کے ساتھ) سے بدل دینا، اپنے گمان کے مطابق انہوں نے اللہ تعالیٰ کے صفت کلام کا انکار یہ کہتے ہوئے کیا کہ کلام موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے تھا، اور ان کے اوپر رد یوں ہے کہ ان سے پوچھا جائے کہ یہ بتلاؤ تو پھر اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَكَلَمَهُ رَبُّهُ﴾ سے کیا مراد ہے، وہ لا جواب ہو جائیں گے جو کہ اس کے باطل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

معنوی تحریف:
جیسے یہ کہنا کہ یہ (ہاتھ) سے مراد نعمت ہے۔

الشیخ ہیثہ بن محمد مدرس رحان

تعطیل: اللہ تعالیٰ کے لیے واجب اسماء و صفات کا انکار کرنا

کلی تعطیل: جیسے جہیہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تمام صفات سے عاری قرار دے دیا۔

جزئی تعطیل: جیسے اشاعرہ کرتے ہیں کہ بعض صفات ثابت کرتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

تکمیف: لفظ ”کیف (کیسے)“ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سوال کیا جائے؟

خفیہ طور پر دل سے باس طور کہ دل سے کسی چیز کا تصور کرے۔

انگلیوں سے تحریر کرتے ہوئے باس طور کہ اپنی انگلیوں سے کچھ تحریر کرے۔

زبان سے تعبیر کرتے ہوئے جیسے اپنی زبان کے ذریعہ کسی شے سے متصف کرے۔

اسم کی دلائلیں:

دلالت التزام: جو لفظ کے معانی پر کسی خارجی امر کی وجہ سے دلالت کرتی ہو۔

دلالت تضمن: جو لفظ کے بعض معانی پر دلالت کرتی ہو۔

دلالت مطابقت: جو لفظ کے تمام معنوں پر دلالت کرتی ہو۔

اس کی مثال: لفظ ”خالق“ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی وحدانیت پر دلالت، دلالت مطابقہ ہے، اور صفت خلق پر دلالت، دلالت تضمن ہے، جبکہ علم اور قدرت پر دلالت، دلالت التزام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبَعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَنْزَلُ الْأَنْوَارُ بِيَنْهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی۔ اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بہ اعتبار گھیر رکھا ہے)۔

ہم اسماء و صفات کا دراسہ اور مطالعہ کیسے کریں؟

۱. علم عبادت ہے، لہذا ہمیں بھی اسی نجی پر چلنا چاہیے جس پر رسول ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ چلے تھے۔
۲. اس دراسہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، اور اسی لیے جب امام مالک عزیزیہ سے اللہ کے استواء کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے سر کو جھکایا اور ان کی پیشانی پر پسینہ کی یوندیں نظر آنے لگیں (کیونکہ ان سے بڑی عظیم شیئے کے متعلق سوال کیا گیا تھا)۔
۳. ہم ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کریں جن کے متعلق صحابہ کرام ﷺ نے سوال نہیں کیا تھا۔
۴. پہلے دلیل تلاش کریں پھر اس دلیل کے مطابق عقیدہ رکھیں، واضح رہے کہ اہل سنت والجماعت کے غالباً عقیدہ کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ پہلے عقیدہ رکھتے ہیں پھر اس کے لیے دلیلیں تلاش کرتے ہیں اور جب نہیں پاتے ہیں تو ادھر ادھر ٹاک ٹوپیاں مارتے ہیں اور بدعت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔
۵. امام شافعی عزیزیہ کے طریقہ کو تطبیق میں لائیں کہ (آمنٰ تہتَدَ) (ایمان لے آؤ ہدایت پا جاؤ گے)، لہذا ہم اللہ پر اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی مراد کے مطابق ایمان لے آئیں، اور رسول اللہ ﷺ پر اور جو کچھ ان کی طرف سے آیا ہے اس پر رسول اللہ ﷺ کی مراد کے مطابق ایمان لے آئیں۔

اسماء و صفات سے متعلق چند باتیں:

۱. اللہ تعالیٰ کے اسماء کسی معین عدد میں محصور نہیں ہیں: اور اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: «أَوْ اسْتَأْثِرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ» ”اور جو کچھ تو نے اپنے لئے خاص کر رکھا ہے“، رہی بات نبی ﷺ کے اس فرمان کی کہ: «إِنَّ اللَّهَ تِسْعَةَ وَتَسْعِينَ اسْمًا» ”اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں“ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے صرف بھی اسماء ہیں، جیسے کوئی یہ کہے کہ: میرے پاس سو گھوڑے ہیں جنہیں میں نے صدقہ کی خاطر رکھا ہے، تو یہ حصر کے لیے نہیں ہے، ان کے پاس ابھی گھوڑے ہیں جو صدقہ کے لیے نہیں ہیں۔
۲. اللہ تعالیٰ کے اسماء، اعلام بھی ہیں اور اوصاف بھی: یہ محض اعلام نہیں ہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرنے کے اعتبار سے اعلام ہیں اور اس اعلام سے متنضم صفات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اوصاف ہیں، ہمارے ناموں کے بخلاف، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کسی کا نام علی (بلند مرتبے والا) ہو حالانکہ وہ نہایت گھٹیا ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفت دونوں حاظے سے بلند و بالا ہے۔

۳. اللہ تعالیٰ کے اسماء مترادف و متباین ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرنے کی وجہ سے مترادف ہیں کیونکہ یہ صرف ایک مسمی (ذات) پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً اسماعیل، الصمیر، الحکیم، یہ سبھی ایک مسمی اللہ پر دلالت کرتے ہیں، لیکن متباین اپنے معنی کے اعتبار سے ہیں کیونکہ الحکیم کا معنی اسماعیل کے معنی سے مختلف ہے۔
۴. اللہ تعالیٰ کے اسماء ذات اور معنی دونوں پر دلالت کرتے ہیں: لہذا ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں اور وہ اسے جس صفت کو متنضم ہے اس پر بھی ایمان لائیں، اور اگر وہ اسم متعدد ہو تو جس اثر اور حکم پر وہ صفت دلالت کرتی ہو اس پر بھی ایمان لائیں، بطور مثال، اسماعیل ہے: ہم اس پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام اسماعیل (سنے والا) ہے، اور یہ صفت سماع (سنے کی صلاحیت) پر دلالت کرتا ہے، اور اس سماع کا اپنا حکم اور اثر ہے، یہ کہ وہ اس سے سنتا ہے، لیکن اسے اگر متعدد نہ ہو جیے العظیم، الکبیر، الجلیل، تو ہم صرف اسے اور صفت کو ثابت کریں گے، کوئی حکم اس کی طرف متعدد نہیں ہو گا۔
۵. صفات کے اندر اسماء کے مقابلہ میں زیادہ وسعت ہے: کیونکہ ہر اسم صفت کو متنضم ہے، جبکہ ہر صفت اسے کو متنضم نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ صفت کلام اور صفت ارادہ سے تو متصف کیا جائے گا مگر اس کا نام مُتکلم اور مُتَبَّد نہیں رکھا جائے گا۔
۶. ہر وہ صفت جس سے اللہ تعالیٰ نے خود کو متصف کیا، اسے اسی حقیقت پر محمول کیا جائے گا البتہ اسے تمثیل اور تکلیف سے منزہ اور پاک سمجھا جائے گا۔

پہلی دلیل:

[۱] ارشاد ربانی ہے: ﴿وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ﴾ الایة۔ (اور یہ لوگ رحمان کے منکر ہیں)۔

- کفار قریش اس اسم کا انکار کرتے تھے مسمی کا نہیں، کیونکہ وہ اس کا اقرار کرتے تھے۔
- اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی اللہ کے ناموں میں سے کسی نام کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

دوسری دلیل:

[۲] صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: «حَدَّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتُرِيدُونَ أَنْ يُمْكِنَّدَبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ؟!» ”لوگوں کو وہی بتاؤ جنہیں وہ بچاں سکیں (ان کے فہم و شعور کے مطابق) ہو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹالا کیا جائے؟“

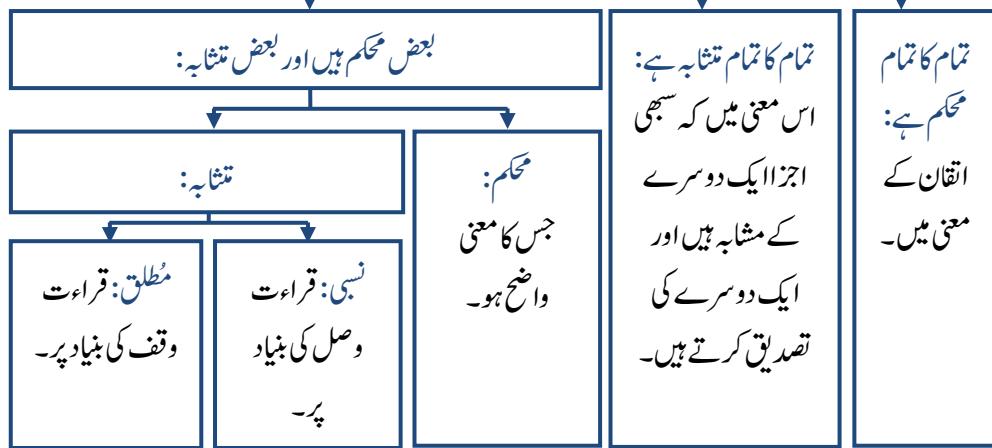
- داعی کے اوپر واجب ہے کہ وہ مدعوین کی عقول کا خیال رکھے، اور ہر انسان کو اس کے صحیح مرتبہ میں رکھے، اور لوگوں سے اس انداز میں گفتگو کرے جو ان کی فہم و ادراک کے مطابق ہو، وہ اس طرح کہ دھیرے دھیرے دعوت کا کام کرے یہاں تک کہ وہ مطمئن ہو جائیں اور باتوں کو قبول کرنے لگیں، اور انہیں ایسی چیز کی دعوت نہ دے جو ان کی عقول سے بالاتر ہو۔

تیری دلیل:

عبد الرزاق نے معمر سے، انہوں نے ابن طاؤس سے، انہوں نے اپنے والد طاؤس عَلَيْهِ السَّلَامُ سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضي الله عنهما سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما نے ایک شخص کو دیکھا جسے صفات الہی کے بارے میں ایک حدیث سن کر کپکپی آگئی، گویا اسے یہ حدیث اچھی نہیں لگی، تو یہ منظر دیکھ کر ابن عباس نے فرمایا: «مَا فَرَقُ هَوْلَاءِ؟ يَجِدُونَ رِقَّةً عِنْدَ مُحَكَّمِهِ، وَيَهْلِكُونَ عِنْدَ مُتَشَابِهِ» انتہی۔ ”ان لوگوں کا ذر عجیب ہے کہ اللہ کی محکم آیات سن کر ان پر رفت طاری ہو جاتی ہے اور تشابہ آیات سن کر (اور نہ مان کر) ہلاک ہوتے ہیں۔“

- «مَا فَرَقُ»: یعنی جب ان کے اوپر اللہ کی صفات کو ثابت کرنے والی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ ڈرتے کیوں ہیں؟ یہ لوگ اس کو اسی طرح اللہ کے لئے ثابت کیوں نہیں کرتے ہیں؟ جس طرح سے اللہ نے اپنے لیے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے لیے ثابت کیا ہے۔

قرآن کو متصف کیا جائے گا اس بات کے ساتھ کہ یہ:



۱. قرآن پر اس بات کا اطلاق کہ وہ تمام کا تمام مُحکم ہے، مُتشابہ کا ذکر کیے بغیر، اس کا مطلب ہو گا کہ: اس میں کوئی خلل نہیں ہے، اس کی دی ہوئی خبریں جھوٹی نہیں ہیں، اس کے احکام میں جور و ظلم نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَتَمَتَّعَ لِكَمْثُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ﴾ (آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے)۔

۲. قرآن پر اس بات کا اطلاق کہ وہ تمام کا تمام مُتشابہ ہے، مُحکم کا ذکر کیے بغیر، اس کا مطلب ہو گا کہ: غایتِ کمال اور غایتِ حسن کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مُتشابہ ہے، اور اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں کوئی تناقض نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَبًا مُّتَشَبِّهًا ﴾ (اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپ میں ملتی جلتی ہے)۔

۳. قرآن پر اس بات کا اطلاق کہ اس میں مُحکم و مُتشابہ دونوں ہیں، ایسی صورت میں مُحکم کا مطلب ہو گا کہ جس کا معنی واضح اور بین ہو، اور مُتشابہ جس کا معنی مخفی ہو اور مُتشابہ کی دو قسمیں ہیں: مُطلق اور نَبِيٌّ، اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ وَإِلَّا اللَّهُ ﴾ (ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا) میں وقف اور و صل کی حالت میں جو صورت بنے گی وہ اسی پر قائم ہو گی:

○ مُطلق: جس کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا، جیسے صفات کی کیفیت اور جنت میں جو کچھ ہے اس کی حقیقت (اور بعض سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات کی حقیقت)۔

○ نبی: جس کو پختہ و مضبوط علم والے جانتے ہیں، جبکہ دوسروں لوگوں کے نزدیک وہ متشابہ ہوتا ہے۔ قرآن میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو معنی کے اعتبار سے تمام لوگوں کے لیے متشابہ ہو، ہاں سمجھنے میں خطا ممکن ہے، اسی لیے عبد اللہ بن عباس رض نے کہا تھا: (میں ان را تھین میں سے ہوں جنہیں تاویل کا علم دیا گیا ہے) یہ انہوں نے مغض اپنی تعریف کی خاطر نہیں کہا تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ قرآن میں ایسی کوئی چیز نہیں جس کا معنی نہ جانا جاسکے، کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ یہ امت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آخر تک قرآن کے معنی کو نہ سمجھے اور وہ صفات والی آیتوں کو بنا سمجھے یوں ہی مجرد قراءت کرتی رہے۔

چوتھی دلیل:

[۲] اور جب قریبیش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رحمان کا ذکر سنایا تو انہوں نے اس کا انکار کیا تو اللہ جل جلالہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: **وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ** (اور وہ رحمان کا انکار کرتے ہیں)۔

مسائل:

- پہلا: اللہ تعالیٰ کے کسی نام یا کسی صفت کے انکار سے ایمان بالکل چلا جاتا ہے (یعنی ایسا کرنے کی وجہ سے ایمان کی نفی ہوتی ہے)۔
- دوسرا: سورہ رعد کی آیت **وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ** کی تفسیر۔
- تیسرا: جس بات کو سمجھنے کی سامع صلاحیت نہ رکھتا ہو، اسے چھوڑ دینا چاہیے (اور ہم ان سے ایسی باتیں کریں جو ان کے فہم و ادراک کے مطابق ہو)۔
- چوتھا: اس علت کا تذکرہ جس سے اللہ عز وجل نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہے، اگرچہ انکار کرنے والے کا ارادہ تکذیب نہ ہو۔
- پانچواں: اس سے اہن عباس رض کا یہ قول بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے اللہ کے اسماء یا صفات میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا، وہ اس کے باعث ہلاکت سے دوچار ہوا۔

آٹھویں فہرست سے امتحان (ایک باب)

پہلا سوال: (☒) کی علامت مناسب جگہ لگائیں یا عبارت مکمل کریں:

- ۱- اسماء و صفات کے انکار کی قسمیں ہیں: دو تین، اسم اور صفت کے مابین فرق یوں ہے کہ اسم وہ ہے جس کے ذریعہ اللہ کا نام رکھا جائے اور صفت وہ ہے جس سے اللہ متصف ہے: صحیح غلط۔
- ۲- کتاب و سنت میں وارد کسی اسم یا صفت کا انکار کرنا، کفر: اکبر ہے صفر ہے۔
- ۳- اسم مشتق ہے: شم و اور ارتفاع سے سمت اور علامت سے مذکورہ سمجھی۔
- ۴- اللہ جل جلالہ کے اسماء: اعلام ہیں اوصاف ہیں اعلام و اوصاف دونوں ہیں۔
- ۵- بندوں کے اسماء: اعلام ہیں اوصاف ہیں اعلام و اوصاف دونوں ہیں۔
- ۶- اسم کی دلالات: دلالات مطابقت دلالات تضمن دلالات التزام مذکورہ سمجھی۔
- ۷- اللہ جل جلالہ کے اسماء: مترادف ہیں تباہی ہیں مترادف اور تباہیں دونوں ہیں۔
- ۸- اللہ جل جلالہ کے اسماء: (مخصوص و محدود ہیں غیر مخصوص و محدود ہیں) عدد معین میں۔
- ۹- صفات کی تعداد اسماء سے زیادہ ہے کیونکہ ہر ایک صفت کو متفہمن ہے: صحیح غلط۔
- ۱۰- بہت سی ایسی صفات ہیں جن کا اطلاق اللہ کے لیے ہوتا ہے، لیکن اللہ کے اسماء میں سے نہیں ہیں: صحیح غلط۔
- ۱۱- نفی تشبیہ کہنے سے بہتر نفی تمثیل کہنا ہے: صحیح غلط۔
- ۱۲- اسماء و صفات کے دراسہ و مطالعہ کے اساباب: ۱- ۲- ۳- ۴- ۵- ۶- ۷- ۸- ۹- ۱۰- ۱۱- ۱۲- ۱۳- دراسہ اور مطالعہ کا طریقہ: ۱- ۲- ۳- ۴- ۵- ۶- ۷- ۸- ۹- ۱۰- ۱۱- ۱۲- ۱۳- ۱۴- ۱۵- ۱۶- ۱۷- ۱۸- ۱۹- ۲۰- ۲۱- ۲۲- ۲۳- ۲۴- ۲۵- ۲۶- ۲۷- ۲۸- ۲۹- ۳۰- ۳۱- ۳۲- ۳۳- ۳۴- ۳۵- ۳۶- ۳۷- ۳۸- ۳۹- ۴۰- ۴۱- ۴۲- ۴۳- ۴۴- ۴۵- ۴۶- ۴۷- ۴۸- ۴۹- ۵۰- ۵۱- ۵۲- ۵۳- ۵۴- ۵۵- ۵۶- ۵۷- ۵۸- ۵۹- ۶۰- ۶۱- ۶۲- ۶۳- ۶۴- ۶۵- ۶۶- ۶۷- ۶۸- ۶۹- ۷۰- ۷۱- ۷۲- ۷۳- ۷۴- ۷۵- ۷۶- ۷۷- ۷۸- ۷۹- ۸۰- ۸۱- ۸۲- ۸۳- ۸۴- ۸۵- ۸۶- ۸۷- ۸۸- ۸۹- ۹۰- ۹۱- ۹۲- ۹۳- ۹۴- ۹۵- ۹۶- ۹۷- ۹۸- ۹۹- ۱۰۰- ۱۰۱- ۱۰۲- ۱۰۳- ۱۰۴- ۱۰۵- ۱۰۶- ۱۰۷- ۱۰۸- ۱۰۹- ۱۱۰- ۱۱۱- ۱۱۲- ۱۱۳- ۱۱۴- ۱۱۵- ۱۱۶- ۱۱۷- ۱۱۸- ۱۱۹- ۱۲۰- ۱۲۱- ۱۲۲- ۱۲۳- ۱۲۴- ۱۲۵- ۱۲۶- ۱۲۷- ۱۲۸- ۱۲۹- ۱۳۰- ۱۳۱- ۱۳۲- ۱۳۳- ۱۳۴- ۱۳۵- ۱۳۶- ۱۳۷- ۱۳۸- ۱۳۹- ۱۴۰- ۱۴۱- ۱۴۲- ۱۴۳- ۱۴۴- ۱۴۵- ۱۴۶- ۱۴۷- ۱۴۸- ۱۴۹- ۱۵۰- ۱۵۱- ۱۵۲- ۱۵۳- ۱۵۴- ۱۵۵- ۱۵۶- ۱۵۷- ۱۵۸- ۱۵۹- ۱۶۰- ۱۶۱- ۱۶۲- ۱۶۳- ۱۶۴- ۱۶۵- ۱۶۶- ۱۶۷- ۱۶۸- ۱۶۹- ۱۷۰- ۱۷۱- ۱۷۲- ۱۷۳- ۱۷۴- ۱۷۵- ۱۷۶- ۱۷۷- ۱۷۸- ۱۷۹- ۱۸۰- ۱۸۱- ۱۸۲- ۱۸۳- ۱۸۴- ۱۸۵- ۱۸۶- ۱۸۷- ۱۸۸- ۱۸۹- ۱۹۰- ۱۹۱- ۱۹۲- ۱۹۳- ۱۹۴- ۱۹۵- ۱۹۶- ۱۹۷- ۱۹۸- ۱۹۹- ۲۰۰- ۲۰۱- ۲۰۲- ۲۰۳- ۲۰۴- ۲۰۵- ۲۰۶- ۲۰۷- ۲۰۸- ۲۰۹- ۲۱۰- ۲۱۱- ۲۱۲- ۲۱۳- ۲۱۴- ۲۱۵- ۲۱۶- ۲۱۷- ۲۱۸- ۲۱۹- ۲۲۰- ۲۲۱- ۲۲۲- ۲۲۳- ۲۲۴- ۲۲۵- ۲۲۶- ۲۲۷- ۲۲۸- ۲۲۹- ۲۳۰- ۲۳۱- ۲۳۲- ۲۳۳- ۲۳۴- ۲۳۵- ۲۳۶- ۲۳۷- ۲۳۸- ۲۳۹- ۲۴۰- ۲۴۱- ۲۴۲- ۲۴۳- ۲۴۴- ۲۴۵- ۲۴۶- ۲۴۷- ۲۴۸- ۲۴۹- ۲۵۰- ۲۵۱- ۲۵۲- ۲۵۳- ۲۵۴- ۲۵۵- ۲۵۶- ۲۵۷- ۲۵۸- ۲۵۹- ۲۶۰- ۲۶۱- ۲۶۲- ۲۶۳- ۲۶۴- ۲۶۵- ۲۶۶- ۲۶۷- ۲۶۸- ۲۶۹- ۲۷۰- ۲۷۱- ۲۷۲- ۲۷۳- ۲۷۴- ۲۷۵- ۲۷۶- ۲۷۷- ۲۷۸- ۲۷۹- ۲۸۰- ۲۸۱- ۲۸۲- ۲۸۳- ۲۸۴- ۲۸۵- ۲۸۶- ۲۸۷- ۲۸۸- ۲۸۹- ۲۹۰- ۲۹۱- ۲۹۲- ۲۹۳- ۲۹۴- ۲۹۵- ۲۹۶- ۲۹۷- ۲۹۸- ۲۹۹- ۳۰۰- ۳۰۱- ۳۰۲- ۳۰۳- ۳۰۴- ۳۰۵- ۳۰۶- ۳۰۷- ۳۰۸- ۳۰۹- ۳۱۰- ۳۱۱- ۳۱۲- ۳۱۳- ۳۱۴- ۳۱۵- ۳۱۶- ۳۱۷- ۳۱۸- ۳۱۹- ۳۲۰- ۳۲۱- ۳۲۲- ۳۲۳- ۳۲۴- ۳۲۵- ۳۲۶- ۳۲۷- ۳۲۸- ۳۲۹- ۳۳۰- ۳۳۱- ۳۳۲- ۳۳۳- ۳۳۴- ۳۳۵- ۳۳۶- ۳۳۷- ۳۳۸- ۳۳۹- ۳۴۰- ۳۴۱- ۳۴۲- ۳۴۳- ۳۴۴- ۳۴۵- ۳۴۶- ۳۴۷- ۳۴۸- ۳۴۹- ۳۵۰- ۳۵۱- ۳۵۲- ۳۵۳- ۳۵۴- ۳۵۵- ۳۵۶- ۳۵۷- ۳۵۸- ۳۵۹- ۳۶۰- ۳۶۱- ۳۶۲- ۳۶۳- ۳۶۴- ۳۶۵- ۳۶۶- ۳۶۷- ۳۶۸- ۳۶۹- ۳۷۰- ۳۷۱- ۳۷۲- ۳۷۳- ۳۷۴- ۳۷۵- ۳۷۶- ۳۷۷- ۳۷۸- ۳۷۹- ۳۸۰- ۳۸۱- ۳۸۲- ۳۸۳- ۳۸۴- ۳۸۵- ۳۸۶- ۳۸۷- ۳۸۸- ۳۸۹- ۳۹۰- ۳۹۱- ۳۹۲- ۳۹۳- ۳۹۴- ۳۹۵- ۳۹۶- ۳۹۷- ۳۹۸- ۳۹۹- ۴۰۰- ۴۰۱- ۴۰۲- ۴۰۳- ۴۰۴- ۴۰۵- ۴۰۶- ۴۰۷- ۴۰۸- ۴۰۹- ۴۱۰- ۴۱۱- ۴۱۲- ۴۱۳- ۴۱۴- ۴۱۵- ۴۱۶- ۴۱۷- ۴۱۸- ۴۱۹- ۴۲۰- ۴۲۱- ۴۲۲- ۴۲۳- ۴۲۴- ۴۲۵- ۴۲۶- ۴۲۷- ۴۲۸- ۴۲۹- ۴۳۰- ۴۳۱- ۴۳۲- ۴۳۳- ۴۳۴- ۴۳۵- ۴۳۶- ۴۳۷- ۴۳۸- ۴۳۹- ۴۴۰- ۴۴۱- ۴۴۲- ۴۴۳- ۴۴۴- ۴۴۵- ۴۴۶- ۴۴۷- ۴۴۸- ۴۴۹- ۴۴۱۰- ۴۴۱۱- ۴۴۱۲- ۴۴۱۳- ۴۴۱۴- ۴۴۱۵- ۴۴۱۶- ۴۴۱۷- ۴۴۱۸- ۴۴۱۹- ۴۴۲۰- ۴۴۲۱- ۴۴۲۲- ۴۴۲۳- ۴۴۲۴- ۴۴۲۵- ۴۴۲۶- ۴۴۲۷- ۴۴۲۸- ۴۴۲۹- ۴۴۳۰- ۴۴۳۱- ۴۴۳۲- ۴۴۳۳- ۴۴۳۴- ۴۴۳۵- ۴۴۳۶- ۴۴۳۷- ۴۴۳۸- ۴۴۳۹- ۴۴۳۱۰- ۴۴۳۱۱- ۴۴۳۱۲- ۴۴۳۱۳- ۴۴۳۱۴- ۴۴۳۱۵- ۴۴۳۱۶- ۴۴۳۱۷- ۴۴۳۱۸- ۴۴۳۱۹- ۴۴۳۲۰- ۴۴۳۲۱- ۴۴۳۲۲- ۴۴۳۲۳- ۴۴۳۲۴- ۴۴۳۲۵- ۴۴۳۲۶- ۴۴۳۲۷- ۴۴۳۲۸- ۴۴۳۲۹- ۴۴۳۳۰- ۴۴۳۳۱- ۴۴۳۳۲- ۴۴۳۳۳- ۴۴۳۳۴- ۴۴۳۳۵- ۴۴۳۳۶- ۴۴۳۳۷- ۴۴۳۳۸- ۴۴۳۳۹- ۴۴۳۳۱۰- ۴۴۳۳۱۱- ۴۴۳۳۱۲- ۴۴۳۳۱۳- ۴۴۳۳۱۴- ۴۴۳۳۱۵- ۴۴۳۳۱۶- ۴۴۳۳۱۷- ۴۴۳۳۱۸- ۴۴۳۳۱۹- ۴۴۳۳۲۰- ۴۴۳۳۲۱- ۴۴۳۳۲۲- ۴۴۳۳۲۳- ۴۴۳۳۲۴- ۴۴۳۳۲۵- ۴۴۳۳۲۶- ۴۴۳۳۲۷- ۴۴۳۳۲۸- ۴۴۳۳۲۹- ۴۴۳۳۳۰- ۴۴۳۳۳۱- ۴۴۳۳۳۲- ۴۴۳۳۳۳- ۴۴۳۳۳۴- ۴۴۳۳۳۵- ۴۴۳۳۳۶- ۴۴۳۳۳۷- ۴۴۳۳۳۸- ۴۴۳۳۳۹- ۴۴۳۳۳۱۰- ۴۴۳۳۳۱۱- ۴۴۳۳۳۱۲- ۴۴۳۳۳۱۳- ۴۴۳۳۳۱۴- ۴۴۳۳۳۱۵- ۴۴۳۳۳۱۶- ۴۴۳۳۳۱۷- ۴۴۳۳۳۱۸- ۴۴۳۳۳۱۹- ۴۴۳۳۳۲۰- ۴۴۳۳۳۲۱- ۴۴۳۳۳۲۲- ۴۴۳۳۳۲۳- ۴۴۳۳۳۲۴- ۴۴۳۳۳۲۵- ۴۴۳۳۳۲۶- ۴۴۳۳۳۲۷- ۴۴۳۳۳۲۸- ۴۴۳۳۳۲۹- ۴۴۳۳۳۳۰- ۴۴۳۳۳۳۱- ۴۴۳۳۳۳۲- ۴۴۳۳۳۳۳- ۴۴۳۳۳۳۴- ۴۴۳۳۳۳۵- ۴۴۳۳۳۳۶- ۴۴۳۳۳۳۷- ۴۴۳۳۳۳۸- ۴۴۳۳۳۳۹- ۴۴۳۳۳۳۱۰- ۴۴۳۳۳۳۱۱- ۴۴۳۳۳۳۱۲- ۴۴۳۳۳۳۱۳- ۴۴۳۳۳۳۱۴- ۴۴۳۳۳۳۱۵- ۴۴۳۳۳۳۱۶- ۴۴۳۳۳۳۱۷- ۴۴۳۳۳۳۱۸- ۴۴۳۳۳۳۱۹- ۴۴۳۳۳۳۲۰- ۴۴۳۳۳۳۲۱- ۴۴۳۳۳۳۲۲- ۴۴۳۳۳۳۲۳- ۴۴۳۳۳۳۲۴- ۴۴۳۳۳۳۲۵- ۴۴۳۳۳۳۲۶- ۴۴۳۳۳۳۲۷- ۴۴۳۳۳۳۲۸- ۴۴۳۳۳۳۲۹- ۴۴۳۳۳۳۳۰- ۴۴۳۳۳۳۳۱- ۴۴۳۳۳۳۳۲- ۴۴۳۳۳۳۳۳- ۴۴۳۳۳۳۳۴- ۴۴۳۳۳۳۳۵- ۴۴۳۳۳۳۳۶- ۴۴۳۳۳۳۳۷- ۴۴۳۳۳۳۳۸- ۴۴۳۳۳۳۳۹- ۴۴۳۳۳۳۳۱۰- ۴۴۳۳۳۳۳۱۱- ۴۴۳۳۳۳۳۱۲- ۴۴۳۳۳۳۳۱۳- ۴۴۳۳۳۳۳۱۴- ۴۴۳۳۳۳۳۱۵- ۴۴۳۳۳۳۳۱۶- ۴۴۳۳۳۳۳۱۷- ۴۴۳۳۳۳۳۱۸- ۴۴۳۳۳۳۳۱۹- ۴۴۳۳۳۳۳۲۰- ۴۴۳۳۳۳۳۲۱- ۴۴۳۳۳۳۳۲۲- ۴۴۳۳۳۳۳۲۳- ۴۴۳۳۳۳۳۲۴- ۴۴۳۳۳۳۳۲۵- ۴۴۳۳۳۳۳۲۶- ۴۴۳۳۳۳۳۲۷- ۴۴۳۳۳۳۳۲۸- ۴۴۳۳۳۳۳۲۹- ۴۴۳۳۳۳۳۳۰- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳- ۴۴۳۳۳۳۳۳۴- ۴۴۳۳۳۳۳۳۵- ۴۴۳۳۳۳۳۳۶- ۴۴۳۳۳۳۳۳۷- ۴۴۳۳۳۳۳۳۸- ۴۴۳۳۳۳۳۳۹- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۰- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۱- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۲- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۳- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۴- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۵- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۶- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۷- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۸- ۴۴۳۳۳۳۳۳۱۹- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۰- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۱- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۲- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۳- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۴- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۵- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۶- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۷- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۸- ۴۴۳۳۳۳۳۳۲۹- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۰- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۳- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۴- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۵- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۶- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۷- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۸- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۹- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۰- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۱- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۲- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۳- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۴- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۵- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۶- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۷- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۸- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۱۹- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۰- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۱- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۲- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۳- ۴۴۳۳۳۳۳۳۳۲۴- ۴۴۳۳۳۳۳

- ۲۰ قرآن میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے جس کے معنی تک پہنچنا ممکن نہ ہو: صحیح غلط۔
- ۲۱ داعی کو چاہیے کہ مدعوین کی عقل و فہم کا خیال رکھے اور لوگوں کو اس کے صحیح مرتبہ میں رکھے: صحیح غلط۔
- ۲۲ قرآن میں ایسی کوئی چیز نہیں جو معنی کے اعتبار سے تمام لوگوں کے لیے تشبہ ہو: (صحیح غلط)، اور جہاں تک حقائق کی بات ہے تو امور غایبی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو خبریں دی ہیں، وہ تشبہ ہیں (چند تمام) لوگوں پر۔
- ۲۳ ابن عباس رض نے یہ کیوں کہا کہ (میں ان راستیں میں سے ہوں جنہیں تاویل کا علم دیا گیا ہے):
-
- ۲۴ بدعتیوں کی سب سے بڑی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ: صفات والی آیتوں کا معنی نہیں سمجھا جاسکتا، کیونکہ ان کی اس بات سے نبی ﷺ اور صحابہ کرام رض کو جاہل قرار دینا، قرآن کو جھੰڑانا اور فلاسفہ کی باتوں کو شہرت دینا لازم آتا ہے: صحیح غلط۔
- ۲۵ اہل باطل کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ محاکم کو قبول کرتے ہیں اور تشبہ کا انکار کرتے ہیں: صحیح غلط۔
- ۲۶ آسماء و صفات کے چند قواعد ذکر کریں: ۱۔..... ۳۔..... ۲۔.....

دوسرے سوال: خانہ (۱) میں سے جو خانہ (۲) کے مناسب ہو اس کو مناسب جگہ میں رکھیں:

نمبر	آ
۱	تحریف
۲	تادیل
۳	تعطیل
۴	مکمل
۵	تشابہ
۶	تکمیلیف
۷	جہود

ب

انکار کو کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں: تکمیلیب اور تادیل۔

زبان سے تعبیر کر کے، انگلیوں سے تحریر کر کے اور دل سے اندازہ لگا کر ہو گا۔

کامل و مکمل ہونے اور حسن وجودت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے، اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے۔

جس کو اللہ کے لیے ثابت کرنا واجب ہے اس کو بدل ڈالنا، خواہ وہ لفظی ہو یا معنوی۔

جن آسماء و صفات کو اللہ کے لیے ثابت کرنا واجب ہے ان کا انکار کرنا (کلی اور جزئی)۔

اس میں کوئی خلل نہیں، اس کی خبروں میں کوئی جھوٹ نہیں اور اس کے احکام میں کوئی ظلم وجود نہیں۔

جس کی دلیل موجود ہو وہ صحیح اور مقبول ہے ورنہ فاسد اور مردود ہے۔

نویں قسم: شرکیہ منوع الفاظ (۲۶ ابواب)

- کتاب کا یہ سب سے طویل باب ہے، کیونکہ مؤلف عزیز اللہ یہ کی عادت ہے پہلے مسائل کو اجمالاً ذکر کرتے ہیں پھر تفصیل کے ساتھ۔
- اس باب میں مناہی لفظیہ، الفاظ شرکیہ اور بعض شرکیہ اعمال کے ذکر کے ساتھ ساتھ شرک اصغر پر توجہ مرکوز کی ہے کیونکہ یہ خفی ہے، اسی طرح کفر ان نعمت پر بھی خصوصی توجہ مندوں کی ہے جو کہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ يَعِرِفُونَ نِعَمَتَ اللَّهِ الْمُبَيِّنَ بِكُرُونَهَا ﴾ الآیة (یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہنچانے ہوئے بھی انکار کرتے ہیں)۔

(اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے)

(اس آیت کی تفسیر میں) مجاہد عزیز اللہ یہ فرماتے ہیں: ”اس سے مراد انسان کا یوں کہنا ہے: یہ مال مجھے آباء و اجداد کی طرف سے ورثہ میں ملا ہے۔ اور عون بن عبد اللہ عزیز اللہ یہ فرماتے ہیں: لوگوں کا یوں کہنا ہے کہ: اگر فلاں نہ ہوتا تو یوں ہو جاتا۔“ اور ابن قتیبہ عزیز اللہ یہ فرماتے ہیں: اس سے مراد لوگوں کا یہ کہنا ہے: یہ چیز ہمارے معبودوں کی سفارش سے ملی ہے۔“

- نعمت، آزادی کا جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَبَلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ﴾ (ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں)۔
- اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا، خلل ہے: [۱] توحید ربویت میں: کیونکہ اس میں سبب کو ہی فاعل قرار دیا جاتا ہے جبکہ حقیقی فاعل اللہ ہے۔ [۲] توحید عبادت میں: کیونکہ اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا، جو کہ ایک عبادت ہے۔

الْتَّقْوَىٰ مِنْهُ الْتَّقْوَىٰ لِقَوْلِ الْمُفْدَىٰ

- «يَقُولُونَ: لَوْلَا فُلَانُ لَمْ يَكُنْ كَذَا» ”لوگوں کا یوں کہنا کہ: اگر فلاں نہ ہوتا تو ایسا ہو جاتا۔“: اگر اس سے مراد خبر ہو اور خبر اگر سچی اور واقع کے مطابق ہو تو ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نعمت جب آزمائش ہے تو پھر ہم اس سے کیسے بچیں گے؟

حصول نعمت کے بعد:

ضروری ہے کہ فضل و احسان کرنے والے اللہ کا دل، زبان اور اعضا و جوارح سے شکر ادا کیا جائے۔

حصول نعمت سے قبل:

ضروری ہے کہ یہ اللہ سے ہی طلب کی جائے اور اس سلسلہ میں قلبی تعلق بھی اللہ ہی سے ہو، (بعض لوگوں کی فکریہ ہوتی ہے کہ اس کو وزیر، یا رئیس پیچانے اور اس کے اوپر نعمتیں لٹائے، جبکہ ہونا یہ چاہئے) کہ جس طرح جنت صرف اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کی جاتی ہے اسی طرح رزق بھی صرف اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کرنی چاہئے۔

نعمت کی نسبت کرنے کے سلسلے میں لوگوں کی اقسام:

شُرُكَ الْأَكْبَرُ: ایسے مخفی سبب کی طرف نسبت کرے جس کا کوئی اثر ہی نہ ہو اور نہ اس سبب کا عمل میں کوئی دخل ہو۔

شُرُكَ الْأَصْغَرُ: اس کی نسبت ظاہری ایسے سبب کی طرف کرے، جس کا شرعی یا حسی طور پر سبب ہونا ثابت نہ ہو۔

صَحْجَنْ: بایس حیثیت کہ شرعی یا حسی طور پر ثابت صحیح سبب کی طرف اس کی نسبت کرے، جو کہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

مُنْعَمُ (انعام کرنے والے) کا شکر ادا کرنانہ بھولے۔

یہ اعتقاد رکھے کہ یہ سبب ہے جو بذات خود موثر نہیں ہے۔

دوسری دلیل:

زید بن خالد جہن بن ٹھائیہ کی وہ حدیث (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے) جس میں ہے کہ: «أَصْبَحَ مِنْ عَبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ...» (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ”آن صبح میرے بندوں میں سے کچھ توجہ پر ایمان لانے والے اور کچھ کفر کرنے والے ہیں“ کو نقل کرنے کے بعد شیخ الاسلام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا: ”کتاب و سنت میں یہ بات بکثرت وارد ہے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ندامت فرماتا ہے جو اللہ کے انعام اور رحمت کو کسی غیر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔“ بعض سلف (اس بات کی وضاحت کے لیے یہ مثال ذکر کرتے ہوئے) کہتے ہیں: ”بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہوا بہت ہی خوب تھی، ملاح ماہر اور تجربہ کار تھا، وغیرہ جیسے بہت سے اقوال، جو لوگوں کی زبان پر راجح ہیں (مثلاً، ہوائی جہاز، زمین پر اترتے وقت بھی لوگ ایسا کرتے ہیں)۔“

مسائل:

پہلا: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پہچان اور اس کے انکار کی وضاحت ہے (یعنی اپنے حواس کے ذریعہ یہ تو پہچان لیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، لیکن انکار کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نسبت غیروں کی طرف کر دیتے ہیں)۔
 دوسرا: اس بات کا علم کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے انکار کی یہ صورتیں لوگوں کی زبان پر راجح ہیں (مثلاً، ہوائی جہاز، زمین پر اترتے وقت بھی لوگ ایسا کرتے ہیں)۔
 تیسرا: ایسی باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار ہے (یہ اس کے ذریعہ اللہ کے احسان کا انکار کرتے ہیں اس کے وجود کا انکار نہیں کرتے، کیونکہ وہ اسے پہچاننے میں اور اس کے وجود کو محسوس کرتے ہیں)۔
 چوتھا: ایک ہی دل میں دو متضاد باتوں کا مجمع ہونا ثابت ہے (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی معرفت و اقرار اور ان کا انکار)۔

﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (پس
دانستہ طور پر کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ) کا باب (ند کی تفسیر)

- جب تم جانتے ہو کہ ربوہت میں اس کا کوئی نہ اور شریک نہیں ہے تو پھر عبادت میں کیوں اس کا نہ اور شریک ٹھہراتے ہو، یہ آیت قرآن کریم کی پہلی آیت ہے جس میں توحید کا حکم اور اس کی نداء ہے، اور اسی طرح شرک سے روکنے والی بھی یہ قرآن کریم کی پہلی آیت ہے۔

پہلی دلیل:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ”انداد“ سے مراد شرک ہے، جورات کے اندر ہیرے میں سیاہ پتھر پر چیوٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی ہے۔ شرک یہ ہوتا ہے کہ تم یوں کہو: (وَاللَّهُ وَحْيَاٰتِكَ يَا فُلَانٌ، وَحَيَاٰتِي، اللَّهُ كَيْ قُسْمُ اُرْتِي زِنْدَگِي کَيْ قُسْمُ اَفْلَانٍ!) یا تمہاریوں کہنا: اے فلاں! میری جان کی قسم)، یا تمہاریوں کہنا: (لَوْلَا كُلْيَّةٌ هَذَا لَأَتَانَا الْلُّصُوصُ، اَغْرِيَهَ كَتَهْنَهْ نَهْ ہوتا تو ہمارے گھر چور آ جاتے)، یا تمہاریوں کہنا: (وَلَوْلَا الْبَطْرُ فِي الدَّارِ لَأَتَى الْلُّصُوصُ، اَغْرِيَهَ مِنْ بَلْنَهْ ہوتی تو ہمارے گھر چور آ جاتے)، یا کسی کا اپنے ساتھی سے یوں کہنا: (مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ، جَوَ اللَّهُ چَاهِي اور تم چاہو)، یا یوں کہنا: (لَوْلَا اللَّهُ وَفُلَانٌ، اَغْرِيَ اللَّهُ نَهْ ہوتا اور فلاں نَهْ ہوتا تو...)، تم اس قسم کی باتوں میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ رکھو۔ یہ سب اللہ کے ساتھ شرک کی باتیں ہیں۔ اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔

- «أَخْفَى مِنْ...»: خفاء اور پوشیدگی کو بتانے کے لیے یہ بڑا ہی بلیغ بجملہ ہے، جب بنی آدم کے دلوں میں شرک اس سے بھی زیادہ مخفی ہے تو ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس سے ہمیں ہمیشہ بچائے رکھو۔ آمین۔

دوسری دلیل:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ) ”جس شخص نے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم کھائی، اس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا۔“ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے، اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

تیسری دلیل:

[۳] حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (لَاَنْ أَحْلَفَ بِاللَّهِ كَادِبًا، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلَفَ بِغَيْرِهِ صَادِقًا) ”میرے نزدیک غیر اللہ کی سچی قسم کھانے سے اللہ کی جھوٹی قسم کھانا زیادہ بہتر ہے۔“

- **«کَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ»:** اگر یہ اعتقاد رکھے کہ مخلوق ہے (جس کی قسم کھائی جا رہی ہے) وہ تعظیم اور عظمت میں اللہ کے مساوی ہے تو شرک اکبر ہے، ورنہ شرک اصغر ہے۔
 - عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوئہ تو اللہ کی جھوٹی قسم کھانا پسند تھا اور نہ ہی غیر اللہ کی سچی قسم، بلکہ یہ بتلانا مقصد تھا کہ شرک کی برائی جھوٹ کی برائی سے سُنگین ہے، کیونکہ شرک کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

چو تھی دلیل:

[۲] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا تَقُولُوا: مَا شَاءَ اللَّهُ
وَشَاءَ فُلَانٌ، وَلَكِنْ قُولُوا: مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ»، یوں نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں
چاہے، بلکہ یوں کہو: جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے ۔ ابو داود نے اس کو صحیح سند سے روایت کیا ہے۔
یا نیچوں دلیل:

ابراهیم نجیع الشیعیہ کا قول ہے کہ: ”أَعُوذُ بِاللَّهِ وَبِكَ، میں اللہ کی اور تیری پناہ چاہتا ہوں) کہنا حرام اور ناجائز ہے، البتہ (بِاللَّهِ ثُمَّ بِكَ، میں اللہ کی اور پھر تیری پناہ چاہتا ہوں) کہنا جائز ہے، اسی طرح (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ فَلَانُ، اگر اللہ نہ ہوتا اور پھر فلاں نہ ہوتا تو...) کہہ سکتے ہیں، البتہ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفَلَانُ، اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا تو...) نہیں کہہ سکتے۔“

- «وَلَكِنْ قُولُوا»: شریعت جب حرام کا دروازہ بند کرتی ہے تو اسی کے مقابل جواز کا دروازہ بھی کھولتی ہے تاکہ حرام کو ترک کرنا آسان ہو جائے، اور ہمیں شریعت کی بلندی اور اس کے آسان ہونے کا بھی پتہ چلے۔

مسائل:

پہلا: انداز کے بارے میں سورہ بقرہ کی آیت (۳۲) کی تفسیر۔

دوسرہ: یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ﷺ شرک اکبر کے بارے میں نازل شدہ آیت کی تفسیریوں کرتے تھے کہ وہ شرک اصغر کو بھی شامل ہو جاتی تھی (کیونکہ نہ نظری، ہم مثل اور مساوی ہونے کے معنی میں مطلاعیا بعض امور میں داخل ہے)۔

تیسرا: غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے (جیسے یوں کہنا: تیری زندگی کی قسم، میری زندگی کی قسم، تیرے ذمہ کی قسم، میرے ذمہ کی قسم، میرے گردن کی قسم، میری داڑھی کی قسم، میرے چہرے کی قسم، نبی ﷺ کی قسم، میری عزت کی قسم، کعبہ کی قسم، تیری نماز کی قسم، تیرے روزے کی قسم، تیری عمر کی قسم، تیری مدد کی قسم، یا پھر اپنے قسم میں یوں کہے: اگر وہ ایسا کرے تو وہ یہودی، یا عیسائی یا کافر ہے)۔

چوتھا: غیر اللہ کے نام کی سچی قسم، یہیں غموس (اللہ کے نام کی جھوٹی قسم) سے زیادہ بڑا گناہ ہے (اور یہیں غموس یہ ہے کہ انسان اللہ کی جھوٹی قسم اس لیے کھائے کہ اس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال غصب کر لے، یا حق دبائے)۔

پانچواں: ”وَوَوْ“ (اور) ”وَثَمْ“ (پھر) کے الفاظ میں معنوی فرق ہے (کیونکہ ”وَوَوْ“ مساوات اور برابری چاہتا ہے لہذا شرک ہو جاتا ہے، جبکہ ”وَثَمْ“ ترتیب اور تراخی کا متقاضی ہے لہذا یہ شرک نہیں ہوتا، جیسے کوئی کہے: اللہ کی میری اور تمہاری قسم، میں اللہ کے اور تمہارے امان میں ہوں، میرے لیے صرف اللہ اور آپ ہیں، میں اللہ پر اور آپ پر توکل کرتا ہوں، یہ اللہ اور آپ کی طرف سے ہے، میرے لیے آسمان میں اللہ اور زمین پر آپ ہیں، میں اللہ کے حضور اور آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں)۔

[۲۳۳] اللہ کی قسم پر کفایت نہ کرنے والے شخص کا حکم (کبیرہ گناہ ہے)

قسم کھانے والا جس چیز پر قسم کھاتا ہے اس کو موکد بنانے کے لیے ایسی ذات (اللہ) کی قسم کھاتا ہے جس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے، اس کے باوجود بھی کسی کا اللہ کی قسم سے قائم نہ ہونا اور اسے تسليم نہ کرنا اللہ کی تعظیم میں نقص کی دلیل ہے جو کہ مکال توحید کے منافی ہے اور کبیرہ گناہ بھی۔

پہلی دلیل:

حضر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ حَلَّفَ بِاللهِ فَلْيَضْدُدْ، وَمَنْ حُلِّفَ لَهُ بِاللهِ فَإِنَّهُ ضَ، وَمَنْ لَمْ يَرْضَ فَلَيُسَمِّنَ مِنَ اللهِ»، ”تم اپنے آباء و اجداد کی قسمیں نہ کھائے، جو شخص اللہ کی قسم کھائے وہ سچ بولے اور جس کے لیے اللہ کی قسم کھائی جائے وہ راضی ہو جائے، اور جو راضی نہ ہو اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔“ ابن ماجہ نے اسے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اللہ کی قسم پر قناعت کرنے کی اقسام:

- حَسَّاً: جس کی خاطر قسم کھائی جا رہی ہے اس کی پانچ حالتیں ہو سکتی ہیں:
۱. اس کا جھوٹ ہونا اس کو معلوم ہو، تو اس کی تصدیق لازم نہیں ہے۔
 ۲. اس کا جھوٹ ہونا راجح ہو، تو اس کی تصدیق لازم نہیں ہے۔
 ۳. دونوں احتمال برابر ہوں، تو اس کی تصدیق واجب ہے۔
 ۴. اس کا سچ ہونا راجح ہو، تو اس کی تصدیق واجب ہے۔
 ۵. اس کا سچ ہونا معلوم ہو، تو اس کی تصدیق واجب ہے۔

شرعاً:

جب مدعی علیہ کو قسم کھانے کو کہا جائے اور وہ شرعاً تقاضہ کے مطابق اللہ کی قسم کھائے تو اس قسم سے راضی ہونا واجب ہے۔

مسائل:

پہلا: آباء و اجداد کی قسم کی نہیں (ممانعت) (اور نجی تحریم کے لیے ہے)۔

دوسرہ: جس شخص کے لیے اللہ کی قسم کھائی جائے، اسے حکم ہے کہ وہ اس قسم پر راضی ہو جائے اور معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔

تیسرا: اللہ کی قسم سے بھی راضی نہ ہونے والے کے لیے وعید وارد ہوتی ہے۔

(چوتھا: قسم کھانے والے کو سچ بولنے کا حکم، کیونکہ جب قسم کے علاوہ عام بول چال میں سچ بولنے کا حکم ہے پھر یہاں تو سچ بولنے کا حکم پر رجأ اولی ہے)۔

[۳۲] (جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں کہنے) کا حکم

پہلی دلیل:

[۱] حضرت قتیلہ شیعہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نبی ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا: إِنَّكُمْ تُشْرِكُونَ، تَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ، وَتَقُولُونَ: وَالْكَعْبَةُ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يَحْلِفُوا أَنْ يَقُولُوا: وَرَبُّ الْكَعْبَةِ، وَأَنْ يَقُولُوا: مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شِئْتَ" تم (مسلمان) لوگ شرک کرتے ہو کہ یوں کہتے ہو: جو اللہ چاہے اور تم چاہو، نیز تم کہتے ہو: کعبہ کی قسم، تو نبی ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو حکم دیا کہ قسم کھانی ہو تو کعبہ کے بجائے رب کعبہ کی قسم کھاؤ، اور جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں کہنے کے بجائے جو اللہ چاہے پھر آپ چاہیں، کہا کرو۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

دوسری دلیل:

سنن نسائی ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے یہ کہا: مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ، فَقَالَ: «أَجَعَلْتَنِي اللَّهُ نِدًّا؟ مَا شَاءَ اللَّهُ وَخَدَهُ»، ”جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، تو آپ نے فرمایا: تم نے مجھے اللہ کا شریک کیوں ٹھہرایا؟ (صرف اتنا کہا کرو) جو اللہ اکیلا چاہے۔“

• یہود کی وجہ تسمیہ:

- کیونکہ ان کے آباء و اجداد نے کہا تھا: (حدنا را لیک) (ہم تیری یعنی اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔
- کیونکہ ان کے جد امجد کا نام یہودا بن یعقوب ہے۔

• پہلی حدیث کے چند فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

- باوجود اس کے کہ یہودی کا مقصد نہ مت بیان کرنا تھا آپ ﷺ نے اس کا انکار نہیں کیا، کیونکہ اس نے بات بالکل حق کہی تھی۔

- رجوع الی اللہ (اللہ کی طرف پلٹنے) کی مشروعت، گرچہ حق کی طرف تنبیہ کرنے والا شخص اہل حق میں سے نہ ہو۔
- کسی چیز کو بدلتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اسے قریب تر چیز کی طرف پھیر دیا جائے۔

- اس عمل کی جانب تشبیہ اس یہودی شخص نے ہی کیوں کی؟ اس میں حکمت یہ ہے کہ ان یہودیوں کے لیے آزمائش وابستا ہے جو خود تو شرک اکبر میں بتلا ہیں اور مسلمانوں پر تقدیم کرتے ہیں، اور انہیں اپنا عیب نظر نہیں آتا۔

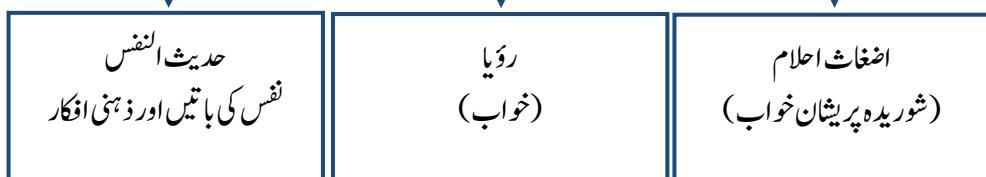
- **『ما شاء الله وَحْدَهُ』:** نبی ﷺ نے اس چیز کی طرف رہنمائی فرمائی جو شرک سے کلی طور پر دور کر دے، آپ ﷺ نے ان کی رہنمائی یہ کہنے کی طرف (ما شاء الله شَمَ شئت، کہ جو اللہ چاہے پھر آپ چاہیں) اس لیے نہیں کی تاکہ شرک تک پہنچنے کا ہر ذریعہ ختم کر دیں، اور ایسا آپ ﷺ نے توحید کے پہلوؤں کی حمایت اور اللہ کے حدادب کا خیال کرتے ہوئے کیا۔

تیسرا دلیل:

امن ماجہ میں حضرت عائشہؓ کے مادرزاد بھائی حضرت طفیلؓ سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میراً گزر یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا، میں نے کہا: ”تم اپنے لوگ ہو اگر حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ کہو“، تو انہوں نے بھی جواب کہا: تم بھی اپنے ہو اگر (ما شاء الله وَشَاءَ مُحَمَّدٌ، جو اللہ چاہے اور محمد ﷺ چاہیں) نہ کہو، واس کے بعد میراً گزر عیسائیوں کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا، میں نے کہا تم اپنے لوگ ہو اگر مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ کہو، انہوں نے جواب کہا: تم بھی اگر (ما شاء الله وَشَاءَ مُحَمَّدٌ، جو اللہ چاہے اور محمد ﷺ چاہیں، نہ کہو تو بہت اپنے ہو، صلح ہوئی تو میں نے کچھ لوگوں سے اس خواب کا ذکر کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ سے ساری بات ذکر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ خواب کسی کو بتایا بھی ہے؟ میں نے کہا: جی ہا۔ (آپ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے) اللہ کی حمد و شاء کے بعد آپ نے فرمایا: 『أَمَّا بَعْدُ؛ فَإِنَّ طُفِيلًا رَأَى رُؤْيَا أَخْبَرَ بِهَا مَنْ أَخْبَرَ مِنْكُمْ، وَإِنَّكُمْ قُلْتُمْ كَلِمَةً كَانَ يَمْنَعُنِي كَذَا وَكَذَا أَنْ أَنْهَا كُمْ عَنْهَا، فَلَا تَقُولُوا: مَا شاءَ اللهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ، وَلَكِنْ قُولُوا: مَا شاءَ اللهُ وَحْدَهُ』، ”اباعد! طفیل نے خواب دیکھا اور اس نے بعض کو بتایا بھی ہے، تم ایک جملہ بولا کرتے ہو، تمہیں اس بات سے روکنے کی میرے لیے فلاں فلاں چیز مانع تھی، تم یہ نہ کہا کرو کہ جو اللہ چاہے اور محمد ﷺ چاہیں، بلکہ صرف جو اللہ چاہے، کہا کرو۔“

- **『يَمْنَعُنِي كَذَا وَكَذَا』:** نبی ﷺ کو شرم و حیار و کتنی تھی لیکن یہ انکار باطل میں سے نہیں تھا، آپ ﷺ کو اس سے منع کرنے سے جو چیز مانع تھی وہ یہ کہ ابھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم نہیں دیا تھا، جیسے شراب کا حکم کہ آپ ﷺ نے اس سے خاموشی اختیار کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دے دیا۔

خواب (جو سونے والا دیکھتا ہے) کی اقسام:

مسائل:

پہلا: یہود شرک اصغر سے واقف تھے۔

دوسرا: انسان کی خواہش ہوتی حق اور باطل کو معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تیسرا: آنے والے نے (ماشاء اللہ و شدَّتْ، جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں) کہا تو نبی ﷺ نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: («أَجَعَلْتَنِي اللَّهِ نِدًّا!»)، کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک تھہرا دیا ہے؟ تو جس نے یوں کہا: (مَالِيْ مَنْ أَلْوَذْ بِهِ سَوَاكَ ...، ”اے اللہ کے رسول آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی میں پناہ حاصل کر سکوں...“) اور اس کے بعد کے مزید دو اشعار، اس کا کیا حال ہو گا۔ (یہ کفر اور مبالغہ آرائی کی انتہا ہے)۔

چوتھا: (جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں) جیسے کلمات شرک اکبر نہیں ہیں (ورنہ آپ ﷺ اس سے روک دیتے) اور یوں نہ فرماتے کہ «يَمْنَعُنِي كَذَا وَكَذَا»، ”فلان اور فلان بات کی وجہ سے میں تمہیں منع نہیں کر رہا تھا۔“

پانچواں: اچھا خواب بھی وحی کی ایک قسم ہے۔

چھٹا: اچھا خواب کبھی کبھار بعض احکام کی مشروعیت کا سبب بن جاتا ہے (اور ایسا ہونا صرف زمان نبوت میں ممکن تھا لیکن زمان نبوت گزر جانے کے بعد ہرگز نہیں)۔

[۲۵] زمانے کو گالی دینا در حقیقت اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے (حوادث کی نسبت زمانہ کی طرف کرنا)

• **فَقَدْ آذَى اللَّهُ**: اذیت پہنچانے سے ضرر پہنچانا لازم نہیں آتا ہے، انسان کبھی کبھی بری باتیں سن کر بھی اذیت محسوس کرتا ہے لیکن اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے قرآن میں اذیت کو توثیق کیا ہے لیکن اس بات کی نفعی کی ہے کہ کوئی چیز اس کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔

زمانہ کے متعلق مختلف الفاظ اور ان کا حکم:

جائز ہے: اگر اس کے ذریعہ مقصد صرف خبر دینا ہو ملامت کرنا نہیں، جیسے کوئی کہے: ہم آج کی گرمی سے پریشان ہو گئے، اور اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿هَدَا يَوْمَ عَصِيبٌ﴾: (آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے)۔

حرام ہے: اگر زمانے کو گالی تو دے گریہ اعتقاد نہ رکھے کہ فاعل حقیقی زمانہ ہی ہے، بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ فاعل حقیقی تو صرف اللہ ہی ہے لیکن زمانے کو اس لیے گالی دے کر وہ اس ناپسندیدہ شے کے واقع ہونے کی جگہ ہے۔

شرک اکبر ہے: اگر اس بنیاد پر زمانہ کو گالی دے کہ فاعل حقیقی زمانہ ہی ہے، جیسے یہ اعتقاد رکھے کہ معاملات کو خیر و شر کی طرف پلٹنے والا زمانہ بذات خود ہے۔

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] ارشاد ربیٰ ہے: **﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاةُ الدُّنْيَا نَمُوذٌ وَخَيْرٌ وَمَا يَهْلِكُهَا إِلَّا الْدَّهْرُ﴾** الآیۃ۔ (انہوں نے کہا کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مارڈا تاہے)۔

[۲] اور صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: **«قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يُؤْذِنِي ابْنُ آدَمَ، يَسْبُّ الدَّهْرَ، وَأَنَا الدَّهْرُ: أُلْقِلُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ»**، ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم زمانے کو گالی دے کر (براہملا کہہ کر) مجھے ایذا دیتا ہے، کیونکہ میں ہی صاحب زمانہ ہوں: دن و رات کو میں تبدیل کرتا ہوں“۔ اور ایک روایت میں ہے: **«لَا تَسْبُّوا الدَّهْرَ؛ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ»**۔ ”زمانہ کو براہملا نہ کہو، کیونکہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی زمانہ (کا اٹ پھیر کرنے والا) ہے۔“

- **﴿حَيَانَةُ الدُّنْيَا﴾**: یعنی وجود اور زندگی جو کچھ بھی ہے صرف دنیوی زندگی ہے، آخرت کوئی چیز نہیں ہے۔
 - **﴿وَمَا تَهْلِكُكَ إِلَّا الدَّهْرُ﴾**: یعنی ہماری ہلاکت اللہ کے حکم اور اس کی قدرت سے نہیں ہوتی، بلکہ جس کی عمر لمبی ہو اس کی وجہ ناز و نعم اور خوشی کا ہونا ہے اور جس کی عمر چھوٹی ہو اس کی بیماریوں، پریشانیوں اور غمتوں کی وجہ سے ہے، خلاصہ یہ کہ ان کو ہلاک کرنے والا زمانہ ہی ہوتا ہے۔
 - **﴿يُؤْذِنِي أَبْنُ آدَمَ﴾**: یعنی اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے اذیت کا ثبوت موجود ہے، لہذا ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم اس چیز (اذیت) کو اللہ کے لیے ثابت کریں جو اللہ نے اپنے لیے ثابت کی ہے کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں اللہ سے زیادہ نہیں جانتے، لیکن یہ اذیت مخلوق کی اذیت کے مانند نہیں ہوتی۔
 - **﴿يَسُبُّ الدَّهْرَ﴾**: یعنی اس کو گالی دیتا ہے، بر اجلا کہتا ہے اور لعنت ملامت کرتا ہے، اور ”دہر“ زمانہ اور وقت کو کہتے ہیں۔
 - **﴿وَأَنَا الدَّهْرُ﴾**: ”میں ہی زمانہ ہوں“ کا مطلب ہے، زمانہ کی تدبیر کرنے والا، اس کو الٹنے پلٹنے اور حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔
- کیا ”دہر“ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے؟
- ”دہر“ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نہیں ہے، اس لیے کہ:
- ا. آیت کا سیاق اس کی تردید کرتا ہے، کیونکہ ”دہر“ اگر اللہ تعالیٰ کا نام ہوتا تو اہل جاہلیت کا اعتقاد رکھنا صحیح ہوتا۔
 - ب. حدیث کا سیاق بھی اس کی تردید کرتا ہے۔
 - ج. جس نے کہا کہ ”دہر“ ہی اللہ ہے اس نے مخلوق کو ہی خالق بنادیا۔
 - د. اللہ تعالیٰ کے تمام نام (حسنی) اچھے اور بیمارے ہیں جو حسن و خوبی میں کمال و انتہا کو پہنچھے ہوئے ہیں، جس کا اپنا ایک خاص معنی ہوتا ہے، جبکہ ”دہر“ کے معنی میں کوئی حسن و خوبی نہیں ہے۔
 - پ. اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء مشتق ہیں، جبکہ ”دہر“ اسیم جامد ہے۔
 - و. چوپاپیوں، ہوا اور بخار کو بھی (زمانے کی طرح) گالی دینے کی ممانعت اور نہیں وارد ہے۔

مسائل:

پہلا: زمانے کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کی ممانعت ہے (جیسے یہ کہنا: ہائے زمانے کی مصیبت، یا زمانہ برابر ہے، یا: زمانہ غدار ہے)۔

دوسرہ: زمانے کو برا بھلا کہنے کو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا قرار دیا ہے۔

تیسرا: نبی ﷺ کے فرمان کہ: «فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ» ”اللہ ہی زمانہ ہے“ میں غور و فکر کرنا چاہیے۔ (یعنی مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمانے کو اللہ پلٹنے والا اور اس کی تدبیر کرنے والا ہے)۔

چوتھا: بسا اوقات انسان سب و شتم کامِ رُکب ہو جاتا ہے، اگرچہ اس کی نیت نہ بھی ہو۔

(پانچواں: سورہ جاثیہ کی آیت ﴿وَمَا يَهْلِكُكُمْ إِلَّا الْأَذَهَرُ﴾ کی تفسیر)

[۲۶] قاضی القضاۃ وغیرہ جیسے القاب رکھنا (ممنوع ہے)

- یعنی کوئی شخص اپنے لیے یہ نام اختیار کرے، یا کوئی دوسرا اسے اس نام سے پکارے تو وہ خوش ہو۔
قاضی القضاۃ لقب اختیار کرنے کا کیا حکم ہے؟
- گناہ کبیر ہے، اگر اس کا مقصد مجرد یہ لقب اختیار کرنا ہو۔
- شرک اکبر ہے، اگر یہ اعتقاد رکھے کہ وہ تمام قاضیوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھ کر قاضی ہے۔
- جائز ہے، اگر اس کو کسی خاص جماعت، ملک یا زمانہ کے ساتھ مقید کر دیا جائے، لیکن گریز کرنا افضل ہے۔

پہلی دلیل:

[۱] صحیح (صحیحین) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **إِنَّ أَخْنَمَ اسْمَ عِنْدَ اللَّهِ: رَجُلٌ تَسْمَى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ، لَا مَالِكَ إِلَّا اللَّهُ**، ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے گھٹیا اور حقیر وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو ملک الامالک (شہنشاہ) کہلوائے، جبکہ (حقیقی) مالک اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔“ حضرت سفیان عزیز اللہ علیہ نے ”ملک الامالک“ کاترجمہ شاہان شاہ (شہنشاہ) کیا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں: **أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَخْبُثُهُ**، ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض اور براخجیش شخص“ (وہ ہے جو اپنے آپ کو شہنشاہ کہلوائے۔ اور: **أَخْنَمُ** یعنی: گھٹیا۔)

- **أَخْنَمُ**: اس کے (خود کو عزت دار بنانے کے) ارادہ کے خلاف چیز (گھٹیا قرار دینے) کے ذریعہ سزا دی گئی، اور اسی میں ہر وہ چیز شامل ہے جو طاقت، غلبہ اور تعظیم پر دلالت کرے۔
- **أَغْيَظُ**: اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ”غیظ“ کا ثبوت موجود ہے جو اس کے شایان شان ہے، اور بظاہر یہ لفظ ”اغیظ“ بہت زیادہ غنیظ و غضب پر دلالت کر کرہا ہے۔

مسائل:

پہلا: کسی کو ملک الامالک (یعنی شہنشاہ) کہنے کی ممانعت۔

دوسرہ: اس قسم کے دیگر الفاظ، آسماء اور القاب بھی منع ہیں، جیسا کہ سفیان ثوری عویشیہ نے مثال دے کر سمجھایا ہے (جیسے قاضی القضاۃ، حاکم الحکام اور سلطان السلاطین وغیرہ جیسے القاب اختیار کرنا)۔

تیسرا: اس قسم کے الفاظ کی ناپسندیدگی کو سمجھنا اور ان پر غور کرنا چاہیے، اگرچہ دل میں اس لفظ کا حقیقی معنی مراد نہ ہوتا بھی یہ ناپسندیدہ اور ممنوع ہے۔

چوتھا: سمجھنا چاہیے کہ ایسے القاب کو صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے پیش نظر ناپسندیدہ اور ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی کی تعظیم اور اس وجہ سے نام کی تبدیلی

اللہ عزیز و جل جل جل کے نام کی اقسام:

غیر مختص: وہ اسماء جو اللہ کے سواد و سروں کے لیے بھی صحیح ہیں، جیسے: الرّحیم، الرّحیق اور الْبصیر، اگر اس میں صفتی معنی کا احتمال نظر آئے تو منوع ہو گا اور اگر صفتی معنی کا احتمال نظر نہ آئے تو اس سے نام رکھنا اس بنا پر جائز ہو گا کہ یہ محض علم ہیں۔

مختص: وہ اسماء جو صرف اللہ کے لیے ہی خاص ہوں، ان سے اللہ کے سواد و سروں کو موسم نہیں کیا جا سکتا، اور اگر دوسروں کے لئے رکھ دئے گئے ہوں تو ان کو تبدیل کرنا واجب ہے جیسے: اللہ، الرحمن، رب العالمین، اور ان جیسے دیگر نام۔

پہلی دلیل:

[۱] حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی کنیت ابو الحکم تھی تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ»، فَقَالَ: إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ، فَرَضَيْتَ كِلَّا الْفَرِيقَيْنِ، فَقَالَ: مَا أَحْسَنَ هَذَا، فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟»، قُلْتُ: شُرِیحٌ، وَمُسْلِمٌ، وَعَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ؟»، قُلْتُ: شُرِیحٌ، قَالَ: فَأَنْتَ أَبْوُ شُرِیحٍ، «حکم» تو اللہ تعالیٰ ہے اور حکم بھی اسی کا (نافذ ہوتا) ہے۔ تو ابو شریح رضی اللہ عنہ نے کہا: میری قوم میں جب کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو وہ میرے پاس آتے ہیں تو میں ان کا فیصلہ کر دیتا ہوں، جس پر دونوں فریقین راضی ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو بڑی اچھی بات ہے! پھر فرمایا: تمہاری اولاد میں کون کون نہیں؟ میں نے کہا: شریح، مسلم اور عبد اللہ۔ آپ نے پوچھا: ان میں سب سے بڑا کون ہے؟ میں نے کہا: شریح، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ابو شریح ہو۔ اس کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

کنیت کہتے ہیں، جس کے پہلے (اب) یا (ام) یا (اخ) یا (عم) یا (خال) لگا ہوا ہو، اور اس آدمی کے نام میں لفظ ”حکم“ لگا ہوا تھا، جو اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اور یہ مجرد علم محض کی وجہ سے بھی نہ تھا بلکہ یہ صفت پائے جانے کی وجہ سے نام رکھا گیا تھا، جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک طرح کی مشارکت تھی، اسی لیے نبی ﷺ نے ان کے لیے ایک مناسب کنیت اختیار فرمائی، اور آپ نے انہیں پھر عقیقہ کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ نام کی تبدیلی پر ہی اکتفا کیا اور توحید کی حفاظت فرمائی۔

مسائل:

پہلا: اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا مکمل احترام، اگرچہ دوسرے کے لیے استعمال کرتے وقت ان کا معنی مقصود نہ ہو (یعنی وہ اسماء جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں یا جس میں صفت کی مشاہدہ اور مشارکت مقصود ہو)۔

دوسرا: اللہ تعالیٰ کے اسماء کے احترام کے پیش نظر (شرکیہ اور غلط) ناموں کو تبدیل کر دینا (اسی طرح اگر نام کا معنی بھی غیر مناسب ہو، تو نام تبدیل کر دینا چاہیے)۔

تیسرا: کنیت رکھنے کے لیے سب سے بڑے میٹے کا انتخاب (کنیت رکھنا مباح اور جائز ہے، اور مشرک کو کنیت کے ساتھ پکار انہیں جا سکتا، کیونکہ کنیت تعظیم پر دلالت کرتی ہے)۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ، قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانے والے شخص کا حکم

- جس نے اللہ تعالیٰ کا، یا اس کی آیات کو نیہ یا شریعہ یا اس کے رسول کا مذاق اڑایا، اس نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا، کیونکہ مذاق اڑانے والے سے ایمان کی نفی کی گئی ہے، اور واضح ہے کہ کفر کی دو قسمیں ہیں:

کفر اعراض: نہ ہی دین اسلام میں داخل ہوتا ہے اور نہ ہی دین کے لیے مجاز آرائی کرتا اور اڑائی لڑتا ہے۔

کفر معارضہ: یہ سب سے سخت اور سُنگین ہے، جیسے ابو جہل اور ابو لہب کا کفر۔

- جس نے کفر معارضہ اختیار کرتے ہوئے مذاق اڑایا تو وہ کافر ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ بہت کے لیے سجدہ کرنے والے سے بھی زیادہ برا ہے، یہ مسئلہ بڑا خطرناک ہے، زبان سے نکلی ہوئی کچھ باتیں کہنے والے کو لاشوری طور پر پریشانی بلکہ ہلاکت میں ڈال دیتی ہیں، انسان کبھی کبھی اپنی زبان سے کچھ ایسی باتیں بولتا ہے جسے وہ معمولی سمجھتا ہے، لیکن ان کے ذریعہ اللہ کی نار اٹھنی مول لے لیتا ہے، اور جہنم کا حقدار بن جاتا ہے۔
جس نے نماز کا۔ گرچہ نفل ہی کیوں نہ ہو۔ یا زکوٰۃ کا، یا روزہ کا، یا حج کا مذاق اڑایا وہ بالاجماع کافر ہے، اسی طرح جس نے اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانیوں کا مذاق اڑایا اور کہا کہ: کھنڈ کے موسم میں گرمی کا ہونا بے وقوفی ہے اور گرمی کے موسم میں کھنڈ کا پایا جانا حرام ہے، تو وہ خارج از ملت اور کافر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال حکمت پر مبنی ہوتے ہیں، ہم اس حکمت کا کسی بھی حال میں ادراک نہیں کر سکتے ہیں، الایہ کہ نصوص صحیحہ سے ثابت ہو۔
• جو اللہ، یا اس کے رسول یا اس کی کتاب کو گالی دے، اس کی توبہ مقبول ہے یا نہیں، اس میں علماء کے دو اقوال ہیں:

چند شروط کے ساتھ توبہ مقبول ہے:

- ۱- اس کے توبہ کی سچائی معلوم ہو جائے۔ ۲- اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے۔ ۳- اپنی کہی ہوئی بات سے براءت کا اظہار کرے۔ لیکن نبی ﷺ کو گالی دینے والے کی توبہ قبول کی جائے گی اور بادشاہ وقت پر واجب ہے کہ اسے نبی ﷺ کے حق کی خاطر قتل کرے، اور قتل کے بعد اس کو غسل دیکر، کفن پہننا کر، اس پر نماز جنازہ پڑھ کر مسلمانوں کے ساتھ دفن کرے۔

اس کی توبہ مقبول نہیں، بادشاہ وقت اسے قتل کرے گا:

نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نہ اس کے لئے رحمت کی دعا کی جائے گی، اس کو مسلمانوں کے قبرستانوں سے دور دفن کیا جائے گا، گرچہ یہ دعویٰ ہی کیوں نہ کرے کہ اس نے توبہ کر لی ہے، کیونکہ ارتداد بڑا سُنگین معاملہ ہے جس میں توبہ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] ارشاد الہی ہے: ﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لِيَقُولُوا إِنَّمَا كُنَّا نَخْوْضُ وَنَلْعَبُ ﴾ الآیة (۱۶) اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یوں ہی آپس میں ہنس بول رہے تھے۔

[۲] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ، محمد بن کعب ، زید بن اسلم اور فقادہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے ، ان سب کی روایات کا حاصل اور نچوڑا یک ہی ہے اگرچہ الفاظ قدرے مختلف ہیں اور وہ یہ کہ غزوہ تبوک میں ایک منافق نے کہا: مَا رَأَيْنَا مِثْلَ قُرْأَنَا هَوْلَاءِ أَرْغَبَ بُطْوَنَا، وَلَا أَكْذَبَ أَسْنَانَا، وَلَا أَجْبَنَ عَنْدَ الْلَّقَاءِ - یعنی الرَّسُولَ ﷺ وَأَصْحَابَهُ الْقُرَاءَ -، فَقَالَ لَهُ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ: كَذَبْتَ؛ وَلَكِنَّكَ مُنَافِقٌ، لَاخْرِينَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَذَهَبَ عَوْفٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لِيُخْبِرُهُ، فَوَجَدَ الْقُرْآنَ قَدْ سَبَقَهُ، فَجَاءَ ذَلِكَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَقَدْ ارْتَحَلَ، وَرَكِبَ نَاقَتَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّمَا كُنَّا نَخْوْضُ وَنَلْعَبُ وَنَتَحَدَّثُ حَدِيثَ الرَّكِبِ، نَقْطَعُ بِهِ عَنَّا الطَّرِيقِ، قَالَ أَبْنُ عُمَرَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَتَعْلِقاً بِنِسْعَةِ نَاقَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَإِنَّ الْحِجَارَةَ تَنْكُبُ رِجْلِيَّهُ، وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّمَا كُنَّا نَخْوْضُ وَنَلْعَبُ، فَيَقُولُ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ﴿ قُلْ أَيُّ أَلَّهٰ وَعَادِيَّهُ، وَرَسُولُهُ، كُنْتُمْ تَسْتَهِزُونَ ﴾، مَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ، وَمَا يَزِيدُهُ عَلَيْهِ، ”ہم نے پیٹ کے پچاری، زبان کے جھوٹے اور میدان جنگ میں سب سے زیادہ بزدل، ان علم والوں سے بڑھ کر اور کوئی نہیں دیکھے۔ اس کی مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو جھوٹا اور منافق ہے، میں تمہاری بات نبی ﷺ کو ضرور بتاؤں گا۔ چنانچہ عوف رضی اللہ عنہ بتانے کی غرض سے آپ کے پاس گئے مگر ان کے آنے سے پہلے وہی نازل ہو چکی تھی۔ وہ (منافق) بولا۔ یا رسول اللہ! ہم لوگ تو محض دل بہلانے کے لیے ایسی بات چیت اور سواروں کی سی باتیں کر رہے تھے، تاکہ سفر کی مشقت طے کر سکیں (اور بوریت نہ ہو) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے۔ گویا وہ شخص آپ ﷺ کی اوٹنی کے کجاوے کی رسمی کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور پتھر اس کے پاؤں سے مکارا ہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے: ہم تو محض بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے، اور رسول اللہ ﷺ فرم رہے ہیں: (کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ سے ہنسی کرتے ہو، تم نے ایمان لانے کے بعد (یہ بات کر کے) کفر کا رنگاب کیا ہے، یعنی آیت کریمہ کی تلاوت کر رہے ہیں)، چنانچہ آپ ﷺ نہ تو اس کی طرف التفات فرمائے تھے اور نہ ہی اس پر کچھ مزید فرمائے تھے۔

- «قُرَّأَنَا»: اس سے مراد نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ؓ تھے، اور اللہ کی قسم وہ جھوٹا تھا۔
- «وَلَكِنَّكَ مُنَافِقٌ»: اس سے یہ پتہ چلا کہ جو صحابہ کرام ؓ کو گالی دے وہ کافر ہے، کیونکہ ان پر طعن کرنا گویا اللہ، اس کے دین اور اس کے رسول ﷺ میں طعن کرنا ہے۔
- «بِسْنَعَةٍ»: اس بیلٹ اور رسی کو کہتے ہیں جس سے کجا وہ باندھا جاتا ہے۔
- «تَنْكُبُ رِجْلَيْهِ»: اور پھر اس کے پاؤں سے ٹکر ا رہا تھا۔
- حدیث کے فوائد:
 - ۱- مستقبل میں پیش آنے والی چیزوں کا علم اللہ کو ہے، جو گزر چکا وہ بھی اور جو آئندہ پیش آنے والا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے۔
 - ۲- اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق ہی نبی ﷺ فیصلہ فرماتے تھے۔
 - ۳- اللہ کا، اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق بنا کافراً کبر ہے۔
 - ۴- اللہ کا مذاق اڑانے والا کافر ہے۔
 - ۵- موقع کی مناسبت سے شدت اور سختی سے پیش آنا چاہیے۔
 - ۶- مذاق اڑانے والے کی توبہ قبول کی جائے گی کچھ شر و ط کے ساتھ۔

ضروری وضاحتیں:

۱. ایسی جگہ جہاں اللہ، یا اس کے رسول کو گالی دی جا رہی ہو تو وہ یا تو اس کا انکار کرے ورنہ وہاں سے نکل جائے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعُتُمْ مَا يَأَيَّدُ اللَّهَ بِكُفْرٍ إِهَا وَيُسْتَهْزِئُ إِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ﴾ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتنا رچکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں)۔
۲. لوگوں کو ہنسانے کے واسطے قرآن و حدیث کے ذکر کرنے سے لازمی طور پر پچنا چاہیے، اور ان دونوں کے ذکر کے وقت خوف زدہ ہونا چاہیے۔

۳۔ کلام اور گفتگو میں اگر سب و شتم کا احتمال ہو تو کہنے والے کو متنبہ کرنا ضروری ہے، اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ وہ مذاق اڑانے والا شمار کیا جائے گا۔

۵۔ خود بینی اور کبر و غرور سے بچنا چاہیے، کیونکہ نیکی جنت میں داخلے کا سبب ہے تو برائی جہنم میں لے جانے کا، یہ آدمی نبی ﷺ کے ساتھ توبہ کے لیے نکلا تھا لیکن نتیجہ کیا نکلا یہ حدیث سے ظاہر ہے۔

مسائل:

پہلا: اس سے جو بڑا مسئلہ ثابت ہوا وہ یہ کہ جو شخص رسول اکرم ﷺ یا صحابہ کرام ﷺ کا مذاق اڑائے وہ کافر ہے (یعنی وہ اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا منکر ہے)۔

دوسرا: جو ایسی بات کرے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اس پر اس آیت کی روشنی میں حکم لگایا جائے گا (چاہے وہ منافق ہو یا غیر منافق)۔

تیسرا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے نصیحت و خیر خواہی اور چغلی میں فرق ہے (کیونکہ نصیحت کا مقصد اللہ کے شعائر کا احترام ہے)۔

چوتھا: وہ عفو و درگزر جسے اللہ پسند کرتا ہے (وہ ہے جس سے اصلاح مقصود ہو)، اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے میں فرق ہے (لیکن دعوت اور تالیف قلب کی خاطر نرمی اختیار کرنا مستحسن ہے)۔

پانچواں: بعض عذر ناقابل قبول ہوتے ہیں (جب یہ معلوم ہو کہ عذر باطل ہے)۔

۲۹] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَلَيْسَ أَذْفَنَهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّهُ
مَسَّتُهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا لِي﴾ الائیہ (اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اسے اپنی
رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ اس کا تو میں حقدار ہی تھا) کا باب

مجاہد عَزِيزِ اللہِ عَزِيزٰ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: «هذا بِعَمَلِي، وَأَنَا مَحْقُوقٌ بِهِ»، کہ یہ مال و دولت تو میری مخت
و کاوش کا نتیجہ ہے اور میں اس کا مستحق ہوں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: «بِرِيدُ مَنْ
عِنْدِي»، اس کی مراد یہ ہے کہ یہ میری مہارت اور تصرف کے سبب ہے نہ کہ اللہ کی طرف سے۔

انسان جب نعمت کی نسبت اپنی کمائی اور عمل کی طرف کرتا ہے تو اس میں توحیدربوبیت میں ایک طرح کی
شر آکتی پائی جاتی ہے، اور جب نعمت کی نسبت اللہ ہی کی طرف کرتا ہے لیکن یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ اس کا
مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ عطا کیا ہے وہ محض اس کا فضل و احسان نہیں بلکہ وہ اس کی الہیت رکھتا
ہے تو ایسی صورت میں اس کے اندر عبودیت کے تعلق سے ایک طرح کا تردد، تعلیٰ اور شیخی کا عصر پایا جاتا ہے،
لہذا ایسے لوگ رب کی پکڑ سے مامون نہیں ہو سکتے۔

دوسری اور تیسرا دلیل:

[۲] ارشاد ربیٰ ہے: ﴿قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِنْدِي﴾، (وہ کہتا ہے کہ یہ مال مجھے میرے علم کی
بدولت ملا ہے)، اس آیت کی تفسیر میں قادہ عَزِيزِ اللہِ عَزِيزٰ فرماتے ہیں: «عَلَى عِلْمٍ مِنْنِي بِوْجُوهِ
الْمَكَابِسِ»، یعنی وہ کہتا ہے یہ مال مجھے کمائی کے تجربے اور علم کی بدولت ملا ہے، دوسرے اہل علم نے اس
کی تفسیر میں یوں کہا ہے: «عَلَى عِلْمٍ مِنَ اللَّهِ أَنِّي لَهُ أَهْلٌ»، وہ کہتا ہے کہ یہ مال و دولت مجھے اس لیے ملا کہ
میں اللہ کے علم میں اس کا اہل ہوں، اور مجاہد عَزِيزِ اللہِ عَزِيزٰ کے قول کا مطلب بھی یہی ہے کہ: «أُوتِيْتُهُ عَلَى
شَرَفٍ»، یہ مال و دولت مجھے بزرگی و شرف کی بنیاد پر ملا ہے۔

[۳] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سننا:
”بَنِ اسْرَائِيلَ مِنْ تِينَ آدَمِ تَحْتَهُ، جِنْ مِنْ اِيكَ سَفِيدَ دَاغٌ وَالا، دُو سَرَ اَنْجَا اور تِيسِرَ اَنْپِنَا تَحْتَهُ۔ اللَّهُ تَعَالَى نَعَلَى
آزِمَّاَشَ کِي غَرَضَ سَعَانَ کِي طَرَفَ اِيكَ فَرَشَتَهَ بَهِيجَا۔ وَهَفَرَشَتَهَ سَفِيدَ دَاغَ وَالَّهُ کِي پَاسَ آيَا اور اسَ سَعَ پُوچَھَا:
”تَمَہِيْسَ کُونَ سَيِّرِيْزَ سَبَ سَعَ زِيَادَهَ پِسَنْدَهَ ہے؟ مَرِيْضَ نَعَ کَہَا: اَچْهَارَ تَنَگَ اور خُوبِصُورَتَ جَلَدَ اور یہ کِ مجَھَ سَے یہ

بیماری دور ہو جائے جس کے سبب لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہو گئی، اسے اچھارنگ اور خوبصورت جلد مل گئی۔ فرشتہ نے پھر پوچھا تمہیں کون سامال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ یا گائے (راوی اسحاق کو ان دونوں لفظوں کے بارے میں تردد ہے کہ کون سالفظ اس نے کہا) چنانچہ اسے حاملہ اونٹ دی گئی اور فرشتہ نے دعا کی (اللہ تیرے لیے اس اونٹ میں برکت عطا فرمائے)۔ اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے کہا: تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: خوبصورت بال اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا، اس کی بیماری ختم ہو گئی اور اسے خوبصورت بال مل گئے۔ فرشتہ نے اس سے پوچھا: تمہیں کون سامال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ یا گائے، چنانچہ اسے ایک حاملہ گائے دی گئی اور فرشتہ نے دعا کی: (تیرے لیے اللہ اس گائے میں برکت عطا فرمائے)۔ اس کے بعد وہ فرشتہ ناپینا کے پاس آیا اور اس سے کہا: تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ مجھے میری پینائی لوٹا دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پینائی لوٹا دی۔ فرشتہ نے کہا: تمہیں کون سامال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: بکریاں، چنانچہ اسے حاملہ بکری دے دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد اونٹ نے خوب بچ دیئے، گائے اور بکری نے بھی خوب بچ جئے، چنانچہ کوڑھی کے اونٹوں سے ایک وادی بھر گئی اور بکری والوں کے پاس بھی گائیوں اور بکریوں سے میدان بھر گیا۔

پھر وہ فرشتہ سفید داغ والے کے پاس اپنی اسی شکل و صورت میں آیا اور کہا: میں مسکین غریب آدمی ہوں، میرا زادراہ ختم ہو گیا ہے، آج اللہ کی مدد پھر آپ کے تعاون کے بغیر میں گھر نہیں پہنچ سکتا۔ جس اللہ نے آپ کو خوبصورت رنگ، خوبصورت جلد اور اس قدر کثیر مال عطا کیا ہے اس کے نام پر ایک اونٹ مانگتا ہوں، تاکہ میں اس پر سوار ہو کر گھر پہنچ جاؤ۔ اس آدمی نے کہا: میری ضرورتیں بہت زیادہ ہیں، تو فرشتہ نے کہا: غالباً میں تجھے اچھی طرح پہنچانا ہوں، کیا تو سفید داغ والانہ تھا؟ لوگ تجھے سے نفرت کرتے تھے اور تو انہی کی غریب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ مال عطا کیا۔ وہ بولا: یہ مال تو مجھے آباء و اجداد سے وراثت میں ملا ہے۔ فرشتہ نے کہا: اگر تو اس بات میں جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پہلے جیسا بنا دے۔

پھر وہ فرشتہ اسی شکل و صورت میں گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی باتیں کہیں جو کوڑھی سے کہی تھیں تو اس نے بھی وہی جواب دیے۔ تو فرشتہ نے کہا: اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔ پھر وہ فرشتہ اسی پہلی شکل و صورت میں اس ناپینا کے پاس آیا اور کہا: میں ایک غریب مسافر ہوں میرا زادراہ

ختم ہو گیا ہے، اللہ کی مدد پھر آپ کے تھان کے بغیر میں آج گھر نہیں پہنچ سکتا۔ جس اللہ نے آپ کو بینائی عطا کی اس کے نام پر آپ سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تاکہ اپنا سفر مکمل کر سکوں۔ اس نے کہا میں نا بینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری بینائی لوٹا دی۔ جتنا چاہو لے جاؤ اور جو چاہو چھوڑ جاؤ۔ تم آج اللہ کے نام پر جو کچھ لے جاؤ میں تم سے کچھ نہ کھوں گا۔ تو فرشتے نے کہا: اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو۔ تمہارا امتحان یا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا ہے۔

- اس حدیث میں بہت ساری نصیحتیں ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:
 ۱. کتاب و سنت میں مذکور قصوں کا مقصود عبرت و نصیحت حاصل کرنا ہوتا ہے۔
 ۲. اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان، کہ فرشتے کے محض چھوڑنے سے سفید داغ والا، گنج اور اندھا تینوں شفایاں ہو گئے۔
 ۳. فرشتے کبھی انسانوں کی شکل بھی اختیار کر لیتے ہیں، لیکن یہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔
 ۴. فرشتے باضابطہ جسم رکھتے ہیں، وہ صرف روح یا معنی یا طاقت کا نام نہیں ہیں۔
 ۵. راوی حدیث کا روایت باللفظ (حدیث کے الفاظ کو جوں کا توں) بیان کرنے کا اہتمام۔
 ۶. انسان کے حق میں کیے جانے والے فیصلے سے راضی ہونا لازم نہیں ہے لیکن وہ قضا (فیصلہ) جو اللہ کا حکم ہے اس سے راضی ہونا واجب ہے، اللہ کے فعل اور کیے جانے والے فیصلے کے مابین فرق ہے، کیے جانے والے فیصلے کی قسمیں ہیں: مصائب و آلام جن سے راضی ہونا لازم نہیں ہے، اور شرعی احکام جن سے راضی ہونا واجب ہے۔
 ۷. کسی چیز پر معلق کر کے دعا کرنے کا جواز۔
 ۸. جھگڑا کرنے والے شخص کے ساتھ جو کسی بات کا اقرار نہیں کر رہا ہو اس کا منہ بند کرانے اور لاجواب کرنے کی خاطر تنزل اختیار کرنے کا جواز۔
 ۹. اللہ کی بے پناہ رحمتوں اور برکتوں کا ثبوت، جن کا ایک نمونہ یہ ہے کہ تینوں کو اللہ تعالیٰ نے وادیاں بھر کے نواز۔
 ۱۰. اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا شکر اسی کے شایان شان ادا کیا جائے گا۔
 ۱۱. اپنی اصلی حالت کو چھپاتے ہوئے حقیقت کے برخلاف خود کو ظاہر کرنے (بھیں دھرنے) کا جواز (بشرطیکہ اس میں کوئی مصلحت ہو)۔
 ۱۲. آزمائش کبھی کھلے عام اور ظاہر ہوتی ہے، جیسا کہ ان تینوں کا قصہ مشہور ہے۔
 ۱۳. ورع اور زہد کی فضیلت کا بیان، جو اس صفت کے حاملین کو اپنے انجام تک لے جاتا ہے۔
 ۱۴. گزشتہ امتوں میں بھی وراشت کا ثبوت۔

۱۵. رضا، سخن اور ارادہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، تو ہم اس کو اللہ تعالیٰ کے لیے ویسے ہی ثابت کریں جو اس کے شایان شان ہے۔
۱۶. مصاجبت کا اطلاق کبھی کبھی کسی چیز میں مشابہت کی بنیاد پر بھی ہوتا ہے، اس کے لیے ساتھ ہی رہنا ضروری نہیں ہے۔
۱۷. اللہ تعالیٰ کا بندوں پر انعام کر کے پھر انہیں آزمانا۔
۱۸. تذکیر اور یاد دہانی کبھی اقوال کے ذریعے ہوتی ہے تو کبھی افعال یا حالتوں کے ذریعے۔

مسائل:

پہلا: سورہ فصلت کی آیت (﴿وَلَيْسَ أَذْقَنَهُ رَحْمَةً مَنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتُهُ﴾) کی تفسیر۔

دوسرہ: (﴿لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي﴾) کا کیا معنی ہے؟ (یعنی میں اس کا مستحق اور اہل ہوں)۔

تیسرا: (﴿إِنَّمَا أُوْتِتُهُ، عَلَى عِلْمٍ عِنْدِي﴾) کا معنی اور اس کی تفسیر۔

چوتھا: ان تین افراد کے اس عجیب واقعہ میں جو عظیم عبر تیں پوشیدہ ہیں، ان کی طرف اشارہ (جیسے: سفید داغ والے، گنجے اور اندھے کے مابین فرق، کہ سفید داغ والے اور گنجے نے اللہ کی نعمت کے حصول کے بعد اس نعمت کا اور اس سے قبل کی حالت کو اللہ سے جوڑنے سے انکار کیا، جبکہ اندھے نے نعمت کے حصول کے بعد اور اس سے قبل کی حالت کو بھی اللہ سے جوڑا۔ این القيم عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ فرماتے ہیں: کوئی شخص تکبر اور سرکشی کرتے ہوئے یہ نہ کہے: (میں ایسا ہوں، یہ میرا ہے، میرے پاس یہ چیزیں ہیں) ان الفاظ کے ذریعہ ابلیس، فرعون اور ہامان کو آزیما گیا تھا، تو ابلیس نے کہا: (﴿أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ﴾) (میں اس سے بہتر ہوں)، اور فرعون نے کہا: (﴿لِي مُلْكُ مِصْرَ﴾) (مصر میرا ہی ہے)، اور قارون نے کہا: (﴿إِنَّمَا أُوْتِتُهُ، عَلَى عِلْمٍ عِنْدِي﴾) (یہ مجھے میرے علم کی بنیاد پر دیا گیا ہے)، (انا، میں) کا سب سے بہتر استعمال گناہگار، خطکار اور مغفرت کے طلاگار بندے کے لیے ہو سکتا ہے جو اپنے گناہوں کا معرفت ہو، اور (لی، میرا) کا بہترین استعمال ان کلمات میں ہو سکتا ہے: میرا گناہ، میرا جرم، میری مسکنت اور فقیری، میری محتاجی اور عاجزی، اور (عندی، میرے پاس) کا بہترین استعمال یہ کہنا ہے: (﴿أَغْفِرْ لِي جِدِّي وَهَزْلِي وَخَطْلِي وَعَمْدِي، وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي﴾)، (اے اللہ تو میرے سنجیدگی اور غیر سنجیدگی میں کیے گئے گناہ، اور میرے جان بوجھ کر کیے گئے گناہ اور انجانے میں کیے گئے گناہ، سب کو معاف کر دے، تمام نو عیتوں کے گناہ میرے پاس ہیں)۔

[۵۰] اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿فَلَمَّا أَتَهُمَا صَنِعًا جَعَلَ لَهُ شُرَكَاءٌ فِيمَا أَتَهُمَا﴾ الآیة (جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح و تدرست بچہ جسی نعمت سے نوازا تو ان دونوں نے اس عنایت میں دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہر دیا) کا باب

آیت میں مقصود شرک کی اقسام:

شرک اصغر: عبودیت میں، وہ اس طرح کہ بچہ کی محبت اللہ کی محبت پر غالب ہو جائے اور اسے عبادت سے غافل کر دے، تو یہ شرک اصغر ہے، کیونکہ اس نے بچے کو محبت میں اللہ کا نیند اور اس کا ہمسر قرار دیا۔

شرک اصغر: اگر بچے کی سلامتی اور اس کے بیاریوں سے بچے رہنے کی نسبت ڈاکٹروں یا نرسرسوں کی طرف کرے، تو یہ شرک اصغر ہے، کیونکہ اس نے نعمت کی نسبت مُسِب کو چھوڑ کر سبب کی طرف کی۔

شرک اکبر: اگر یہ عقیدہ رکھے کہ یہ بچہ فلاں پیر کی نوازش ہے تو یہ شرک اکبر ہے، کیونکہ اس نے اس نعمت کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی۔

دوسری دلیل:

ابن حزم عَزَّلَهُ كَهْتَهُ ہیں: ”مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نام میں غیر اللہ کی عبدیت کا اظہار ہو وہ حرام ہے، مثلاً: عبد عمر و اور عبد الکعبہ وغیرہ، البتہ عبد المطلب اس سے مستثنی ہے (کیونکہ عبد المطلب میں عبد غلام کے معنی میں ہے اور لوگوں نے عدم معرفت کے باعث مطلب کے بھیج کر مطلب کا غلام سمجھ لیا تھا۔ یہاں یہ لفظ اس معنی میں مستعمل نہیں جو اللہ کے عبد سے مراد ہوتا ہے)۔

- غیر اللہ کے لیے لفظ ”عبد“ کا استعمال جائز نہیں، اور جن لوگوں نے نبی ﷺ کے اس فرمان: ”أَنَا أَبْنُ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ“ (میں مطلب کے بندے کا بیٹا ہوں) سے عبد المطلب نام رکھنے کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ کئی اعتبار سے غلط ہے، جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:
 - یہ مثالیہ احادیث میں سے ہے اور ہمارے نزدیک واضح اور حکم نصوص موجود ہیں جن سے اس شبہ کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔
 - یہ حدیث من باب الاخبار ہے، نہ کہ انشاء اور اقرار کے باب سے۔

- ۳- نبی ﷺ نے کسی کا بھی ایسا نام نہیں رکھا، اور نہ اپنے صحابہ میں سے کسی کو اس کی اجازت دی اور نہ ہی اس کا اقرار کیا۔
- ۴- نبی ﷺ نے اپنی نسبت دادا کی طرف اس لیے کی کہ عبدالمطلب اپنی قوم کے معروف و مشہور شخص تھے، اگر آپ یوں کہتے (ابن عبد اللہ، اپنے باپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے) تو لوگ آپ کو اس طرح سے نہیں پہچان پاتے جس طرح دادا کی طرف نسبت کرنے سے پہچانا۔
- ۵- نبی ﷺ ایسی چیز کے متعلق گفتگو فرمائے ہیں جو گزر چکی، کیونکہ عبدالمطلب اس وقت وفات پاچے تھے۔
- ۶- عبدالمطلب نام نہیں ہے بلکہ لقب ہے، اور ان کا نام شیبۃ الحمد تھا، ان کے والد کا نام ہاشم تھا، ہاشم نے ان کو ان کے نھیاں بنو الجار کے پاس لے کر میں میں مدینہ بھیج دیا تاکہ وہیں تعلیم حاصل کریں اور نشوونما پائیں، پھر عرصہ کے بعد جب ان کے چچا المطلب مدینہ آئے تو شیبۃ الحمد کو بھی اپنے ساتھ لیتے ہوئے مکہ آگئے، جب وہ مکہ پہنچے تو طویل سفر کے باعث ان کا رنگ بدل چکا تھا، لوگوں نے کہا: یہ عبد اور غلام کون ہے؟ لوگوں نے ہی جواب دیا: عبدالمطلب (مطلب کا غلام) (یاد رہے غلامی والے معنی میں کوئی اشکال نہیں ہے)، اور اسی وقت سے ان کا یہ لقب ہو گیا، جس سے مذکورہ اشکال ختم ہو جاتا ہے۔

تیری دلیل:

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «لَمَّا تَغَشَّاهَا آدُمُ حَمَّلْتُ، فَاتَّاهُمَا إِبْلِيسُ، فَقَالَ: إِنِّي صَاحِبُكُمَا الَّذِي أَخْرَجْتُكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ؛ لَتُطِيعُنِي أَوْ لَأَجْعَلَنَّ لَهُ قَرْيَةً أَيْلَ، فَيَخْرُجَ مِنْ بَطْنِكُمَا فَيَشْقَهُ، وَلَا فَعْلَنَّ وَلَا فَعْلَنَّ؛ يُحَوِّفُهُمَا، سَمِّيَاهُ عَبْدُ الْحَارِثِ، فَأَبَيَا أَنْ يُطِيعَاهُ، فَخَرَجَ مَيَّتًا، ثُمَّ حَمَّلَتْ فَاتَّاهُمَا فَذَكَرَ لَهُمَا حُبُّ الْوَلَدِ، فَسَمِّيَاهُ عَبْدُ الْحَارِثِ، فَذَلِكَ مَيَّتًا، ثُمَّ حَمَّلَتْ فَاتَّاهُمَا فَذَكَرَ لَهُمَا حُبُّ الْوَلَدِ، فَأَذْرَكَهُمَا حُبُّ الْوَلَدِ، فَسَمِّيَاهُ عَبْدُ الْحَارِثِ، قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿جَعَلَ لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا ءاتَاهُمَا﴾»، «جب آدم و حوا علیہما السلام ہم بستر ہوئے تو حوا حاملہ ہوئیں، ابليس ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکالا، تم میری بات مانو، ورنہ میں اس کے سر پر پھاڑی بکرے کے دوسینگ اگا دوں گا، جن کی وجہ سے یہ بچہ تمہارا پیٹ چیر کر نکلے گا، میں یہ

کر دوں گا میں وہ کر دوں گا، ایسی باتیں کر کے انہیں خوب ڈرایا دھمکایا اور کہا تم اس بچے کا نام عبد الحارث رکھنا، چنانچہ حضرت آدم و حوا عليهم السلام نے اس کی بات نہ مانی اور بچہ مردہ پیدا ہوا، حاد و بارہ حاملہ ہوئیں تو شیطان نے آکر پھر وہی بات کہی لیکن آدم و حوا عليهم السلام نے اس کی کوئی بات نہ مانی اور بچہ مردہ پیدا ہوا۔ پھر جب حواتیری مرتبہ حاملہ ہوئی تو شیطان پھر آیا اور وہی باتیں کرنے لگا۔ ان کے دل میں بچے کی محبت پیدا ہوئی اور انہوں نے بچے کی ولادت کے بعد اس کا نام عبد الحارث رکھ دیا، یہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا معنی ہے۔“ ابن ابی حاتم نے اسے روایت کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے بسند صحیح حضرت قادہ عجل الشیعہ سے بیان کیا ہے (وہ آیت کے متعلق) فرماتے ہیں: ”آدم و حوا عليهم السلام نے شیطان کا صرف کہا مانا تھا، اس کی عبادت نہیں کی تھی۔“

نیز ابن ابی حاتم ہی نے بسند صحیح مجاہد عجل الشیعہ سے آیت کریمہ ﴿لَيْنَ ءَاتَيْنَا صَلِحًا﴾ کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ: ”آدم و حوا عليهم السلام کو یہ خدشہ تھا کہ مبادا ہمارا بچہ غیر انسان پیدا ہو۔“ حضرت حسن بصری اور سعید جثث الشیعہ وغیرہ سے بھی اس قسم کے اقوال مروی ہیں۔

• «قرآنی آیل»: آیل: پہاڑی بکرا کو کہتے ہیں۔

• «عبد الحارث»: چونکہ شیطان کا نام حارث ہے اسی لیے اس نے یہ نام اختیار کیا، اور مقصد یہ تھا کہ ان دونوں سے اپنی عبادت کروائے۔

• یہ قصہ کئی وجوہات کی بنابری باطل ہے:

۱. اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے، اور ابن حزم عجل الشیعہ کہتے ہیں: ”یہ قصہ جھوٹا اور گھٹرا ہوا ہے۔“

۲. یہ بات کسی بھی صورت قابل قبول نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کا ذکر تو کرے لیکن ان دونوں کی توبہ کا ذکر نہ کرے۔

۳. اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ انبیاء شرک سے پاک ہیں۔

۴. لوگ قیامت کے دن آدم عليهم السلام کے پاس آئیں گے تو وہ درخت سے کھائیں والے اپنے گناہ کو یاد کر کے معذرت کر لیں گے، اور اگر ان سے شرک واقع ہوا ہو تو اس کو ذکر کر کے اعتذار کرنا زیادہ قوی، مناسب اور معقول تھا۔

- ۷۔ شیطان نے ان دونوں سے کہا: «إِنِّي صَاحِبُكُمَا»، (میں تمہارا وہی ساتھی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکلوایا تھا)، اور جو کسی کو بہکنا چاہتا ہے وہ اس طرح کی بات کبھی نہیں کرے گا۔
- ۸۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ دونوں شیطان کی اس بات کو تجھے مان لیں کہ وہ ان کے پیٹ میں پہاڑی بکرے کے دوسینگ اگاڈے گا، کیونکہ یہ ربویت میں شرک کرنا ہے۔
- ۹۔ آیت میں (یُشَرُّ كُونَ) کا لفظ جمع کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے، اگر اس سے مراد آدم اور حوا عَلَيْهَا الْمَدْحُور ہوتے تو آیت (یُشَرُّ كَانَ) تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ نازل ہوتی۔
- ۱۰۔ اس بنیاد پر آیت کریمہ سے مراد وہ بنی آدم ہیں جنہوں نے حقیقی طور پر شرک کو انجام دیا، کیونکہ ان میں سے کچھ لوگ مشرک ہیں تو کچھ موحد۔

مسائل:

- پہلا: ہر وہ نام جس میں عبدیت کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو، حرام ہے (یہاں تک کہ عبد المطلب بھی)۔
- دوسرہ: سورہ اعراف کی آیت (﴿فَلَمَّا آتَتَهُمَا صَنِيلًا حَجَّا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَتَهُمَا﴾) کی تفسیر۔
- تیسرا: قصہ مذکورہ میں جس شرک کا ذکر ہے، وہ صرف نام رکھنے کی حد تک تھا، حقیقی شرک نہ تھا (اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ شرک حقیقی تھا، اور یہ شرک بنی آدم میں سے کسی نے کیا تھا، آدم اور حوا عَلَيْهَا الْمَدْحُور نے نہیں)۔
- چوتھا: کسی کے ہاں صحیح و تندرست بیٹھ پیدا ہو تو یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے (کیونکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکی پیدا ہونا سزا کی نشانی ہے، جبکہ باب نعمت میں لڑکا اور لڑکی دونوں برابر ہیں)۔
- پانچواں: اسلاف امت عبادت میں شرک کرنے اور طاعت میں شرک کرنے میں فرق کرتے تھے (کیونکہ آدم و حوا عَلَيْهَا الْمَدْحُور نے شیطان کی صرف طاعت کی تھی اس کی عبادت نہیں کی تھی، اور یہ بھی اس وقت جبکہ قصہ صحیح ہو۔ جبکہ قصہ جھوٹا اور من گھڑت ہے)۔

[۵۱] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ﴾ الایہ (اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، پس تم اسے انہی ناموں سے پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد (بھی) کرتے ہیں) کا باب

ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کی تفسیر میں: ﴿يَلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ﴾: «یُشْرِكُونَ»، الحاد کا معنی شرک بیان کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ: «سَمَّوْا الالَّاتِ مِنَ الْإِلَهِ، وَالْعَزَّى مِنَ الْعَزِيزِ»، مشرکین نے «اللہ» سے «الالات» اور «العزیز» سے «العزیز» مشتق کیا ہے۔ اور اعمش کا قول ہے: «يُدْخِلُونَ فِيهَا مَا لَيْسَ مِنْهَا»، اسمائے الہی میں الحاد سے مراد یہ ہے کہ وہ ان میں ایسے ناموں کو بھی داخل کر دیتے ہیں جو ان میں شامل نہیں ہیں۔

- اس باب میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ: «كتاب التوحيد» میں صرف توحید الوہیت کا ہی ذکر ہے۔
- ﴿وَلِلَّهِ﴾: خبر کو مبتدا سے پہلے ذکر کرنا بھی توحید کو بیان کرنے کا ایک طریقہ ہے اور حصر کا فائدہ دیتا ہے، کیونکہ جس کو مورخ ہونا پایا ہے اس کو مقدم کرنا حصر کو ہی بیان کرنا ہے۔
- ﴿الْحُسْنَى﴾: یعنی: حسن و خوبی میں انتہا کو پہنچا ہوا، ہر جانب سے کامل و مکمل، جس میں کوئی نقص نہیں ہے۔
- ﴿فَادْعُوهُ بِهَا﴾: اللہ عزوجلّ سے اس کا نام لے کر دعا کرنے کے دو معنی ہیں:

دعاۓ سوال: اس کے ناموں کا وسیلہ پکڑتے ہوئے اپنی حاجتوں کو اس کے سامنے رکھیں اور کہیں: (فاغفر لی مغفرة من عندك وارحمنی؛ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ) (ابنی طرف سے بخشش کرتے ہوئے تو مجھے معاف کر دے، میرے اوپر رحم فرماء، تو بڑا ہی بخششے والارحم کرنے والا ہے)۔

دعاۓ عبادت: ان ناموں کے تقاضے کے مطابق عبادت کریں، مثلاً اللہ تعالیٰ «بصیر» ہے تو اس کی صفت «بصر» کا خیال رکھتے ہوئے عبادت کریں کہ وہ انسان کو کوئی ایسا عمل کرتے ہوئے نہ دیکھے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔

الحاد: جس چیز کا اعتقاد رکھنا واجب ہے اس کے بخلاف عقیدہ رکھنا، اور الحاد کی قسمیں ہیں:

آیات میں الحاد کرنا:

خواہ وہ آیات:

۱- شرعیہ ہوں: جیسے کوئی کہے: قرآن مخلوق ہے۔
۲- یا کونیہ ہوں: جیسے کوئی کہے: طبیعت ہی چیزوں کو پیدا کرتی ہے۔

اسماء و صفات میں الحاد کرنا: اس کی کئی اقسام ہیں:

۱- تمام یا چند اسماء کا انکار کرنا، جیسے جہیسہ کرتے ہیں۔
۲- اسم کو ثابت کرنا اور صفت کا انکار کرنا، جیسے کہنا: وہ سمع بلا سمع ہے۔
۳- مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینا، جیسے مشہدہ کرتے ہیں۔
۴- اللہ کے ناموں سے توں کے ناموں کا اشتھاق کرنا، اور یہ کہنا کہ ”العزیز“ ”العزیز“ سے مشتق ہے۔
۵- اللہ تعالیٰ کا ایسا نام رکھنا جو اس نے خود اپنی ذات کے لیے نہیں رکھا ہے، جیسے کہنا: اللہ ”ثالث ثلاثہ“ ہے (تینوں ایک ہی ہے، یعنی عقیدہ تثیث)، یا اللہ کا معنی: ”ایجاد کرنے پر قادر ہے“ سے تعبیر کرنا۔

مسائل:

پہلا: اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء کا اثبات (جہیسہ اور غایلی معتزلہ کے بخلاف)۔

دوسرا: اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں (یعنی: حسن و خوبی میں کامل و مکمل اور انتہا کو پہنچ ہوئے ہیں)۔

تیسرا: اسماء حسنی کے ذریعہ دعائیں کا حکم۔ (دعائے عبادت اور دعاء مسئلہ، اور دونوں ہی کے بارے میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان ہی ناموں کے ذریعہ دعائیں جائے)۔

چوتھا: جو جاہل اور ملحد ان کا انکار کریں، ان سے معارضہ نہیں کرنا چاہیے (یعنی ہم ان کی راہ چھوڑ دیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان کو دعوت نہ دیں، ان کے سامنے اس کو بیان نہ کریں، اور آیت تهدید و حکم پر بھی مشتمل ہے)۔

پانچواں: اسماء الہی میں الحاد کی تفسیر۔

چھٹا: الحاد کرنے والوں کے لیے وعید شدید اور تهدید مخیف کا پتہ چلا۔

نویں قسم سے پہلا امتحان (۱۱ ابواب)

پہلا سوال: (۱۱) کے علامت کو صحیح جگہ رکھیں یا عبارت مکمل کریں:

- ۱- نویں قسم کتاب کی سب سے طویل قسم ہے: صحیح غلط۔
- ۲- مؤلف عَلِيٌّ بْنُ عَلِيٍّ نے شرک اصغر پر اس لیے زور دیا ہے کیونکہ وہ مخفی ہوتا ہے: صحیح غلط۔
- ۳- **﴿نَعْمَتُ اللَّهِ﴾**: واحد ہے، اور اس سے مراد جمع ہے واحد ہے۔
- ۴- نعمت ہوتی ہے: محبوب چیزیں عطا کر کے ناپسندیدہ چیزیں دور کر کے مذکورہ سبھی کے ذریعہ۔
- ۵- **﴿شَمَائِيلُنِي كَرُونَهَا﴾**: اس کے وجود کا انکار کر کے اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے سے انکار کر کے۔
- ۶- فلاںٹ لینڈنگ کے وقت تالی بجا کر پاٹکٹ کا شکر یہ ادا کرنا: جائز ہے جائز نہیں ہے۔
- ۷- نعمت کی اضافت غیر اللہ کی طرف کرنا، شرک: اکبر ہے اصغر ہے۔
- ۸- بنی آدم کے دلوں میں شرک: رات کے اندر ہیرے میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی ہے ظاہر اور واضح ہے۔
- ۹- اللہ کی جھوٹی قسم کھانا: شرک اصغر ہے آنہ کبیر ہے حرام ہے اس میں تفصیل ہے۔
- ۱۰- غیر اللہ کی سچی قسم کھانا: شرک اصغر ہے آنہ کبیر ہے حرام ہے اس میں تفصیل ہے۔
- ۱۱- شرک کو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرے گا، گرچہ شرک اصغر ہی کیوں نہ ہو: صحیح غلط۔
- ۱۲- ابن مسعود رض کے لیے اللہ کی جھوٹی قسم کھانا غیر اللہ کی سچی قسم کھانے کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے: صحیح غلط، اور ابن مسعود رض نے تو اسے پسند کرتے تھے اور نہ ہی اُسے: (صحیح غلط)۔
- ۱۳- یہ کہنا کہ: میں تمہاری لیے کس چیز کی قسم کھاؤں تاکہ تم میری تصدیق کر سکو: جائز ہے ناجائز ہے۔
- ۱۴- (ما شاء اللہ وشاء فلان، جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے) کہنے والا اگر یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں خالق (اللہ) سے عظیم ہے یا اس کے مساوی ہے تو یہ شرک (اکبر ہے اصغر ہے) اور اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اس سے کم ہے تو شرک (اکبر ہے اصغر ہے)۔
- ۱۵- (تیری ایانت کی قسم) یا: (ایانت کی قسم) کہنا: شرک اصغر ہے آنہ کبیر ہے جائز ہے۔
- ۱۶- شرک کے باے میں علم حاصل کرنا واجب ہے تاکہ انسان اس میں واقع نہ ہو جائے: صحیح غلط۔
- ۱۷- شرک اکبر کے بارے میں نازل آیت کی صحابہ کرام رض ایسی تفسیر کرتے تھے کہ وہ شرک اصغر کو بھی شامل ہو جاتی تھی: صحیح غلط۔
- ۱۸- یہیں غوس کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم کھائے: جھوٹی تاکہ اس کے ذریعہ کسی مسلم کا مال ہڑپ کر جائے۔

- ۱۹ ”واد“ چاہتا ہے: (□ ترتیب □ مساوات) توہہ (□ شرک ہو گا □ جائز ہو گا)۔
- ۲۰ اگر اللہ کی قسم کھانے والا سچا اور ثقہ نہ ہو تو: (□ آپ کو اختیار ہے □ آپ کو اختیار نہیں ہے) کہ اس کی قسم سے راضی ہونے سے انکار کر دیں۔
- ۲۱ نبی ﷺ کی، یامان کے حیات کی، یا ذمہ کی، یا پنی گردن کی، یا عزت و جلال کی قسم کھانا: □ ان چیزوں میں سے ہے جن میں لوگ عمومی طور پر مبتلا ہیں □ شرک اصرار ہے۔
- ۲۲ یَمْنَعُنِي كَذَا وَكَذَا یعنی:
- ۲۳ اس قسم پر صرف یہودی ہی نے کیوں متنبہ کیا؟
- ۲۴ یہودی کہتے ہیں جو شریعت (□ عیسیٰ علیہ السلام □ موسیٰ علیہ السلام) کی طرف منسوب ہو، اور وجہ تسمیہ: (□ ان کا یہ قول ہے: (إنَّا هُدْنَا إِلَيْكُمْ) □ کیونکہ ان کے جدا جد کا نام یہودا تھا □ مذکورہ سمجھی)۔
- ۲۵ نبی ﷺ کا شرک اصغر پر اکبر کے ذریعہ دلیل پکڑنا اپنے اس فرمان میں: (أَجَعْلُ شَتِّي لِهِ نِدَاءً) □ صحیح ہے □ غلط ہے، اور نبی ﷺ نے ان کی رہنمائی ایسی چیز کی طرف کی جو: (□ ان سے شرک کے ہر ذریعہ کو کاٹ دے گرچہ وہ دور کا ہی کیوں نہ ہو □ شرک ترک کر دے)۔
- ۲۶ جب کوئی شخص سلام کرتے ہوئے آپ کے لیے جھکے: (□ اس کا انکار کیا جائے گا □ اس میں کوئی حرج نہیں □ اگر ایسا کرنے سے حیا آپ کو روک لے تو کوئی حرج نہیں)، اور اگر آپ اس کا انکار نہیں کرتے ہیں تو آپ: (□ طاغوت ہیں □ مُوْحَدُ ہیں)۔
- ۲۷ نبی ﷺ کی تظام ان لفظوں میں کرنا جو خالق سے مساوات کا مقاضی ہوں: □ شرک ہے □ اس کا دار و مدار نیت پر ہے، اگر اس سے مقصود تو قیاد اور تظام ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔
- ۲۸ یہود کی برائیاں تو بہت ساری ہیں، لیکن ان کا (عَزِيزٌ أَمِينٌ اللَّهُ) کہنے کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ: یہ سب سے سنگین اور ان کے نزدیک سب سے زیادہ مشہور ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۲۹ یَمْنَعُنِي كَذَا وَكَذَا: □ حیا انکار باطل کرنے سے □ اللہ کے حکم کے بغیر اس سے روکنے سے۔
- ۳۰ صحیح یہ ہے کہ: □ پہلے اسند الال پھر اعتقاد □ پہلے اعتقاد پھر اسند الال۔
- ۳۱ نبی ﷺ کے شرف و عزت کی بات پر ہے کہ آپ: □ اللہ کے بندے اور رسول ہیں □ محمد بن عبد اللہ ہیں۔
- ۳۲ اچھا خواب کہتے ہیں: □ جو صلاح پر مشتمل ہو □ جو منظم طور پر نظر آئے □ مذکورہ سمجھی۔
- ۳۳ خواب اگر غیر منظم ہو تو یہ شوریدہ پریشان خواب ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۳۴ برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں: (□ صحیح □ غلط) اور سنت یہ ہے کہ اسے: (□ تعبیر بتانے والے کے پاس اسے بیان کرے □ اپنے دلکش جانب تین دفعہ تھوکے اور شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے)۔
- ۳۵ قرائیں اگر خواب کے شریعت مخالف ہونے پر دلالت کریں تو: □ اس کا اعتبار کیا جائے گا □ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔
- ۳۶ اپنی بیوی سے کہنا: (میری زندگی کا سب سے تاریک دن میری شادی کا دن ہے): □ جائز ہے □ جائز نہیں ہے۔
- ۳۷ صحیح یہ ہے کہ: □ اذیت سے نقصان لازم نہیں آتا ہے □ اذیت سے نقصان لازم آتا ہے۔

- ۳۸۔ اللہ تعالیٰ کے تمام نام ایچھے ہیں، جبکہ زمانہ اسم جامد ہے جس کا کوئی خاص معنی نہیں سوائے اس کے کہ یہ اوقات کا ایک نام ہے: \square صحیح \square غلط، «اور میں ہی زمانہ ہوں» یعنی:.....
- ۳۹۔ (زمانہ غدار ہے) کہنا: \square حرام ہے \square جائز ہے کیونکہ یہ من باب الاخبار ہے۔
- ۴۰۔ (فلان قحط کے سال پیدا ہوا) کہنا: \square حرام ہے \square جائز ہے کیونکہ یہ من باب الاخبار ہے۔
- ۴۱۔ اے زمین! اپنے اپر لئنے والوں کی حفاظت فرماء، کہنا: \square یہ غیر اللہ سے دعا کرنا (شرک) ہے \square جائز ہے۔
- ۴۲۔ زمانہ کو گالی دینے کی قسمیں: اے..... اس کا حکم.....
- ۴۳۔ ۲۔ (قدرت بڑی عجیب و پراسرار ہے) کہنا: یا: (یہ قدرت کا کام ہے) کہنا: \square صحیح \square غلط۔
- ۴۴۔ قاضی الزام اور افتاء کے مابین جمع کرے گا: \square صحیح \square غلط۔
- ۴۵۔ (ساقویں صدی کے قاضی القضاۃ) کہنا: \square جائز ہے \square بہتر اس کا ترک کرنا ہے۔
- ۴۶۔ شیخ الاسلام یعنی: \square شیخ مطلق جو اسلام کا مرجع ہے \square مجدد دین، اور جنہوں نے اسلام کے دفاع میں مؤثر کردار ادا کیا۔
- ۴۷۔ (□ مناسب ہے □ نامناسب ہے) کہ موصوف اس بات کا خیال رکھے کہ خود یعنی اور غرور میں مبتلا نہ ہو۔
- ۴۸۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام وہ ہے جو خشوع اور خاکساری پر دلالت کرے، جیسے: (□ شاہان شاہ \square عبد الرحمن) اور اللہ کے نزدیک سب سے گھٹیا نام وہ ہے جو: (□ جبروت \square قوت \square عظیم \square سُبْحی) پر دلالت کرے، اور اسی لیے اس کی خواہش کی ضد کے ذریعہ سزادے کر اس کی توبیٰ کی گئی: (□ صحیح \square غلط)۔
- ۴۹۔ ملک الامالک اور قاضی القضاۃ نام رکھنا: \square جائز ہے \square جائز کیا ہے۔
- ۵۰۔ کنیت وہ ہے جس کے پہلے: (آب) یا (آم) یا (آخ) یا (عُم) یا (خال) لگا ہوا ہو، اور یہ ہوتا ہے: \square مدح کے لیے \square ذم کے لیے \square کسی چیز کے ساتھ لزوم اور مصاجت بتانے کے لیے \square عملیت کے لیے \square مذکورہ سُبْحی۔
- ۵۱۔ ایسے صحابہ بھی تھے جن کا نام حکیم یا حکم تھا لیکن نبی ﷺ ان کو تبدیل نہیں کیا کیونکہ ان کا مقصد محض عملیت تھا: (□ صحیح \square غلط) اللہ تعالیٰ کے ایسے ناموں کے ذریعہ نام رکھنا منوع ہے جو: (□ اسی کے ساتھ خاص ہوں \square جس میں صفت ملحوظ ہو \square مذکورہ سُبْحی)۔
- ۵۲۔ کنیت رکھنے کا حکم: \square مباح ہے \square مُسْتَحِبٌ ہے۔
- ۵۳۔ (جس نے کسی ایسی چیز کے ساتھ مذاق کیا جس میں اللہ کا، یا قرآن کا، یا رسول کا ذکر ہو) اور رسول سے مراد ہیں: \square محمد ﷺ \square علیہ السلام \square تمام رسال علیہ السلام۔
- ۵۴۔ مذاق اڑانے والے کے ایمان کی نفی بڑی علگین نفی ہے، اور یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ایک مسلمان اس کی خطرناکی کو نہ جانتا ہو: \square صحیح \square غلط۔
- ۵۵۔ مذاق اڑانے والے کی توبہ کی شرطیں: اے.....
- ۲۔-۳.....

- ۵۶- استہزا کے باب میں کامل احتیاط اور دور اندیشی ضروری ہے: صحیح غلط.
- ۵۷- کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کو گالی دینے والوں کا دفاع کرتے ہیں، لیکن جب انہیں یا ان کی ماں کو گالی دی جائے تو ان کے اندر حمیت جاگ جاتی ہے: صحیح غلط.
- ۵۸- واجب ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کی خطرناکی کو واضح کیا جائے کہ یہ ملت سے خارج کر دینے والا کفر ہے اور ہم اس انتظار میں نہ رہیں کہ لوگوں کی جانب سے گالی یا استہزا صد و ہوتا ہم ان کو بتائیں: صحیح غلط.
- ۵۹- کچھ لوگ کہتے ہیں کہ: ہم گالی دینے والے اور مذاق اڑانے والے سے پوچھیں گے کہ اس کا مقصد گالی دینا ہے یا نہیں، ان کا ایسا کہنا: باطل ہے صحیح ہے۔
- ۶۰- خالق پر مخلوق کے حق کی تعظیم کی دلیل یہ کہنا ہے کہ گالی دینے والے کو غضب کی وجہ سے مذور سمجھا جائے گا، جبکہ رکیس یا باپ کو گالی دینے یا نوٹ پھاڑ دینے کی صورت میں مذور نہیں سمجھا جائے گا: صحیح غلط.
- ۶۱- بعض ممالک میں اس سلسلے میں سختی اختیار کرنا الحمد للہ ثمر بارثات ہوا، جبکہ بعض دوسرے ممالک میں اس سلسلے میں سستی نے بڑے چھوٹے سمجھی کو گالی دینے پر جری کر دیا: صحیح غلط.
- ۶۲- استہزا کرنے والا، بت کو سجدہ کرنے والے سے زیادہ برائے: صحیح غلط.
- ۶۳- عین ممکن ہے کہ آپ یہود و نصاری کو نہیں سینیں گے کہ وہ رب یا موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام یاد دین کو گالی دیں، لیکن جو دین کے دعویدار ہیں ان کو آپ گالی دیتے ہوئے سینیں گے: صحیح غلط.
- ۶۴- حقیقی مومن کے سامنے جب قرآن اور حدیث کا ذکر ہو تو وہ ڈرتا ہے اور اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ منافق ہنسی مذاق اور کھیل کو دکرتا ہے اور لوگوں کو ہنسانے والی باتیں کرتا ہے: صحیح غلط.
- ۶۵- ایسی ویڈیو جس میں آپ کی ماں کو گالی دی گئی ہو، کیا آپ اس کو سینیں گے یا انشر کریں گے؟ تو پھر کیا آپ اس ویڈیو کو سینیں گے یا انشر کریں گے جس میں تمام مومنوں کی ماں کو گالی دی گئی ہو؟ ہاں نہیں.
- ۶۶- جس کے پاس ایسی آڈیو یا ویڈیو آئے جس میں گالی گلوچ ہو، اس پر واجب ہے: مننا اور نشر کرنا فوراً اسی وقت ڈیلیٹ کرنا۔
- ۶۷- ایسی فائلیں جمع کرنا جن میں گالی اور استہزا ہو، یہ طریقہ: سلف ہے منافقین ہے۔
- ۶۸- گالی یا استہزا کی وجہ سے مرتد ہونا لگنگیں معاملہ ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ ایسے شخص کی قوبہ مقبول نہیں، اور لازم ہے کہ بادشاہ وقت اس کا سر قلم کرے، اور اس کی نہ تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نہ اس کے لیے رحمت کی دعا کی جائے گی اور نہ ہی اس کو مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا: صحیح غلط.
- ۶۹- گالی دینے والا اگر کہے کہ اس نے قوبہ کر لیا ہے اور پھر گالی دے تو یہ اس کے جھوٹا ہونے کی علامت ہے: صحیح غلط.
- ۷۰- منافق جب گالی دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرا یہ مقصد نہیں تھا، یہ تو بس ایک زبانی کلام تھا: صحیح غلط.
- ۷۱- استہزا کرنے والے کے سچی قوبہ کی دلیل یہ کہنا ہے کہ: گالی دینا اور استہزا کرنا کفر ہے، اور ایسا کرنے والے سے اللہ کے نزدیک براءت کا اظہار کرے: صحیح غلط.
- ۷۲- جو گالی یا استہزا نے اور اس کا انکار نہ کرے یا ہاں سے نہ چلا جائے تو اس کا حکم استہزا کرنے والے کے مانند ہے: غایل

- صحيح □ غلط۔
- ۷۳۔ شیطان کبھی کبھی خیر کا دروازہ لوگوں کو کفر میں ڈالنے کے لیے واکرتا ہے، جیسے یہ آدمی غزوہ توبہ میں شامل تھا:
- صحيح □ غلط۔
- ۷۴۔ استہزا کرنے والے کی حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کو گالی دینے والا کافر ہے: (□ صحیح □ غلط) کیونکہ ان میں طعن کرنا گویا (□ اللہ □ رسول ﷺ □ دین □ صحابہ □ مذکورہ سبھی) میں طعن کرنا ہے۔
- ۷۵۔ جس کے عفو و درگز رکا مطلب اصلاح کے بجائے فساد برپا کرنا ہو وہ اس عفو کی وجہ سے: (□ آنہا گار ہو گا □ آنہا گار نہیں ہو گا)۔
- ۷۶۔ انسان نعمت کی اضافت جب اپنے علم یا کمالی کی طرف کرے تو یہ شرک فی (□ الربویت ہے □ العبودیت ہے) اور جب اس کی اضافت تو اللہ کی طرف کرے لیکن یہ گمان رکھے کہ وہ اس کا مستحق ہے تو اس میں ایک طرح کا تر فع و تعلی اور خود بینی و تابر ہے: (□ صحیح □ غلط)۔
- ۷۷۔ وہ قضاجواللہ کا فعل ہے اس سے راضی رہنا (□ واجب ہے □ واجب نہیں ہے) اور مقتضی (جس کا فیصلہ ہوا ہے) اگر مصائب ہوں تو اس سے راضی ہونا لازم نہیں ہے: (□ صحیح □ غلط)۔
- ۷۸۔ اندھا، گنج اور سفید داغ والے کے مابین فرشتے سے طلب کرنے میں کوئی فرق نہیں تھا: □ صحیح □ غلط۔
- ۷۹۔ عبدالمطلب نام رکھنا: □ جائز ہے □ ناجائز ہے۔
- ۸۰۔ پھول کی کسی قسم کا نام عباد انس (سورج کا بندہ) رکھنا: □ جائز ہے □ ناجائز ہے۔
- ۸۱۔ جو نام رکھنا صحیح نہیں ہے اس کے کرگد گول دارہ (○) بنائیں: (عبدالمنظب- عبدمناف- عبدالکعب- عبدالحسین- عبداللہی- عبدالحارث- فرعون- خزب- عاصیۃ- سلطان الشلاطین- سیدالناس- غلام علی- رب العالمین- الرحمن- التاق- عبدالشتر- عبداللہ- بطرس- جورج- سیدالشادات- سنت الشباء- عبدالناصر)۔
- ۸۲۔ رواض کے غلو میں سے جو چیزیں مسلمانوں میں سرایت کر گئی ہیں ان کی ایک مثال بندگی ظاہر کرتے ہوئے بچے کا نام (غلام علی) رکھنا ہے، یعنی (علی کا بندہ اور غلام) یہ غیر اللہ کے لیے بندگی کی ظاہر کرنا ہے جو کہ شرک ہے:
- صحيح □ غلط۔
- ۸۳۔ جو شخص کسی دوسرے کے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتا ہو اس کا یہ کہنا: (میں حکم کا غلام ہوں): □ جائز ہے □ ناجائز ہے۔
- ۸۴۔ آدم و حوا ﷺ کا قصہ: □ صحیح ہے □ باطل ہے۔
- ۸۵۔ شیطان نے ”عبدالحارث“ نام اس لیے اختیار کیا کہ:
- یہ اس کا نام ہے □ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ”حارث“ سب سے سچا نام ہے۔
- ۸۶۔ حارث نام رکھنا: □ جائز ہے □ ناجائز ہے۔
- ۸۷۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان بیاشرک سے پاک ہیں، اور جو شخص اس سلسلے میں گفتگو کرے یا ان سے سرزد ہوئی

- چیزوں کو تلاش کرے، وہ: منافق ہے مُوحد ہے۔-۸۸
- ۸۸ اللہ کے ناموں سے دعا کرنا، دعائے: عبادت ہے مسئلہ ہے مذکورہ سمجھی۔
- کتاب التوحید: توحید کی تینوں قسموں کو اپنے اندر سوئے ہوئے ہے اس میں صرف توحید عبادت کا ذکر ہے۔-۸۹
- ۹۰ اسماء میں الحاد کی قسمیں ہیں: دو پانچ۔
- ۹۱ ﴿وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْهِدُونَ﴾ یعنی: ہم نہ تو ان کو دعوت دیں اور نہ ہی ان کے سامنے بیان کریں ان کی راہ ترک کر دیں:-۹۱
- ۹۲ اسماء و صفات میں الحاد کی قسمیں ہیں: ۱--۲
--۳-۲
--۵-۲

[۵۲] السلام عَلَى اللَّهِ نَهْيٌ كَهْجَانَةَ گَا (ایسا کہنا حرام ہے)

کیوں؟

کیونکہ اس طرح سے دعا کرنا اس کے حق میں نقص کے وہم میں مبتلا کرتا ہے، کیونکہ کسی بھی چیز کے لیے سلامتی کی دعا اسی وقت کی جائے گی جب وہ اس کا محتاج ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ جملہ ناقص و عیوب سے پاک ہے۔

کیونکہ یہ حقیقت کے مخالف ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے دعا کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے دعائیٰ جائے گی، وہ ہم سے بے نیاز ہے، لیکن صفات کمال کے ذریعہ اس کی حمد و ثنایاں کی جائے گی۔

پہلی دلیل:

صحیح میں روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز میں جب ہم نبی ﷺ کے ساتھ ہوتے تو ہم: (السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانِ)، ”اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو، فلاں فلاں شخص پر بھی سلام ہو) کہتے تو نبی ﷺ نے فرمایا: اللَّهُمَّ إِنَّمَا يَنْهَا الْمُنْكَرُ: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ؛ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ۔ ”اللہ تعالیٰ پر سلامتی ہونہ کہا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود السلام“ (سلامتی والا) ہے۔

- السلام اسم ثبوتی سبی ہے، سبی اس معنی میں کہ اس سے ہر اس نقص اور عیوب کی نفی مراد ہے جس کا ذہن تصور کر سکتا ہے، یا عقل خیال کر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات یا صفات یا افعال یا احکام میں کسی طرح کا کوئی نقص لاحق نہیں ہو سکتا۔ اور ثبوتی اس معنی میں ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے لیے اس اسم اور صفت کو ثابت کرنا ہے، جس کو یہ متنضم ہے، یعنی السلامۃ (سلامتی)۔
- اور السلام کے کئی معانی ہیں:

السلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

نقص اور آفت سے سلامتی کی دعا، جیسے ہمارا کہنا: (السلام عليك أیاها النبی)، (اے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو)۔

التحیہ (سلام)، جیسے کسی کو کہا جاتا ہے: فلاں کو سلام کرو۔

مسائل:

پہلا: سلام کی تفسیر ووضاحت (کہ وہ اللہ عزوجلّ کا ایک نام ہے، جس کا معنی ہے: ہر طرح کے نقص و عیب سے پاک اور محفوظ)۔

دوسرا: یہ کلمہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کے لیے تھا ہے۔

تیسرا: یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہنا درست نہیں ہے۔ (اور جب یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہنا درست نہیں ہے اس کا مطلب ہے کہ حرام ہے)۔

چوتھا: اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ لفظ نہ کہنے کی علت و سبب کا پتہ چلا (وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ خود ہی "السلام" (سلامتی والا) ہے)۔

پانچواں: اس تجیہ کی تعلیم جو اللہ تعالیٰ کے لیے زیبا ہے (یعنی تشهد میں: اتحیات اللہ و الصلوات... کہنا)۔

[۵۳] (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ) (اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے) کہنے کا حکم (دعا میں اس طرح سے استشنا کرنا حرام ہے)

یہ باب اللہ تعالیٰ کے کمال سلطان اور اس کے فضل و احسان کو بیان کرتا ہے، اور (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ) کہنے سے جو چیز ہن میں آتی ہے وہ کہ:

اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ انسان اللہ سے بے نیاز ہے، جو کسی بھی صورت مناسب نہیں اور یہ ادب کے برخلاف ہے۔

اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ معاملہ اللہ کے لیے بہت بڑا ہے جو اس کے لیے ثقیل اور عاجز کر دینے والا ہے، جبکہ ایسی بات نہیں ہے۔

اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی کرنے والا ہے، جبکہ ایسی بات نہیں ہے۔

پہلی دلیل:

صحیح میں حضرت أبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا يَقُولُ أَحَدُكُمْ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ، اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمْ الْمَسْأَلَةُ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا مُكْرِهُ لَهُ»، ”تم میں سے کوئی یوں دعا نہ کرے کہ، اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے، اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھ پر رحم فرم۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے پورے و ثوق سے سوال و دعا کرے کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے والا اور اس پر دباؤ ڈالنے والا نہیں۔“

اور مسلم کی روایت ہے: «وَلِيُعَظِّمُ الرَّغْبَةُ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَتَعَاظِمُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ»، ”اور چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بڑی رغبت اور خواہش کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز بڑی نہیں ہے جسے وہ نوازنچا ہے۔“

دعاۓ استخارہ میں جو تعلیق ہے وہ تعلیق اللہ کی مشیت سے متعلق نہیں ہے، بلکہ وہ ہمارے پاس مجہول اور غیر متعین شے کے متعلق ہے، ہم نہیں جانتے کہ ہمارے لیے کیا بہتر ہے؟ درج ذیل حدیث بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہے: «أَخْيَنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي»، ”جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو مجھے زندہ رکھ۔“

مسائل:

پہلا: دعائیں استثنائی ممانعت (یعنی یوں نہیں کہنا چاہیے کہ: یا اللہ! تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے)۔
دوسرہ: دعائیں استثنائی ممانعت کی علت بیان ہوئی ہے۔

تیسرا: بنی اسرائیل کے فرمان: «لِيَعْزِمُ الْمَسَأَةَ» (اللہ تعالیٰ سے پورے وثوق سے سوال و دعا کرے)،
(یعنی اللہ تعالیٰ سے جب دعا کرے تو پوری عزیمت کے ساتھ بنا کسی تردید کے دعا کرے)۔

چوتھا: اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی رغبت و خواہش کرنے کا حکم (یعنی: جو بھی چاہے اللہ تعالیٰ سے مانگے، کیونکہ کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل یانا ممکن نہیں ہے)۔

پانچواں: اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی رغبت و خواہش کرنے کے حکم کی علت کا پتہ چلا ([۱] شریعت کی بلندی بیان کرنے کے لیے [۲] انسان کے اطمینان میں اضافہ کے لیے [۳] قیاس کو ثابت کرنے کے لیے کہ جب احکام میں کوئی مسئلہ پیش آجائے اور علت میں مشارکت ہو)۔

الْتَّقْرِيمُ وَالْتَّقْعِيدُ لِلْقُولِ الْمُفْدَدِ

[۵۲] (عبدی وَأَمْتی) کہنے کی ممانعت

(عبدی) یا (أَمْتی) کہنے کا حکم:

اس کی اضافت غیر کی طرف کرے: مثلاً کہے:: (عبد فلاں) یا (امۃ فلاں)، یہ جائز ہے۔

اس کی اضافت اپنی ذات کی طرف کرے: اس کی دو صورتیں ہیں:

یہ ندا (پکار) کے صیغہ سے ہو: جیسے کہے: (اے میرے عبد- غلام-) تو یہ منوع ہے۔

یہ خبر کے صیغہ سے ہو: جیسے کہے: (میں نے اپنے عبد- غلام- کو کھانا کھلایا) یا (میں نے اپنے عبد کو آزاد کر دیا)، اس میں تفصیل ہے:

اگر یہ عبد یا امۃ (غلام یا لونڈی) کی موجودگی میں کہے تو دیکھیں گے کہ آیا اس کا کوئی مفسدت ہے جس کا تعلق غلام یا لونڈی سے ہے، اگر مفسدت پائی جائے گی تو منوع ہو گا اور نہ جائز۔

اگر یہ عبد یا امۃ (غلام یا لونڈی) کی غیر موجودگی میں کہے تو جائز ہے۔

پہلی دلیل:

صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لَا يَقُلُّ أَحَدُكُمْ: أَطْعُمْ رَبَّكَ، وَضُّنْعَ رَبَّكَ، وَلْيَقُلْ: سَيِّدِي وَمَوْلَايِ، وَلَا يَقُلُّ أَحَدُكُمْ: عَبْدِي وَأَمْتِي، وَلْيَقُلْ: فَتَایِ وَفَتَایِ وَغُلَامِی**، ”تم میں سے کوئی (اپنے غلام کو) یوں نہ کہے کہ: اپنے رب (آقا) کو کھانا کھلاؤ، اپنے رب (آقا) کو وضو کراؤ، بلکہ یوں کہے: میر اسید (سردار) میر امولا (آقا)، اور تم میں سے کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو میر عبد یا امۃ (میر ابندہ یا بندی) نہ کہے، بلکہ یوں کہے: فتای، فتای اور غلامی (میر اخادم، میری خادمہ اور میر اغلام)۔“

• **لَا يَقُلُّ أَحَدُكُمْ: أَطْعُمْ رَبَّكَ، وَضُّنْعَ رَبَّكَ**: کیونکہ اس میں حد رو بیت سے تجاوز کرنا ہے۔

• **وَلَيُقُلُّ سَيِّدِي وَمَوْلَايٰ**: یہ خطاب عبد (غلام) کو ہے، اور یہ وجب کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ ارشاد مباح ہے، کیونکہ علماء کہتے ہیں کہ: امر (حکم) جب کسی منوع شے کے مقابلہ میں آئے تو وہ اباحت کا فائدہ دیتا ہے، جیسا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: ﴿وَإِذَا حَلَّنَا فَاصْطَادُوا﴾ (اور جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کرو)۔

وَلَا يُقُلُّ أَحَدُكُمْ: نہی، یا تو تحریم کے لیے ہے یا کراہت کے لیے، تاکہ یہ وہم نہ پیدا ہو کہ یہاں وہی عبودیت اور بندگی مراد ہے جو اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ **عَبْدِي (میرابنده)**: غلام کے لیے **وَأَمْتَي (میری بندی)**: لونڈی کے لیے۔

• **وَلَيُقُلُّ فَتَایٰ وَفَتَّایٰ وَعُلَامَیٰ**: یہ خطاب سید اور آقا کو ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریعت جب حرام کا دروازہ بند کرتی ہے تو جواز کا دروازہ بھی کھولتی ہے، اس میں تحقیق توحید کا اعلیٰ نمونہ ہے کہ الفاظ میں بھی محتاط رہنے کی تنبیہ کی گئی ہے۔

مسائل:

پہلا: (عَبْدِي وَأَمْتَي) (میرابنده اور میری بندی) کے الفاظ کہنے منع ہیں۔

دوسرا: کوئی غلام اپنے آقا کو (ری) (میر ارب) نہ کہے، اور نہ کسی غلام کو یوں کہا جائے: (أَطْعُمْ رَبَّكَ) (اپنے رب کو کھانا کھلاؤ)۔

تیسرا: مالک اور آقا کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ (عَبْدِي وَأَمْتَي) (میرابنده اور میری بندی) کہنے کے بجائے (فَتَایٰ وَفَتَّایٰ وَعُلَامَیٰ) (میر اخadem، میری خادمہ اور میر اغلام) کہے۔

چوتھا: غلام کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے آقا کو (سَيِّدِي وَمَوْلَايٰ) (میر اسردار اور میر آقا) کے الفاظ سے پکارے۔

پانچواں: اس میں اصل مقصود یہ ہے کہ عقیدہ توحید مکمل طور پر پختہ ہو حتیٰ کہ الفاظ کے استعمال میں بھی توحید کے پیش نظر اختیاط شرط ہے۔

[۵۵] اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوتا یا جائے (تحریم یا کراہت کے لیے ہے)۔

اللہ کے نام پر سوال کرنے کی اقسام:

اللہ کی شریعت کے تحت سوال کرے: یعنی ایسا سوال کرے جس کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، جیسے فقیر صدقہ کا سوال کرے۔

اللہ کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے اللہ کے نام پر سوال کرے: جیسے کوئی کہے: میں اللہ کے نام کا واسطہ دے کر آپ سے سوال کرتا ہوں۔

کیا کسی انسان کے لیے اللہ کا نام لے کر سوال کرنا جائز ہے؟

بنا حاجت یا ضرورت سوال کرنا بذات خود حرام یا مکروہ ہے، اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی کہ وہ کسی انسان سے کچھ نہیں مانگیں گے، رہی بات سائل کی حاجت پوری کرنے کی، تو سائل مندرجہ ذیل حالتوں سے خالی نہیں ہو گا:

اللہ کا نام لے کر سوال: تو اسے دیا جائے گا گرچہ وہ اس کا مستحق نہ ہو چونکہ اس نے بڑی عظیم ہستی کا نام لے سوال کیا ہے لہذا اس ہستی کی تقطیم کی خاطر اسے دیا جائے گا، لیکن سوال اگر گناہ کا ہو، یا مانگ پوری کرنے میں مسؤول کو نقصان پہنچے تو نہیں دیا جائے گا۔

مجرد سوال: جیسے کہے: (اے فلاں مجھے کچھ دے) اگر وہ ایسی چیز کا سوال ہے جس کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے تو دیدے۔

پہلی دلیل:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ اسْتَعَاذَ بِاللَّهِ فَأَعِذُّهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ، وَمَنْ دَعَ أَكْمَمْ فَأَجِيُّوهُ، وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَفَّافِتُوهُ، فَإِنْ لَمْ تَحِدُوا مَا تُكَافِفُوهُ فَادْعُوا اللَّهَ، حَتَّى تَرُوا أَنْكُمْ قَدْ كَافَّأْتُمُوهُ». ”جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے اسے پناہ دو، اور جو شخص اللہ کے نام پر سوال کرے اسے دو، اور اور جو شخص تمہاری دعوت کرے اس کی دعوت قبول کرو، اور جو شخص تمہارے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرے تم بھی اس کا بدلہ دو، اگر تم بدلہ نہ دے سکو تو اس کے حق میں اس قدر دعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔“ اس حدیث کو ابو داود اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

• «فَأَعِذُّوْهُ» (اسے پناہ دو): الایہ کہ یہ پناہ مانگنا ایسی چیز سے ہو جو اس پر واجب ہے، یا گناہ اور سرکشی کے نام پر پناہ مانگنے۔

• «فَأَجِبُّوْهُ»: اس سے مراد وہ دعوت ہے جو تکریم کی خاطر ہونہ کے ندای کی خاطر، جہور اہل علم کا کہنا ہے کہ دعوت قبول کرنا مستحب ہے سوائے ولیمہ کی دعوت کے، اسے قبول کرنا چھ شروط کے ساتھ واجب ہے:

۱. داعی ایسا شخص نہ ہو جس کا بھر ان (بایکاٹ) واجب یا سنت ہو، ورنہ دعوت قبول نہیں کی جائے گی۔
۲. دعوت والی جگہ میں منکر ان جام نہ دیا جا رہا ہو، اگر وہاں منکر ان جام دیا جا رہا ہو اور اس کے ازالہ کی طاقت رکھتا ہو تو اس پر دعوت قبول کرنے اور تغییر منکر کی خاطر وہاں حاضر ہونا واجب ہے۔
۳. دعوت دینے والا مسلمان ہو ورنہ دعوت قبول کرنا واجب نہیں ہے۔
۴. میزبان کی کمائی حرام نہ ہو۔
۵. دعوت قبول کرنا کسی وجہ سے ساقط کرنے کا سبب نہ بنے، اور نہ ہی ایسی چیز سے رکاوٹ کا سبب بنے جو دعوت سے بڑھ کر واجب ہو۔

۶. دعوت قبول کرنے کی وجہ سے دعوت قبول کرنے والے کو کوئی نقصان نہ پہنچے، جیسے دور دراز کا سفر ہو، یا اہل و عیال سے جدائی کا باعث ہو اور وہ اس کی موجودگی اپنے درمیان ضروری سمجھتے ہوں۔

• کیا تقسیم کیا جانے والا دعویٰ کا رڑ بالمشافہ دی جانے والی دعوت کے مانند ہے؟ جب یہ معلوم ہو یا غالباً گمان ہو کہ جس نے یہ کا رڑ بھیجا ہے اس کا مقصد وہی ہے جو سامنے آ کر دعوت دینے والے کا ہوتا ہے، تو اس کا حکم آمنے سامنے دعوت دیے جانے کے مانند ہے۔

• «فَكَافِثُوْهُ»: بدله چکانے کے دو فائدے ہیں:

۱. بھلانی کرنے والے کو مزید بھلانی کرنے پر ترغیب دلانا ہے۔
۲. اس کے ذریعہ انسان شرمندگی کے اس حصار کو توڑتا ہے جو اس کے ساتھ کسی کے بھلانی کرنے کے

مسائل:

پہلا: جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے اسے پناہ دی جائے (جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے اس کو پناہ دینا واجب ہے، الایہ کہ وہ ایسی چیز سے پناہ طلب کرے جس میں کوئی شرعی رکاوٹ ہو، تو ایسی صورت میں اسے پناہ نہیں دی جائے گی)۔

دوسرہ: جو شخص اللہ کا نام لے کر سوال کرے، اسے کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔

تیسرا: دعوت قبول کرنے کا حکم۔

چوتھا: کسی کے حسن سلوک کا بدلہ چکا دینا چاہیے (یعنی جو آپ کے ساتھ بھلائی کرے آپ بھی اس کے ساتھ بھلائی کریں)۔

پانچواں: جو شخص احسان کا بدلہ نہ دے سکتا ہو، وہ محسن کے حق میں دعا ہی کر دے (کیونکہ ایسی صورت میں یہی اس کے احسان کا بدلہ چکانا ہے، اور ایسی چیزوں میں بھی دعا کے ذریعے احسان چکائے جن کا عادتاً کسی سامان کے ذریعہ بدلہ نہیں چکایا جاتا)۔

چھٹا: بنی اسرائیل کا فرمان: «حَتَّىٰ تَرَوَا أَنْكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ»، «محسن کے حق میں اس قدر دعا کرے کہ یقین ہو جائے کہ اب بدلہ چکایا جا چکا ہے»۔ (محسن کے حق میں دعا کرنے میں کوتاہی نہ کرے، بلکہ بدلہ چکا دینے کے یقین یا گمان غالب ہونے تک دعا کر تاہے)۔

[۵۶] اللہ کے ”وجہ“ کے واسطے سے صرف جنت مانگی جائے

باب کے عنوان کا معنی:

یا: جب اللہ کا واسطہ دے کر مانگو تو جنت ہی مانگو
دنیاوی شئے نہ مانگو۔

یعنی: کسی مخلوق سے اللہ کا واسطہ دے کر جنت نہ مانگو،
کیونکہ مخلوق جنت دینے پر قدرت نہیں رکھتی ہے۔

اس میں اللہ کے وجہ کی تعظیم ہے کہ اسکے وجہ کریم کا واسطہ دیکر جنت ہی مانگی جائے یا جنت تک لیجائے۔

پہلی دلیل:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللَّهِ إِلَّا جَنَّةٌ»، ”اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ مانگا جائے۔“ اس حدیث کو ابو داود نے روایت کیا

• ”بِوَجْهِ اللَّهِ“: اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے وجہ (چہرہ) کا اثبات ہے، اور یہ قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہے، اللہ کے پاس حقیقی وجہ (چہرہ) ہے جو اس کے شایان شان ہے بغیر کسی مخلوق کی مشابہت کے۔

مسائل:

پہلا: اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سب سے بڑے مقصود و مطلوب (جنت) کے علاوہ کچھ نہ مانگا جائے (ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کا واسطہ دے کر وہی چیز مانگی جائے جس کا تعلق امور آخرت سے ہو، جیسے جنت کا حصول اور جہنم سے نجات)۔

دوسرا: اللہ تعالیٰ کے لیے ”وجہ (چہرہ)“ کا اثبات ہے۔

دعائے صفت کا حکم:

دعائے صفت جائز نہیں ہے، جیسے کہنا: یا رحمۃ اللہ، یا وجہ اللہ، یا عزّۃ اللہ، یا ایجاد کی ہوئی دعا (بدعت) ہے، جس کا نہ تو نصوص میں کوئی ذکر ہے اور نہ ہی سلف سے وارد ہے، اور شیخ الاسلام حفظہ اللہ علیہ کہتے ہیں: (ایسا کہنا کفر ہے)۔

الْتَّقْرِيبُ إِلَيْهِ قَوْلُ الْمُفَدِّدِ

[۵۷] ”(لو) اگر“ کہنے کا حکم (اس میں تفصیل ہے)

لفظ (لو) ”اگر“ استعمال کرنے کی اقسام اور ان کا حکم:

﴿لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلَنَا هَذِهِنَا﴾: منافقین نے نبی ﷺ کی شریعت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ: اگر وہ لوگ ہماری بات مان لیتے اور ہماری طرح لوٹ آتے تو قتل نہیں ہوتے، گویا ہماری رائے، رسول ﷺ کی شریعت سے بہتر ہے۔

حرام ہے اور کبھی کفر تک جا پہنچتا ہے: اگر اس کا استعمال شریعت پر اعتراض کرنے میں ہو۔

﴿لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتُلُوا﴾: یعنی اگر وہ ٹھہرے رہتے تو قتل نہیں ہوتے، اس طرح انہوں نے اللہ کی تقدیر پر اعتراض کیا۔

حرام ہے: اگر اس کا استعمال تقدیر پر اعتراض کرنے کے لیے ہو۔

”اگر میں یوں کرتا تو ایسا ایسا ہوتا“: کیونکہ ندامت، غم اور انقباض کا سبب ہے، اللہ چاہتا ہے کہ ہم مطمئن رہیں۔

حرام ہے: اگر اس کا استعمال ندامت اور حسرت کے لیے ہو۔

﴿لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشَرَّكَنَا﴾: یہ باطل ہے، اور تقدیر سے جحت پکڑنا جائز ہے اگر مصیبت بنانے کے لیے ہو عیب لگانے کے لیے نہیں، اور اسکی بیچان یہ ہے کہ بندہ گناہ سے رک جائے اور توبہ کرے

حرام ہے: اگر اس کا استعمال معصیت کے جواز کے لیے تقدیر کو بطور جحت بنانے کے لیے ہو۔

”اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں ایسا ایسا کرتا“، یہ خیر کی تمنا ہے، اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”وہ اپنی نیت پر ہے، اور دونوں کا اجر برابر ہے“، اور جس نے برائی کی تمنا کی اس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”وہ اپنی نیت پر ہے، اور دونوں کا گناہ برابر ہے۔“

اگر اس کا استعمال تمنا (آرزو) کے لیے ہو، تو: اگر یہ خیر کے لیے ہے تو بہتر ہے اور اگر شر کے لیے ہے تو براہے

”جوبات مجھے اب پتہ چلی ہے اگر پہلے سے معلوم ہوتی تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا“، یہ خبر ہے کیونکہ نبی ﷺ ایسی چیز کی تمنا نہیں کر سکتے جو اللہ کی تقدیر کے خلاف ہو، یہ ایسے ہی جیسے کہنا کہ: اگر میں سبق میں حاضر ہوتا تو فائدہ اٹھاتا۔

جائز ہے: اگر اس کا استعمال ماض خبر دینے کے لیے ہو۔

ایک سے تین تک دلیل:

[۱] فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَنَّا﴾ الآیة۔ (یہ لوگ کہتے ہیں اگر ہمارے بس میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے)۔

[۲] نیز ارشاد فرمایا: ﴿الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْرَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا﴾ الآیة۔ (یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی بیٹھ رہے اور اپنے بھائیوں کی بابت کہا کہ اگر وہ بھی ہماری بات مان لیتے تو قتل نہ کیے جاتے)۔

[۳] صحیح (مسلم) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «اُخْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَلَا تَعْجَزْنَ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُولْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَالِكَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ: قَدَرَ اللَّهُ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحْ عَمَلَ الشَّيْطَانِ»، اس چیز کی حرص کر جو تیرے لیے مفید ہو اور صرف اللہ تعالیٰ سے مدد اگز، اور عاجز ہو کرنہ بیٹھ جا، اور اگر تجھے کوئی مصیبت اور پریشانی آپنے تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں یہ کر لیتا تو یوں ہو جاتا، بلکہ یوں کہہ: اللہ کا فیصلہ ہے، اس نے جو چاہا سو کیا، اس لیے کہ ”اگر“ کہنا شیطانی عمل دخل کا سبب بنتا ہے۔

- ﴿يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَنَّا﴾: یہ منافقین کا شریعت پر اعتراض تھا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس بات کے لیے خنکی ظاہر کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی موافقت کے بغیر لڑائی کے لیے نکل گئے۔
- ممکن ہے کہ یہ تقدیر پر بھی اعتراض ہو بایں معنی کہ: (ہم قتل ہونے کے لیے نہیں نکلے ہیں)۔
- ﴿الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْرَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا﴾: اس میں مومنوں پر، اللہ کے فیصلہ پر اور تقدیر پر اعتراض ہے، اور جہاد سے بزدلی ظاہر کرنا ہے۔
- جس نے تقدیر پر اعتراض کیا وہ اللہ کو رب ماننے سے رضامند نہیں ہوا اور نہ ہی اس نے توحید ربوبیت کے تقاضوں کو مکمل کیا۔

• اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ:

[۱] نفع بخش چیز کے لیے کوشش ہونا اور نقصان دہ چیز سے دور رہنا [۲] اللہ کی مدد طلب کرنا [۳] کسی چیز کے حصول کے لیے لگاتار کوشش کرتے رہنا اور عاجز ہو کر بیٹھنے سے گریز کرنا [۴] اگر کوئی چیز خلاف مقصود ہو جائے تو اس میں آپ کا کوئی عمل دخل نہیں یہ اللہ کی طرف سے مقدر ہے، لہذا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔

مسائل:

پہلا: سورہ آل عمران کی دو آیات کی تفسیر۔ (پہلی آیت میں شریعت پر اعتراض کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں تقدیر پر اعتراض کا ذکر ہے۔)

دوسرہ: کسی مصیبہ اور پریشانی کے وقت (اگر میں ایسا کرتا تو....) کہنے کی ممانعت۔

تیسرا: ”لو (اگر)“ کہنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے شیطانی عمل دخل کا دروازہ کھلتا ہے (جس سے انسان کو حسرت و ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا)۔

چوتھا: اچھی گفتگو («قَدَرَ اللَّهُ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ»)، کہنے کی طرف رہنمائی۔

پانچواں: اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کے ساتھ ساتھ نفع بخش چیزوں کا شوق و حرص دلانے کا حکم۔

چھٹا: اس کے بر عکس عاجز بن کر بیٹھ رہنے سے ممانعت۔ (کسی کام کے کرنے میں سستی و کاہلی و کھانا، کیونکہ انسان کے بس میں یہی ہے (کہ وہ کوشش کرے))۔

[۵۸] ہوا اور آندھی کو گالی دینے کی ممانعت (اللہ کے فعل سے راضی رہنا)

پہلی دلیل:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا تَسْبُوا الرِّيحَ؛ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَا تَكْرَهُونَ فَقُولُوا: اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ، وَخَيْرٌ مَا فِيهَا، وَخَيْرٌ مَا أُمِرْتُ بِهِ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الرِّيحِ، وَشَرٌّ مَا فِيهَا، وَشَرٌّ مَا أُمِرْتُ بِهِ»، ”ہوا کو گالی نہ دو، جب تم ناپسندیدہ (ہوا) دیکھو تو یہ دعا پڑھو: اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا اور جو اس میں ہے اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے کی بہتری اور بھلائی کا سوال کرتے ہیں، اور (اے اللہ!) ہم اس ہوا کے شر اور جو اس کے اندر شر ہے اور جس شر کا اسے حکم دیا گیا ہے سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔“ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

- ہوا اور آندھی کو گالی دینے کی وہی تفصیل ہے جو زمانہ کو گالی دینے کے باب میں گزر چکی ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کثرت و قوع کی وجہ سے اسے بیہاں الگ سے ذکر کیا ہے، ویسے عمومی طور پر بھی لعنت و ملامت کرنے کی ممانعت وارد ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالْطَّعَانِ وَلَا اللَّعَانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءُ»، ”مو من لعن طعن کرنے والا، بد گوئی کرنے والا اور بد خلق نہیں ہوتا۔“ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَكُونُ اللَّاعَانُ شُفَعَاءً وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، ”لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ تو سفارشی ہوں گے اور نہ ہی گواہی دینے والے۔“
- اور مو من کو گالی دینے کے سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ»، ”مو من کو گالی دینا فسق ہے، اور اس سے قیال کرنا کفر ہے۔“
- اور مژدیوں کو گالی دینے کے سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا تَسْبُوا الْأَمْوَاتَ؛ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَلُوا إِلَى مَا قَدَّمُوا»، ”مژدیوں کو گالی نہ دو، انہوں نے جو کیا وہ انہیں مل چکا۔“
- اور چوپاپیوں کو گالی دینے کے سلسلے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا تُصَاحِبُنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ»، ”ہمارے ساتھ ایسا چوپاپا یہ نہیں رہے گا جس پر لعنت بھیج دی گئی ہو۔“
- اور بخار کو گالی دینے کے سلسلے میں فرمایا: «لَا تَسْبُوا الْحُمَّى»، ”بخار کو گالی نہ دو۔“

مسائل:

پہلا: ہوا کو گالی دینے کی ممانعت (یہ حرام ہے، کیونکہ ہوا اور آندھی کو گالی دینا دراصل اس کے پیدا کرنے والے اور سبھنے والے کو گالی دینا ہے)۔

دوسرہ: اس میں اس بات کی رہنمائی کی گئی ہے کہ جب انسان کو کوئی ناپسندیدہ چیز نظر آئے تو نفع بخش چیز کا سوال کرے (جیسے کہے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں....، حسی اسباب اختیار کرے جیسے آندھی کی برائی سے بچنے کے لیے دیوار کا سہارا لے)۔

تیسرا: اس میں یہ رہنمائی بھی کی گئی ہے کہ یہ ہوا خود نہیں چلتی بلکہ یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے۔

چوتھا: اس میں یہ بیان بھی ہے کہ ہوا کو کبھی بھلانی اور کبھی نقصان کا حکم ہوتا ہے۔

(حاصل کلام یہ ہے کہ انسان پر واجب ہے وہ اللہ کے فیصلے اور تقدیر پر اعتراض نہ کرے، اور نہ ہی اسے گالی دے، بلکہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے شرعی فیصلے کو بلا چوں و چر امان لیتا ہے ویسے ہی کوئی فیصلے کے سامنے بھی سر تسلیم خم کر دے، کیونکہ یہ مخلوقات بذات خود کچھ کرنے کی طاقت و صلاحیت نہیں رکھتیں سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ انہیں حکم دے۔

[۵۹] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿يَطْبُونَ بِاللَّهِ عَنِ الْحَقِّ طَنَ الْجَنَّةِ
يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنْ أَمْرٍ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ لِلَّهِ يَلَهُ﴾ الایة
(وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نا حق جہالت بھری بد گمانیاں کر رہے تھے اور کہتے تھے کیا ہمیں
بھی کسی چیز کا اختیار ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ کام کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے) کا باب

• ﴿يَطْبُونَ بِاللَّهِ﴾: (یعنی منافقین) یہ جاہلیت والا گمان ہے جس میں گمان کرنے والا اللہ کی عظمت اور
قدر نہیں پچانتا، لہذا یہ جہالت پر مبنی باطل گمان ہے، اور اللہ سے ظن (گمان) رکھنے کی دو صورتیں ہیں:
۱) اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھے اور اس کے دو متعلقات ہیں:

ا۔ جو وہ اس کائنات میں کر رہا ہے اس کے متعلق: اس میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا واجب
ہے۔

ب۔ جو وہ خصوصی طور پر آپ کے ساتھ کر رہا ہے اس کے متعلق: اس میں اللہ تعالیٰ سے سب سے
احسن ظن رکھنا واجب ہے بشرطیکہ آپ کے پاس وہ چیز ہو جو اس حسن ظن کو واجب قرار دے
جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور نبی ﷺ کا اتباع ہے۔

۲) اللہ تعالیٰ سے سوئے ظن رکھے: جیسے اس کے کسی فعل کو بے جا تصرف یا ظلم یا ان جیسی شے پر مبنی
سمجھے، یہ محترمات میں سب سے بڑا اور گناہوں میں سب سے قیچی ہے، جیسا کہ منافقین وغیرہ نا حق اس
طرح کا گمان رکھتے تھے۔

دوسری دلیل:

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿الظَّانِينَ بِاللَّهِ ظَرِبَ السَّوْءَ عَلَيْهِمْ دَأْبَرَهُ السَّوْءَ﴾ الایة۔ (جو لوگ اللہ
تعالیٰ کے بارے میں برے گمان رکھتے ہیں، ان پر برے حادثہ واقع ہوں)۔

• ان سے مراد منافقین اور مشرکین ہیں کہ برائی انہیں ہر چہار جانب سے گھیرے میں لی ہوئی ہے۔

ابن القیم عَزَّلَهُ اللَّهُ عَزَّلَهُ پہلی آیت کے بارے میں فرماتے ہیں (کہ زیر نظر آیت میں لوگوں کے جس جاہلنا نا حق گمان کا ذکر ہے): ”اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرنے لگے تھے کہ اللہ عَزَّلَهُ عَزَّلَهُ اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا اور اس کی دعوت عنقریب مٹ جائے گی، اور یہ لوگ گمان کرنے لگے تھے کہ جو مصیبت مسلمانوں کو آئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکمت سے نہیں تھی۔ اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ یہ لوگ اللہ کی تقدیر، حکمت اور رسول اللہ عَلَيْهِ السَّلَامُ کی کامیابی کا انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ دین تمام ادیان پر غالب نہیں آئے گا۔ مذاقین اور مشرکین کا ایسی ہی وہ بر اگمان ہے جس کا سورہ فتح کی آیت میں ذکر ہوا ہے، کیونکہ یہ ایسا گمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان و مرتبہ کے خلاف ہے، جیسا کہ یہ اس کی حکمت، تعریف، بزرگی اور سچے وعدہ کے بھی خلاف ہے، لہذا جو شخص یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو حق پر دائی غلبہ دے گا اور اس وجہ سے حق مٹ جائے گا، یا جو شخص یہ سمجھے کہ یہ فیصلہ اللہ کی قضاو قدر سے نہیں ہوا، یا جو شخص یہ سمجھے کہ اللہ کی تقدیر قابل تعریف حکمت تامہ پر مبنی نہیں، بلکہ یہ سمجھے کہ یہ مغض اس کی مشیت ہے۔ یہ کافروں کا گمان ہے اور ان کے لیے جہنم کی آگ کا عذاب ہے اور اکثر لوگ اپنے اور غیروں سے متعلقہ کاموں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوئے ظن رکھتے ہیں، اس بد گمانی سے صرف وہی لوگ سلامت رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کے اسماء و صفات اور اس کی حکمت و تعریف کے اسباب کو پہچانتے ہیں۔ لہذا ہر عقل مند شخص کو جو اپنی بھلائی چاہتا ہو، چاہیے کہ وہ مذکورہ بالا باتوں کا اہتمام کرے اور اللہ کے حضور اپنی اس بد گمانی اور سوئے ظن کی معانی مانگے اور توبہ واستغفار کرے۔ اور اگر آپ لوگوں کی باتوں پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اکثر لوگ تقدیر کے بارے میں ملامت کا پہلو لیے ہوئے ہیں اور بے راہ روی کا شکار ہیں اور تقدیر کا شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فلاں کام یوں ہونا چاہیے تھا اور فلاں یوں۔ خود کو ملنے والی اشیاء کو بعض لوگ کم خیال کرتے ہیں اور بعض لوگ زیادہ۔ آپ اپنا بھی جائزہ لیں کہ کیا آپ اس بد گمانی سے نیچے ہوئے ہیں؟

(فَإِنْ تَنْجُ مِنْهَا تَنْجُ مِنْ ذِي عَظِيمَةٍ وَإِلَّا فَإِنِّي لَا إِخَالُكَ نَاجِيًّا)»

”تو اگر آپ اس سے محفوظ ہیں تو آپ ایک بہت بڑی مصیبت سے بچ ہوئے ہیں وگرنہ میں نہیں سمجھتا کہ آپ نجات پا فتہ ہیں۔“

• یہ کلام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”زاد المعاو“ میں غزوہ احمد کے ذکر کے معا بعد اس میں پوشیدہ قبل تعریف مقاصد اور حکمتیں، کے تحت ذکر کیا ہے، اور سوئے ختن کے سلسلے میں ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے:

۱. یہ گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو حق پر ایسا دا گنی غلبہ دے گا جس سے حق مٹ جائے گا۔
 ۲. قضاء و قدر کا انکار کرے اور وقوع پذیر اشیاء پر اعتراض کرے کہ اس کی ملکیت میں کوئی ایسی چیز کیسے واقع ہو سکتی ہے جو وہ نہیں چاہتا!
 ۳. اللہ تعالیٰ کی تقدیر قابل تائش حکمت تامہ پر مجتبی ہے اس کا انکار کرے۔
- سوئے ظن کا جو علاج انہوں نے ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یوں ہے:
۱. تحریف و تاویل سے دور ہو کر اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی کما حقہ معرفت حاصل کرے۔
 ۲. عقائد مذکورہ بالا باقتوں کا اہتمام کرے تاکہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھ سکے، سوئے ظن سے متعلق مذکورہ باقتوں سے گریز کرے۔
 ۳. اللہ کے حضور توبہ کر کے نیکی کی طرف پلٹ آئے اور توبہ واستغفار کرے۔
 ۴. اپنے نفس کا محاسبہ کرنا اور اپنے نفس کے بارے میں سوئے ظن رکھنا اللہ تعالیٰ سے سوئے ظن رکھنے سے بہتر ہے کیونکہ انسان کو تاہیوں اور برا یوں کا پتلا ہے۔

مسائل:

پہلا: سورہ آل عمران کی آیت (﴿يَنْظُورُكُمْ بِاللَّهِ عَنِ الْحَقِيقَةِ﴾) اور اس میں ضمیر منافقین کے لئے ہے کی تفسیر۔

دوسرہ: سورہ فتح کی آیت (﴿الظَّانِينَ بِاللَّهِ ظَلَمُوا أَسْوَءُ﴾) اور اس میں ضمیر منافقین کے لئے ہے کی تفسیر۔

تیسرا: اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بد گمانی کی بہت سی صورتیں ہیں، جن کا شمار ممکن نہیں (اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسا گمان رکھنا جو اس کے شایان نہیں ہے)۔

چوتھا: اس بد گمانی سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی پیچان کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کی معرفت سے بھی بہرہ مند ہو (اس کے متعلق غور و فکر کرے، حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کو تاہیوں اور برا یوں کا پتلا ہے، جبکہ رب العالمین کمال مطلق سے متصف ہے جس کو کسی طرح کا کوئی بھی نقص لاحق نہیں ہو سکتا)۔

[۶۰] مُنْكِرِينَ تَقْدِيرَ كَامِلَةِ حُكْمٍ (كُفَّارُ الْكَبِيرِ)

• تقدير: یہ اللہ کا اس کی مخلوق میں راز اور بھیہ ہے، ہم اس کو واقع ہو جانے کے بعد ہی جان پاتے ہیں، اس کا تعلق توحید اسماء و صفات سے ہے اور خاص طور سے توحید ربوبیت سے، تقدیر پر ایمان رکھنے کے سلسلے میں لوگوں کی تین اقسام ہیں:

۱) جبریہ: تقدیر کو ثابت کرنے میں غلوکی حد تک چلے گئے یہاں تک کہ بندے سے اس کا اختیار اور قدرت ہی سلب کر لیا، اور کہا کہ: انسان کو کوئی قدرت و اختیار نہیں، بلکہ مجبور محض ہے۔

۲) قدریہ اور معززہ: بندوں کی قدرت و اختیار کو ثابت کرنے میں غلوکی حد تک چلے گئے اور یہاں تک کہہ دیا کہ بندے کے عمل میں اللہ تعالیٰ کی مشیت یا خلق کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے۔

۳) تیسرا گروپ اہل سنت والجماعت کا ہے: جنہوں نے دلائل کی روشنی میں اعتدال کا راستہ نکالا اور خیر ملت کا طریقہ اختیار کیا، لہذا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قضاؤ قدر پر ایمان رکھتے ہوئے بندے کے لیے بھی قدرت و مشیت کو ثابت کیا اور کہا کہ بندے کی مشیت اللہ کی مشیت اور اختیار کے تابع ہے۔

قضاؤ قدر پر ایمان رکھنے کے بڑے عظیم فوائد ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱- یہ توحید ربوبیت کو مکمل کرتا ہے۔

۲- یہ اللہ پر سچا اعتماد رکھنے کو واجب کرتا ہے۔

۳- یہ دل کو طبیان بخشا ہے، جب آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو چیز آپ کو پہنچی وہ ٹھیں نہیں سکتی تھی اور جو نہیں آنے والی تھی وہ کبھی آپ تک پہنچ نہیں سکتی، تو سود مند اسباب اختیار کر لینے کے بعد آپ تک جو پہنچی آپ پر مطمئن ہو جائیں گے۔

۴- قابل تعریف کوئی کام کر لینے کے بعد انسان کو غرور میں پڑ جانے سے روکتا ہے، کہ درحقیقت اللہ وہ ذات ہے جس نے اس پر یہ احسان کیا ہے۔

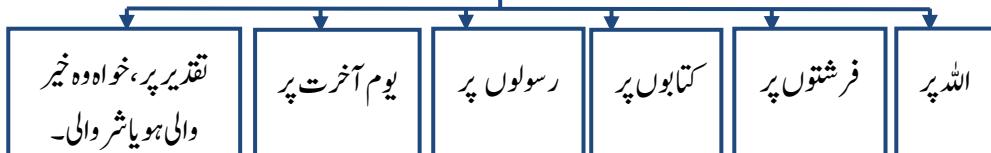
۵- جو مصیبیں اس کو پہنچیں ان پر غم کرنے سے بچاتا ہے کہ جب یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے تو یقیناً رحمت اور حکمت پر ہی مبنی ہوں گی۔

۶- انسان اسباب اختیار کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی حکمت پر ایمان رکھتا ہے اور تقدیر پر بھروسہ کرتے ہوئے محنت اور اختیار اسباب کو ترک نہیں کرتا ہے۔

پہلی دلیل:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ لِكُلِّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مِثْلُ أَحُدِّ ذَهَبًا أَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا يَقْبِلُهُ اللَّهُ مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلُّهُ... الْإِيمَانُ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكَتَبِهِ وَرَسُولِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ»، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عبد اللہ بن عمر کی جان ہے، اگر کسی کے پاس احمد پہاڑ کے بر ابر بھی سونا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت تک قبول نہ ہو گا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے، پھر انہوں نے اپنی اس بات پر بطور دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان پیش کیا کہ: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، قیامت کے دن اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لائے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

ایمان: زبان سے اقرار کرنا، دل میں اعتقاد رکھنا، اور اعضا و جوارح کے ذریعے اس پر عمل کرنا، اور ایمان اطاعت سے بڑھتا ہے اور معصیت سے گھٹتا ہے۔ اور اس کے چھ ارکان ہیں، ایمان لانا:



«أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ»: اللہ پر ایمان سے درج ذیل چیزیں لازم آتی ہیں:



- **وَمَلَائِكَتِهِ**: فرشتے: غیب کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے، وہ اللہ کی اطاعت و فرمان برداری میں ہمیشہ لگے رہتے ہیں اور کبھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ ذی روح ہیں **رُوحُ الْمُكَدَّسِ**، اور جسم والے ہیں **جَاعِلُ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولَئِكَ الْجِنَاحَةُ مَشْنَىٰ وَلِكَثَرٍ وَرَبِيعٌ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ**، ان کے پاس دل اور عقل ہیں **حَقَّ إِذَا فَزَعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ**، ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں، اور ہم ان فرشتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جن کا نام اللہ نے ہمیں بتایا ہے، (جیسے: جبریل، میکائیل، اسرافیل)، اور ان کی صفات پر بھی ایمان رکھتے ہیں، جیسے اللہ نے ہمیں انکے بارے میں بتایا ہے **لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمْرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمِنُونَ**، اور انہیں سپرد کردہ اعمال پر بھی ایمان رکھتے ہیں، جیسے عرش کو اٹھائے ہوئے فرشتے، اور جو بھی خبریں ان کے بارے میں آئی ہیں ہم ان پر اجمانی و تفصیلی طور پر ایمان رکھتے ہیں۔
- **وَكُتُبِهِ**: اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں اس کا حقیقی کلام ہیں مجازی نہیں، اور وہ اس کی جانب سے نازل کردہ ہیں وہ مخلوق نہیں ہیں، اور اللہ نے ہر رسول کے ساتھ ایک کتاب نازل فرمائی، ہم ان کتابوں پر اور اللہ تعالیٰ نے ان (کتابوں) کے جو نام بتائے ہیں اور ان میں جو خبریں وارد ہیں اور ان میں جو غیر منسون احکام مذکور ہیں ان سب پر اجمانی اور تفصیلی طور پر ایمان رکھتے ہیں۔، اور اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن نے پچھلی تمام کتابوں کو منسون کر دیا ہے، اور وہ کتابیں یہ ہیں: تورات، انجیل، زبور اور ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام کے صحیفے۔
- **وَرُسُلِهِ**: اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ تمام رسول انسان ہیں ان میں ربوبیت کی کوئی خصوصیت موجود نہیں، اور وہ سب کے سب بندے ہیں ان کی عبادت نہیں کی جاسکتی، اللہ نے انہیں رسول بنا کر بھیجا اور ان کی جانب وحی فرمائی اور آیات (نشانیوں) اور معجزوں کے ذریعے ان کی تائید کی، انہوں نے امانت کو پورے طور پر ادا کر دیا، امت کو نصیحت فرمادی اور دین پکنچا دیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر دیا۔
- **وَهُمْ أَنَّا**: ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان باتوں پر بھی اجمانی و تفصیلی ایمان لاتے ہیں جو اللہ نے ہمیں ان کے ناموں، صفتوں اور خبروں کے بارے میں بتایا، اور یہ کہ پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں، پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور آخری نبی رسول محمد ﷺ ہیں، اور یہ کہ پچھلی تمام شریعتیں شریعت محمد ﷺ سے منسون ہو چکیں ہیں۔ اور اولوا العزم رسول پانچ ہیں جن کا ذکر دوسروں شوریٰ اور احزاب میں کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں: (محمد ﷺ، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام)۔
- **وَالْيَوْمِ الْآخِرِ**: یہ ایمان ہر اس بات کو شامل ہے جس کے بارے میں نبی ﷺ نے خبر دیا ہے کہ وہ

(انسان کی) موت کے بعد رونما ہونے والی ہے، جیسے: قبر کی آزمائش (فتنہ)، صور میں پھونکا جانا، لوگوں کا اپنی قبروں سے اٹھنا، میزان، اعمال نامے، پل صراط، حوض، شفاعت، جنت، جہنم اور اہل ایمان کا اپنے رب کا قیامت کے دن اور جنت میں دیدار کرنا وغیرہ غیبی امور۔

• **وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ**: فعل (**تُؤْمِنَ**) کا اعادہ کیا کیونکہ تقدیر پر ایمان لانا بڑا ہم ہے، اور اس کے چار مراتب ہیں:

(عِلْمُ، کِتَابَةُ مَوْلَانَا، مَشِيَّةُهُ وَهُوَ إِيجَادُ وَتَكْوِينُهُ)
اور تخلیق یعنی ایجاد و تکوین

ہمارے مولیٰ کا علم، کتابت، مشیت

خلق:	مشیت:	کتابت:	علم:
<p>اس بات پر ایمان رکھنا کہ ہر ایک چیز کا خالق، مدبر اور اس پر قدرت و غلبہ رکھنے والا اللہ ہی ہے، حتیٰ کہ مخلوق کے افعال بھی ﴿وَاللَّهُ خَلَقَ كُلُّهُ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ (اور اللہ نے تم کو اور تم جو عمل کرتے ہو اس کو پیدا کیا)۔ یعنی بندوں کے افعال خود ان کے فعل کا نتیجہ ہیں لیکن وہ مخلوق من اللہ ہیں۔</p>	<p>اس بات پر ایمان رکھنا کہ جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو کچھ نہیں چاہا نہیں ہوا، اور بندے کو بھی ارادہ و اختیار ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کے ماتحت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا نَشَاءُ وَإِلَّا إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ وَمَا خَلَقُهُمْ﴾ (وہ آنے شاء اللہ) (اور تم نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے)۔</p>	<p>اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر چیز کو اجمالی اور تفصیلی طور پر پہلے سے جانتا ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ وَمَا خَلَقُهُمْ﴾ (وہ آنے شاء اللہ) (اور کوئی پوشیدہ چیز بھی ایسی نہیں جو روش اور کھلی کتاب میں نہ ہو)۔</p>	<p>اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر چیز کو اجمالی اور تفصیلی طور پر پہلے سے جانتا ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ وَمَا خَلَقُهُمْ﴾ (وہ آنے شاء اللہ) (اور کوئی پوشیدہ چیز بھی ایسی نہیں جو روش اور کھلی کتاب میں نہ ہو)۔</p>

دو سے چار تک دلائل:

[۲] عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: یا بُنیَّ، إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ الْإِيمَانَ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَمَا أَخْطَأْكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلْمُ، فَقَالَ لَهُ: أَكْتُبْ، فَقَالَ: رَبِّ! وَمَاذَا أَكْتُبْ؟ قَالَ: أَكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ»، یا بُنیَّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيَسْ مِنِّي»، ”بیٹا! تو اس وقت تک لذت ایمان سے لطف انزوں نہیں ہو سکتا، جب تک یہ یقین نہ کر لے کہ جو (تکلیف) تجھے پہنچنے والی ہے وہ تجھے سے کبھی ٹل نہیں سکتی اور جو نہیں پہنچنی وہ کبھی تک نہیں پہنچ سکتی۔ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا، اس نے کہا: اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت تک آنے والی چیزوں کی تقدیر لکھ دے۔ بیٹا! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اس عقیدے کے علاوہ کسی دوسرے عقیدے پر مرا، وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔ اور احمد کی ایک روایت میں ہے: «إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى الْقَلْمُ، فَقَالَ لَهُ: أَكْتُبْ، فَجَرَى فِي تِلْكَ السَّاعَةِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»، ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا، چنانچہ اس نے اسی وقت قیامت تک ہونے والی ہر بات لکھ دی۔“

[۳] ابن وہب کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ نے فرمایا: ”جو شخص اچھی بری تقدیر پر ایمان نہیں لایا، اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں جلائے گا۔“

[۴] ”مند“ اور ”سمن“ میں ابن دیلمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ: ”میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا: ”فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ...“، میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ خدشات ہیں، آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ میرے دل سے ان خدشات کو ختم کر دے۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم احمد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو تمہارا یہ عمل اس وقت تک قبول نہ ہو گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور یہ یقین رکھو کہ جو تکلیف تمہیں پہنچنے والی ہے، وہ تم سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو نہیں آنے والی وہ کبھی تم تک پہنچ نہیں سکتی۔ اگر تمہارا عقیدہ اس کے خلاف ہو اور تم اسی طرح مر گئے تو تم جہنمی ہو گئے۔ ابن دیلمی کہتے ہیں اس کے بعد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے پاس گیا (اور ان سے بھی اپنی قلبی الجھنوں کا ذکر کیا) تو انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ کی یہی

بِ مَوْلَاهِهِ، بِ صَحِحِهِ، أَكْمَلَهُ، بِهِ، صَحِحَّهُ، ...

- **«حَتَّىٰ تَعْلَمَ»:** اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں اسی معنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے: ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ تَبَرَّأُهَا إِنَّ ذِلِّكَ عَلَىٰ اللَّهِ يَسِيرٌ ﴾۲۲﴾ لیکن لا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بِمَا آتَيْتُکُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُحْتَالٍ فَخُورٍ ﴾۲۳﴾ (نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان ہے۔ تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اتر اجاہ، اور اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا ہے۔)
- **«يَا بُنْيَيَ»:** اس میں نصیحت کے وقت اولاد کے ساتھ لطف اور نرمی کرنے کا ثبوت ہے، اور بچوں کو احکام، دلائل کے ساتھ بتانا چاہیے: [۱] تاکہ بچوں میں دلائل کے اتباع کی عادت پڑے [۲] اور تاکہ بچوں کی تربیت محبت رسول ﷺ پر ہو۔
- **«فِي نَفْسِي شَيْءٌ»:** دیلی (راوی حدیث) کے دل میں تردد کی جو کیفیت پیدا ہوئی تھی، وہ ان بد عقیقوں کے ساتھ بیٹھنے کی خطرناکی کی دلیل ہے جو تقدیر میں شک کیا کرتے تھے، اور شہبہ کو شرعی دلائل سے دور کیا جائے گا تاکہ پوری طرح زائل ہو جائے، عقل سے نہیں کہ اس میں مزید اضافہ ہو جائے۔
- **«الْقَلْمُ»:** اس میں ضمہ اور فتحہ کے ساتھ دو روایتیں ہیں:
 - ۱- ضمہ کے ساتھ: معنی ہو گا کہ جن مخلوقات کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں جیسے آسمان و زمین ان کی نسبت میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا، تو یہ اولیت نبی ہے، ابن القیم عَزَّلَ عَنِ الْمُشَبَّهِ فرماتے ہیں:

وَالنَّاسُ مُخْتَلِفُونَ فِي الْقَلْمِ الَّذِي كُتِبَ الْقَضَاءُ بِهِ مِنَ الدَّيَانَ
هَلْ كَانَ قَبْلَ الْعَرْشِ أَوْ هُوَ بَعْدُهُ قَوْلَانِ عِنْدَ أَبِي الْعَلَا الْمَهْمَذَانِي
وَالْحَقُّ أَنَّ الْعَرْشَ قَبْلُ لِأَنَّهُ قَبْلَ الْكِتَابَةِ كَانَ ذَا أَزْكَانَ

قلم جس کے ذریعہ اللہ کی جانب سے فیصلے لکھے گئے اس کے سلسلے میں لوگوں میں اختلاف ہے کہ وہ عرش سے پہلے پیدا ہوا یا بعد میں، ابوالعلاء المدهنی سے دونوں طرح کے اقوال مردی ہیں، لیکن حق اور صحیح یہ ہے کہ عرش قلم سے پہلے وجود میں آیا، کیونکہ وہ کتابت سے پیشتر ہی رکنوں (پایوں) والا تھا۔

 - ۲- نصب کے ساتھ: معنی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کرتے ہی سب سے پہلے لکھنے کا حکم دیا۔

مسائل:

پہلا: تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔

دوسرہ: تقدیر پر ایمان لانے کی کیفیت کیا ہوئی چاہیے (کہ ہم تقدیر کے چاروں مراتب پر ایمان لائیں)۔

تیسرا: تقدیر پر ایمان نہ لانے والے شخص کے اعمال بر باد ہو جاتے ہیں (کیونکہ وہ کفر اکبر کا مر تکب کافر ہے)۔
چوتھا: جس شخص کا تقدیر پر ایمان نہ ہو، وہ لذت ایمان سے لطف اندو ز نہیں ہو سکتا۔

پانچواں: اس چیز کا ذکر جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا (اس میں کوئی شک نہیں کہ قلم کو عرش کے بعد پیدا کیا گیا، لیکن جن چیزوں کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں ان چیزوں کی نسبت قلم سب سے پہلے پیدا کیا گیا، اس بنیاد پر قلم آسمان و زمین سے پہلے پیدا کیا گیا، گویا اس کی اولیت نبی ہے)۔

چھٹا: اس چیز کا بیان کہ قلم نے اسی وقت قیامت تک پیش آنے والے تمام امور لکھ ڈالے (اس میں جمادات سے اللہ کے خطاب کرنے کا ثبوت ہے، اور یہ کہ وہ اللہ کے حکم کو سمجھتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب قلم کو حکم دیا تو اس نے سمجھا اور اللہ کے حکم کو بجا لایا۔

ساتواں: تقدیر پر ایمان نہ لانے والے سے نبی ﷺ کی بیز اری اور لا تعلقی کا بیان (وہ ایسے کفر کا مر تکب ہے جو ملت اسلام سے خارج کر دینے والا ہے)۔

آٹھواں: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سلف صالحین شبہات پیدا ہونے کی صورت میں اہل علم کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور ان کی بابت ان سے پوچھا کرتے تھے (اس میں ایک سے زائد عالم سے سوال کرنے کا جواز بھی ہے، لیکن یہ تثبیت اور مزید اطمینان کی خاطر ہونہ کر رخصت تلاش کرنے کے لیے)۔

نواں: اہل علم نے (تقدیر کے متعلق) ان تمام شبہات کا جواب دے کر ان کا ازالہ کر دیا ہے اور اپنے دلائل کو براہ راست رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے (اور اس کے ذریعہ مومن کے نزدیک مکمل طور پر شبہ زائل ہو جاتا ہے، اور اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ خصم کو قانع کرنے اور موافق کو مطمین کرنے کی غرض سے مزید عقلی یا حسی دلائل پیش کرے، اور ایک چوتھی دلیل فطری بھی ہے جسے حق کے اثبات کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے)۔

[۶۱] مصورین کے بارے میں وارد (شدید و عید)

- ۱- چونکہ تصویر بنانے میں بھی ایک طرح کی تخلیق و ایجاد ہوتی ہے، لہذا اس ناحیہ سے مصور اللہ کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
- ۲- روئے زمین پر قوم نوح میں پہنچنے والا پہلا شرک تصاویر اور بت تراشی کی وجہ سے ہی پروان چڑھاتا۔

ایک سے پانچ تک دلائل:

[۱] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَنْ أَظْلَمُ
مِنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقَيِ، فَلَيُخْلُقُوا ذَرَّةً، أَوْ لَيُخْلُقُوا حَبَّةً، أَوْ لَيُخْلُقُوا شَعِيرَةً»، ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اس شخص سے بڑا خالم کون ہو گا جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کی کوشش کرتا ہے، یہ لوگ ایک ذرہ، ایک دانہ یا ایک جوہی بنانے کر دھلائیں۔“ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۲] اور بخاری و مسلم ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «أَشَدُ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الَّذِينَ يُضَاهِئُونَ بِخَلْقِ اللَّهِ»، ”قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہو گا جو پیدا کرنے اور بنانے میں اللہ تعالیٰ کی مشاہدہ کرتے ہیں۔“

[۳] نیز صحیح بخاری و صحیح مسلم ہی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: «كُلُّ مُصَوَّرٍ فِي النَّارِ؛ يُنْجَعِلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسُهُ يُعَذَّبُ بِهَا فِي جَهَنَّمَ»، ”ہر مصور جہنم میں جائے گا، اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدے ایک جان بنائی جائے گی جس سے اس (تصویر) کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔“

[۴] صحیح بخاری و مسلم ہی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا؛ كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوْحَ، وَلَيْسَ بِنَافِعٍ»، ”جس شخص نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی اسے قیامت کے دن اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے، مگر وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔“

[۵] اور مسلم میں ابوالہیان حکیم کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ: (أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟) «أَنْ لَا تَدْعَ صُورَةً إِلَّا طَمَسْتَهَا، وَلَا قَبْرًا مُشْرَفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ»، ”میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے سمجھا تھا: ”وَهُیَ كَه کسی تصویر کو مٹائے اور کسی بلند قبر کو زمین کے برابر کیے بغیر نہ چھوڑنا۔“

- تصویر کی سزا: [۱] اسے سب سے سخت سزا دی جائے گی، یا وہ سب سے سخت سزا دیے جانے والوں میں سے ہو گا۔ [۲] وہ ملعون ہے۔ [۳] اللہ تعالیٰ اس کی ہر تصویر کے بد لے ایک ایک جان بنائے گا اور اس کے ذریعہ اس کو عذاب دے گا۔ [۴] وہ جہنم کی آگ میں ہو گا۔ [۵] اس کو مکلف کیا جائے گا کہ تصویر میں جان ڈالے جبکہ وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ [۶] اس باب میں اس سے برا خالم کوئی نہیں ہے یا وہ ظلم کی انتہا پر ہے۔
- «طَمَسْتَهَا»: اگر وہ رنگیں ہو تو اس پر دوسرا رنگ پھیر کر اس کی نشانیوں کو مٹا دیا جائے گا، اگر بت ہو تو اس کا سر الگ کر دیا جائے گا، اگر گڑھا ہو تو اس پر مٹی ڈال کر اس کو بھر دیا جائے گا تاکہ اس کی نشانی مٹ جائے، گویا مٹانے کی الگ الگ صورتیں ہو سکتی ہیں، اور حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ خواہ اس کی پوچا ہو رہی یا نہیں سب برابر ہیں۔
- «مُشْرِفًا»: بلند «سَوَّيْتَهُ» اس کے دو معانی ہیں:
 - [۱] احکام شریعت کے مطابق اس کو برابر کر دیا جائے گا۔ [۲] اس کے ارد گرد کی قبروں کے برابر کر دیا جائے گا۔
 - تصاویر رکھنے کی صورتیں:
- ۱- تعظیم کے لیے یعنی تصویر میں موجود شخص کی تعظیم کی خاطر: یہ بلاشبہ حرام ہے، کیونکہ صاحب اقتدار کی تصویروں کو جمع کر کے ان کی تعظیم کرنا توحید ربوہت میں خلل ہے، جبکہ پوجے جانے والے کی تصویروں کو جمع کر کے ان کی تعظیم کرنا توحید الوبیت میں خلل ہے۔
- ۲- لذت اور مزہ لینے کے لیے اس کی طرف دیکھ دیکھ کر: اس میں فتنہ کا ڈر ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔
- ۳- محبت اور پیار کی یاد گار کے لیے: جیسے وہ لوگ جو بچوں کی تصاویر بناتے ہیں، یہ حرام ہے۔
- ۴- ضروریات کے لیے: جیسے نقد اور کارڈ وغیرہ پر موجود تصاویر، اس میں کوئی گناہ نہیں، کیونکہ اس سے مفرمکن نہیں ہے۔
- ۵- کسی چیز میں خمنی طور پر آنے والی تصاویر: جیسے صحاف اور جرائد میں موجود تصاویر، ان میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر ان کو بنا مشقت اور حرج کے مٹانا ممکن ہو تو افضل یہ ہے کہ انہیں مٹا دیا جائے۔
- ۶- اہانت کے لیے: جیسے وہ تصاویر جو ڈسٹ بین میں ہوں، یا کچھ انے یار و ندے کی جگہ میں ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن وہ لباس جس میں تصاویر ہوں اس کا حکم اس سے مختلف ہے۔

مسائل:

پہلا: تصاویر بنانے والوں کے لیے سخت و عید آئی ہے۔

دوسرہ: تصویر بنانے کی علت اور وجہ یہ ہے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی جانب میں بہت بڑی بے ادبی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «وَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخْلُقِي»، ”اس شخص سے بڑا خالم کون ہو گا جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کی کوشش کرتا ہے۔“ (وہ ایسے ہی اللہ کی شان میں بے ادبی کام رکلب ہوتا ہے جیسے کوئی اس کی شریعت میں اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے، لہذا اس سے بڑا خالم کوئی نہیں ہے۔)

تیسرا: اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مخلوق کی عاجزی اور کمزوری کا بیان ہے: «فَلَيَخْلُقْ وَأَذْرَأْ وَشَعِيرَةً»، ”کہ یہ لوگ ایک ذرہ، یا ایک دانہ یا ایک جوہی بنانکر دکھائیں“ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بڑی بڑی چیزیں پیدا کی ہیں جبکہ یہ لوگ ایک ذرہ یا ایک جو پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔)

چوتھا: اس بات کی صراحت کہ تصویر بنانے والوں کو سب سے زیادہ اور سخت عذاب ہو گا۔

پانچواں: اللہ تعالیٰ اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بد لے ایک جان پیدا کرے گا جس کے ذریعے تصویر بنانے والوں کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔

چھٹا: مصور کو اس کی بنائی تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف بنایا جائے گا (یہ سب سے سخت سزاوں میں سے ایک ہو گی)۔

ساتواں: اس میں یہ بھی بیان ہے کہ تصویر جہاں بھی ہوا سے مٹا دینے کا حکم ہے (اس میں دو فتنے جمع ہیں تماشیل - صنم و بت - کے فتنے اور قبر کے فتنے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک شرک تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، اور قیامت کے دن کے عذاب کا ثبوت ہے، نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ الجزا من جن العمل ہوتا (جیسے کوئی سما ملتا) ہے، اور یہ کہ آخرت میں سزادینے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسے ایسے کام کرنے کا مکلف کر دیا جائے گا جس کو کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا ہے)۔

[۶۲] [بکثرت قسم کھانے کی مذمت (اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی خاطر اس پر وعید ہے)]

پہلی دلیل:

[۱] ارشاد الہی ہے: ﴿وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ﴾ (اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔)

قسم کی حفاظت کے مراتب:

غیر اللہ کی قسم نہ کھانا۔	آخر میں اس کی حفاظت کرنا: قسم توڑنے کے بعد اس کا کفارہ ادا کرنا۔	وسط میں اس کی حفاظت کرنا: قسم کو نہ توڑ کر، سوائے اس کے جس کا استثنایا ہو۔	آغاز ہی میں اس کی حفاظت کرنا: زیادہ قسم نہ کھا کر۔
------------------------------	--	--	--

دوسرے لے کر چھ تک دلائل:

[۲] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سن: «الْحَلِفُ مَنْفَقَةُ لِلْسَّلْعَةِ، مَحْقَقَةُ لِلْكَسْبِ»، قسم سامان کے لیے مفید (یعنی سامان کو فروغ دینے کا سبب) تو ہے، مگر اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۳] اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ، وَلَا يُزَكِّيْهُمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: أَشَنِيْمَطْ زَانِ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ، وَرَجُلٌ جَعَلَ اللَّهَ بِضَاعَتَهُ؛ لَا يَشْتَرِي إِلَّا بِيَمِينِهِ، وَلَا يَبِعُ إِلَّا بِيَمِينِهِ»، ”تین قسم کے لوگ ایسے ہیں (قیامت کے دن) جن سے اللہ تعالیٰ نہ توبات کرے گا اور نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا: بیوڑا حاذانی، مکبیر فقیر اور وہ جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا سامان تجارت بنا رکھا ہے کہ قسم ہی سے خریدتا ہے اور قسم ہی سے بچتا ہے۔“ اس کو طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

[۴] اور صحیح (مسلم) میں حضرت عمر بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرٌ أُمَّيَّتِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوْهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوْهُمْ - قَالَ عِمْرَانُ: فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِي مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةِ! -، ثُمَّ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشَهِدُونَ، وَيَحْوِنُونَ وَلَا يُؤْتَكُنُونَ، وَيَنْدُرُونَ وَلَا يُوْفُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السَّمَّنُ»۔

”میری امت کا سب سے بہتر زمانہ، میرا زمانہ ہے، پھر وہ جو اس کے بعد ہو گا، حضرت عمر ان رَبِّنَ عَنْهُ کہتے ہیں: مجھے یاد نہیں پڑتا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا تھا یا تین کا؟ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: پھر تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بغیر مانگے گواہی دیں گے، خائن ہوں گے، امانت دار نہیں ہوں گے، نذر مانیں گے تو پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹا پا ظاہر ہو گا۔“

[۵] اور صحیح مسلم ہی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رَبِّنَ عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: **”خَيْرُ النَّاسِ قَرْفَنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلْوُهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلْوُهُمْ، ثُمَّ يَجِيِّعُهُمْ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةً أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ، وَيَمِينَهُ شَهَادَتَهُ“**، ”سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ جوان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جوان کے بعد آئیں گے، اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی قسم سے پہلے اور قسم گواہی سے پہلے ہو گی۔“

[۶] حضرت ابراہیم نجحی عَلَیْہِ السَّلَامُ فرماتے ہیں: ”بچپن میں ہمیں ہمارے بزرگ گواہی دینے اور عہد پر قائم رہنے کے لیے مارا کرتے تھے۔“

- **”مَنْفَقَةٌ“**: یعنی سامان کو فروغ دینے کا سبب ہے۔ **”مَحْقَةٌ“**: یعنی کمائی یوں ہی تلف ہو جاتی ہے (اور اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے)۔
 - **”وَلَا يُزَكِّيْهِمْ“**: قیامت کے دن نہ تو ان کی توثیق کرے گا، نہ تعدل کرے گا اور نہ ان کے ایمان کی گواہی دے گا۔
 - **”أُشْنِيْطُ“**: جس کی درازی عمر کی وجہ سے سیاہ بال سفید میں تبدیل ہونے لگے ہوں، اور شہوت کا زور ٹھنڈا پڑ چکا ہو، **”عَائِلُ“**: فقیر و محتاج، **”مُسْتَكْبِرٌ“**: گھمنڈ اور غرور، حق سے اور مخلوقات پر۔
 - **”لَا يَشْتَرِي إِلَّا يَمِينَهُ“**: اس کا یوں کثرت سے قسم کھانا اس کے نزدیک قسم کی اہانت اور اس کے بلکے ہونے کی دلیل ہو گی۔
 - **”وَلَا يُسْتَشْهِدُونَ“**: یا تو گواہی دینے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں یا پھر جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔
 - **”تَسْبِقُ شَهَادَةً أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ“**: [۱] لوگوں کے ان پر کم بھروسہ کرنے کی وجہ سے وہ قسم کھا کر گواہی دیں گے۔
- [۲] یا پھر یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ یہ لوگ قسم کھانے اور گواہی دینے کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔

مسائل:

پہلا: قسموں کی حفاظت کی بڑی تاکید ہے۔

دوسرہ: یہ خبر کہ قسم سامان فروخت کرنے کا ذریعہ تو ہے، مگر اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

تیسرا: جو شخص مال خریدنے اور بیچنے کے وقت خواہ قسمیں اٹھائے، اس کے لیے شدید وعید ہے۔

چوتھا: اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ اگرچہ اسباب گناہ چھوٹے ہی ہوں، مگر میلان کے سبب صیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتے ہیں۔

پانچواں: اس میں ان لوگوں کی مذمت بیان کی گئی ہے جو طلب کیے بغیر قسمیں اٹھاتے ہیں (جب حاجت و ضرورت ہو یا مصلحت کا تقاضا ہو تو قسم اٹھانے میں کوئی حرج نہیں)۔

چھٹا: نبی اکرم ﷺ نے قرون ثلاثة، یا قرون اربعہ کی تعریف کی اور اس کے بعد جو ہو گا اس کی پیشین گوئی فرمائی۔

ساتواں: اس میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو گواہی طلب کیے بغیر گواہی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں (اور نیانت کرتے ہیں اور امانت دار نہیں ہوتے اور نذر مانتے ہیں تو اس کو پورا نہیں کرتے، اور جو لوگ موٹا بڑھانے والی چیزیں استعمال کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور ایمان و علم سے دور ہو کر دل کے موٹا ہو جانے سے غافل ہو جاتے ہیں)۔

• آٹھواں: اسلاف اپنے چھوٹے بچوں کو گواہی اور عہد پر قائم رہنے کے لیے مارا کرتے تھے (عہد پورا کرنے اور گواہی دینے کی عظمت بتلانے کی خاطر جوان کی تربیت اولاد کا دھیان رکھنے کی دلیل ہے، چھوٹے بچے کو مارنے کے جواز کی چند شرطیں ہیں:

۱. کہ وہ بچہ تادیب کے قابل ہو، جو چھوٹا بچہ مارنے کا مطلب و مقصد نہ سمجھتا ہو اسے نہیں مارا جائے گا۔

۲. یہ تادیب ان کی جانب سے ہو جو اس کی ولایت کا حقدار ہو۔

۳. مارنے کی مقدار، کیفیت، نوع یا جگہ میں زیادتی سے کام نہ لے۔

۴. بچے کی جانب سے ایسی چیز کا صدور ہو جس کی بنی پر وہ مار کا مستحق ہو۔

۵. اس مار کا مقصد تادیب ہونہ کہ خود کا انتقام لینا، ورنہ وہ اپنی اناکیت کی خاطر انتقام لینے والا سمجھا جائے گا۔

[۲۳] اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کا ذمہ اور ضمانت دینے کا باب (اخلاص اور متابعت)

اللہ تعالیٰ کے نام پر دیے گئے عہد کی وفانہ کرنا اس کی شان میں کوتاہی اور توحید میں خلل ہے، لہذا لوگوں سے معاملات کرتے وقت بھی اللہ کی تعظیم و احباب ہے گرچہ وہ کفار ہی کیوں نہ ہوں، گرچہ حالات جہاد کے وقت جیسے سنگین کیوں نہ ہوں، اللہ کی شریعت کی تفہیم اور اللہ اور اس کے نبی کی ضمانت کی تعظیم کی جائے گی۔

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا نَنْقُضُوا الْأَيْمَنَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا﴾ الآیة۔ (اور جب تم اللہ تعالیٰ سے عہد کرو تو اس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو)۔

[۲] اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی بڑی فوج یا کسی دستے پر امیر مقرر فرماتے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنے ہم سفر مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی وصیت کرتے اور فرماتے: «اَغْزُوَا بِاسْمِ اللَّهِ، قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ، اَغْزُوَا وَلَا تَغْلُوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تُمْتَلِّوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيَدًا، وَإِذَا لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثَ خِصَالٍ - أَوْ: خِلَالٍ - فَإِنْهُنَّ أَجَابُوكَ فَاقْبِلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبِلْ مِنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحْوُلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَخْرِهِمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَبُوا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا؛ فَأَخْرِهِمْ أَهْمَهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابَ الْمُسْلِمِينَ، يَخْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللہ تعالیٰ، وَلَا يَكُونُ هُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ؛ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ هُمْ أَبُوا فَاسْأَهُمُ الْجِزِيرَةَ، فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبِلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَبُوا فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرْادُوكَ أَنْ تَجْعَلَهُمْ ذَمَّةَ اللَّهِ وَذَمَّةَ نَبِيِّهِ؛ فَلَا تَجْعَلْهُمْ ذَمَّةَ اللَّهِ وَذَمَّةَ نَبِيِّهِ، وَلَكِنْ اجْعَلْهُمْ ذَمَّةَكَ وَذَمَّةَ أَصْحَابِكَ، فَإِنَّكُمْ إِنْ تُخْفِرُوا ذَمَّكُمْ وَذَمَّةَ أَصْحَابِكُمْ؛ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذَمَّةَ اللَّهِ وَذَمَّةَ نَبِيِّهِ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرْادُوكَ أَنْ تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ؛ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ، وَلَكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ؛ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيبُ حُكْمَ اللَّهِ فِيهِمْ أَمْ لَا»،

”اللَّهُ تَعَالَى كَيْ رَاهِ مِنْ اسْ كَانَمْ لَے كَرْ لِرَائِي كَرْنَا، اورْ هِرَاسْ شَخْصْ سَے لِرَنَا جَوَ اللَّهُ تَعَالَى كَيْ سَاتِهِ كَفْرْ كَارْ تَكَابْ كَرْ تَاهِي، لِرَائِي كَرْنَا اورْ خِيَانَتْ نَهِيَ كَرْنَا، بَدْ عَهْدِي نَهِيَ كَرْنَا، مَثَلَهِ نَهِيَ كَرْنَا (يُعْنِي كَسِيْ مَقْتُولْ كَيْ اعْصَاءِهِ كَاثِنْ) اورْ نَهِيَ بَچُونْ كَوْ قَتْلُ كَرْنَا، جَبْ مَشْرِكْ دَشْمَنْ سَے تَهَارَ اسَمَانْهَا بَوْ تَوْ اَنْهِيَنْ تَيْنَ بَاتُونْ كَيْ پِيشْ كِشْ كَرْنَا، اَگْرَهِ اَنْ مِنْ سَے كَوْيَيْ اِيْكَ بَاتْ بَهْيِي مَانْ لِيَسْ تَوْ مَظْنُورْ كَرْلِيَنَا اَوْ جَنْگَ سَے رَكْ جَانَا: سَبْ سَے پِيلَهِ اَنْهِيَنْ اِسْلَامْ كَيْ دَعْوَتْ دِيَنَا، اَوْ دَعْوَتْ دِيَنَا، اَوْ اَنْهِيَنْ بَيْلَانَا كَهْ اَگْرَهِ بَهْجَرَتْ كَرِيَنْ گَيْ تَوْ اَنْهِيَنْ وَهِ سَبْ حَقْقَ حَاصِلْ بَوْ گَيْ جَوْ مَهَاجِرِيَنْ كَوْ حَاصِلْ بَيْنْ اَوْ جَوْ بَارْ مَهَاجِرِيَنْ كَوْ بَرْ دَاشْتْ كَرْنَا پِرْ تَاهِيَهْ ہَيْ بَيْنَهِيَنْ بَهْيِي بَرْ دَاشْتْ كَرْنَا ہَوْ گَا، اَوْ اَگْرَهِ بَهْجَرَتْ كَرْنَا سَے اَنْكَارْ كَرِيَنْ تَوْ پَهْرِيَهْ لَوْگَ اَنْ بَدْوِي مُسْلِمَانُونْ كَيْ طَرَحْ بَوْ گَيْ جَنْ پَرَ اللَّهُ كَا حُكْمَ جَارِيَهْ ہَيْ، اَنْهِيَنْ مَالْ غَيْمَتْ يَامَلْ فَسَے كَوْيَيْ حَصَهْ نَهِيَنْ مَلِيَهْ گَا، اَلَا يَهِيَهْ كَهْ مُسْلِمَانُونْ كَيْ سَاتِهِ جَهَادِ مَيْشِرِيَكْ بَوْ گَيْ۔ اَوْ اَگْرَهِ اِسْلَامْ قَبْوِلْ كَرْنَا سَے اَنْكَارْ كَرْ دِيَنْ تَوْ پَهْرِانْ سَے جَزِيَهْ طَلَبْ كَرْنَا، اَگْرَهِ جَزِيَهْ دَيَنْ سَے پِرَ رَاضِيَهْ ہَوْ جَائِيَنْ تَوْ قَبْوِلْ كَرْلِيَنَا اَوْ جَنْگَ سَے رَكْ جَانَا۔ اَوْ اَگْرَهِ جَزِيَهْ دَيَنْ سَے بَهْيِي اَنْكَارْ كَرِيَنْ تَوَالِلَهُ تَعَالَى سَے مَدْمَانِگَ كَرْنَا سَے لِرَائِي كَرْنَا، اَوْ جَبْ قَلْعَهْ بَنَدْ دَشْمَنْ كَا مَحَاصِرَهْ كَرْوَ اَوْ دَشْمَنْ چَاهِيَنْ كَمْ اَنْهِيَنْ اللَّهُ تَعَالَى اَوْ اَسْ كَرْسُولْ كَيْ اَمَانْ، تَحْفَظْ اَوْ حَمَانَتْ دَوْ تَوْ اِيَّا ہَرْ گَزَنْهِ كَرْنَا، بَلَكَهْ اِيَّيِي اَوْ اَپِنَے سَاتِھِيُونْ كَيْ طَرَفْ سَے اَمَانْ اَوْ تَحْفَظْ دِيَنَا، اَسْ لَيَيْ كَهْ اَگْرَهِ تَمْ اَپِنَا يَا اَپِنَے سَاتِھِيُونْ كَا ذَمَهْ (ضَمَانَتْ) تَوْ زُوْ دَوْ تَوْيِيَهْ اللَّهُ تَعَالَى اَوْ اَسْ كَرْسُولْ كَيْ ذَمَهْ كَوْ تَوْزُنَے سَے كَمْ تَرْ ہَوْ گَا، اَوْ جَبْ قَلْعَهْ مَيْ بَنَدْ كَسِيْ دَشْمَنْ كَا مَحَاصِرَهْ كَرْوَ اَوْ دَشْمَنْ چَاهِيَهْ كَهْ تَمْ اَسَهِ اللَّهُ كَيْ حُكْمَ وَفِيْهِ پَرَ اِتَارَهِ يُعْنِي اَنْ سَے صَلَحْ كَرْلُو تَوْ اِيَّا بَهْيِي نَهِيَ كَرْنَا، تَمَهِيَنْ كَيَا عَلَمْ كَهْ تَمْ اَنْ كَے بَارَے مَيْنَ اللَّهُ كَيْ فَيْلَهِ كَوْ پَا سَكُونَ گَيْ يَا اَنْهِيَنْ؟“۔ اَسْ مُسْلِمْ نَهِيَ رَوَايَتْ كَيَا ہَيْ۔

- «جَيْشٍ»: چار سو سے زائد کے لشکر کو جیش کہتے ہیں۔
- «أَوْ سَرِيَّةٍ»: جس میں چار سو سے کم لشکر ہوں اس کو سریّہ کہتے ہیں۔
- «أَغْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ»: [1] اللَّهُ سے مَدْمَانَتْ ہوئے، [2] اللَّهُ کَانَمْ لَے كَرْ غَزوَهُ شَرْوَعْ كَرْوَ۔
- «فِي سَبِيلِ اللَّهِ» (اللَّهُ کے راستے میں): اس میں نیت اور عمل دونوں شامل ہیں۔
- «مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ»: عَبَدَتْ، قَوْمَيَتْ یا وَطَنِيَتْ کی خاطر نہ لڑو، بلکہ اُنْہی کی مصلحت یعنی اَنْهِيَنْ جَهَنَّمْ سے بچانے کی خاطر اَنْ سَے لِرَائِي كَرْوَ، اَوْ كَفَرْ كَارْ وَمَدَارْ دَوْ جَيْزِوْنْ پَرَ ہے: اَنْكَارْ اَوْ بَهْتْ زَيَادَهْ كَبْرُ وَغَرُورُ کَا مَظَاهِرْ كَرْنَا۔
- «وَلَا تَغْلُوا» (خِيَانَتْ نَهِيَ): مَالْ غَيْمَتْ مَيْنَ سَے كَوْيَيْ چِرْجِيْپَارْ اَپِنَے لَيْ خَاصْ كَرْ لَے۔

- «وَلَا تَغْدِرُوا»: عہد کر لینے کے بعد ہم خیانت نہ کریں، لیکن بنا عہد کیے دھوکا دینا جائز ہے کیونکہ جنگ نام ہی دھوکے کا ہے۔
- «وَلَا تُمْتَلِّو»: کسی کا مثالہ کرنا یعنی بلا ضرورت کسی کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے بد صورت بنا دینا، کیونکہ یہ نامناسب انتقام ہے، البتہ تصاصا مثالہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- «وَلِيَدًا»: بچوں، عورتوں، بورڑوں، عبادت گزاروں اور بیماروں کو قتل نہیں کیا جائے گا، الایہ کہ وہ لڑنے میں شامل ہوں یا لوگوں کو لڑنے پر ابھار رہے ہوں، یا لڑائی میں مشورہ دے رہے ہوں۔
- «عَدُوَكَ»: یہ ان سے لڑنے پر ابھارنا ہے، کیونکہ جو دشمن ہوتا ہے وہ ظلم و تعدی اور تدليس و تحیر سے کبھی باز نہیں آتا۔
- «الْغَنِيمَةُ»: کفار کے وہ اموال جو لڑائی یا جو اس کے قائم مقام ہو ان سے حاصل ہوں۔
- «وَالْفَيْعُ»: جو بیت المال کے لیے صرف کیا جائے، جیسے مال غنیمت کے چھمٹ کا پانچواں حصہ اور جزیہ و خراج وغیرہ۔
- «إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا»: جب وہ اسلام قبول کر لیں اور جہاد کریں تو انہیں بھی عام مسلمانوں کی طرح مال غنیمت اور فی میں سے حصہ ملے گا۔
- «الْجِزِيَّةُ»: غیر مسلموں کی جانب سے ادا کیا جانے والا وہ مال جسے مسلمانوں کے درمیان بود و باش اختیار کرنے اور حمایت و صیانت پانے کی وجہ سے ادا کرتے ہیں۔ اور اس میں یہود و نصاری اور مجوس کے علاوہ دوسرے لوگوں سے بھی جزیہ لینے کا جواز ہے۔

معاہدین کے ساتھ ہمارا سلوک:

ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو اور ہمیں ان کی جانب سے خیانت کا اندیشہ ہو تو ہم عہد لوٹا دیں گے اور انہیں خبر کر دیں گے کہ اب ہمارے درمیان کوئی عہد باقی نہ رہا: ﴿وَإِمَّا تَخَافَّتْ مِنْ قَوْمٍ خَيَانَةً فَأَنْذِلْ إِلَيْهِمْ﴾ (اور اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے۔)

جب وہ لوگ عہد توڑ دیں تو معاہدہ ختم ہو جائے گا اور ان سے لڑنا جائز ہو گا: ﴿وَإِنْ تَكُثُرَا أَيْمَنَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ﴾ (اگر یہ لوگ عہد دیا ہم (اور بیان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں)۔

جب تک وہ وفا کرتے رہیں وفا کرنا واجب ہے: ﴿فَمَا أَسْتَقْتَمْوًا لَكُمْ فَأَسْتَقْيمُوا لَهُمْ﴾ (جب تک وہ لوگ تم سے معاہدہ نہ جائیں تم بھی ان سے وفاداری کرو)۔

الْتَّقْوَىٰ يَمْوَلُ الْتَّقْوِيَّاتِ

میدان جنگ میں کفار کا مسلمانوں کے ساتھ سلوک	میدان جنگ میں مسلمانوں کا کفار کے ساتھ سلوک
بچوں، عورتوں، عباد گزاروں اور بیماروں کو قتل کرتے ہیں	بچوں، عورتوں، عباد گزاروں اور بیماروں کو قتل کرنا حرام ہے
ان کا لڑنادنیا کی خاطر ہوتا ہے	ان سے لڑنا نبی کی مصلحت کیلئے ہوتا ہے (انہیں جہنم سے بچانا)
اکثر و پیشہ عہد توڑ دیتے ہیں	ان سے کیے گئے عہد و پیمان کو نجاتے ہیں
جب مسلمانوں کی جانب سے ایسا کچھ ہوتا ہے آگاہ نہیں کرتے	جب کفار عہد توڑے تو لڑنے سے پہلے ان کو آگاہ کر دیتے ہیں کہ ہمارا عہد و پیمان ختم ہو چکا
دھوکا دیتے ہیں	دھوکا نہیں دیتے
اکے مقتول کے ساتھ مثلہ نہ بھی ہوا ہو پھر بھی کرتے ہیں	مقتول کے ساتھ مثلہ نہیں کرتے الیہ کہ اکے ساتھ ایسا ہوا ہو
اکے نزدیک ایسی کوئی چیز بنیادی طور پر ہوتی ہی نہیں ہے	اسلام، جزیہ یا لڑائی میں اختیار دیے بغیر لڑائی نہیں کرتے
اکے دھیلے ظلم پر مبنی ہوتے ہیں	فیصلہ کرنے میں انصاف کرتے ہیں ظلم نہیں کرتے
نبی ﷺ کی بعثت سے لیکر وفات تک تمام غزوات میں مقتولین کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہے	نبی ﷺ کی بعثت سے لیکر وفات تک تمام غزوات میں مقتولین کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہے
ان میں کوئی بچہ، عورت یا بوڑھے کو قتل نہیں کیا گیا	ان میں کوئی بچہ، عورت یا بوڑھے کو قتل نہیں کیا گیا
نبی ﷺ نے اپنے ہاتھوں صرف ایک آدمی کو قتل کیا	نبی ﷺ نے اپنے ہاتھوں صرف ایک آدمی کو قتل کیا

مسائل:

پہلا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے ذمہ اور ضمانت میں فرق ہے۔
 دوسرا: اس میں یہ ہدایت ہے کہ جب دو خطرناک صور تیں درپیش ہوں تو ان میں سے جو آسان ہو اسے اختیار کر لینا چاہیے۔
 تیسرا: نبی ﷺ کا ارشاد: **أَغْرِزُوا بِاسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** ”اللہ کی راہ میں اس کے نام سے جہاد کرو“ (لڑائی کے وقت
 اخلاص، شریعت کے مطابق اور اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے لڑنا واجب ہے)۔
 چوتھا: نبی ﷺ کا ارشاد: **أَقَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ** ”جو کفر باللہ کا مر تکب ہو اس سے لڑو“، (ان سے لڑنے کی علت کفر
 ہے)۔

پانچواں: نبی ﷺ کا ارشاد: «إِسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ» "اللہ سے مدد طلب کرو اور کفار سے قتال کرو"، (انسانِ محض اپنی طاقت و قدرت پر بھروسہ: کر)۔

چھٹا: اللہ تعالیٰ اور اہل علم کے حکم و فیصلہ میں فرق ہے۔

ساتوں: اس سے ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت صحابی بھی کوئی حکم یا فیصلہ کرے تو وہ بھی نہیں جانتا کہ اس کا یہ حکم اور فیصلہ ^{اللہ} کے حکم کے مالک ہے اور ^{اللہ} صرف صراحت کرتے ہیں۔ ^{اللہ} کے بھی بنی اسرائیل کے

[۲۲] اللہ تعالیٰ پر قسم کھانا

جس نے اللہ پر قسم کھائی اس نے اللہ کے ساتھ بے ادبی کی، اللہ کے فضل کو روکا اور اللہ کے ساتھ سوئے خن رکھا، اور یہ سب کمال توحید کے منافی ہے، اور بسا وقت ایسا کرنا اصل توحید کے بھی منافی ہے، کیونکہ جو ذات عظیم ہے اس پر قسم کھانا اس کی شان میں گستاخی کرنا ہے۔

اللہ ﷺ پر قسم کھانے کی تسمیہ:

حرام ہے اور قریب ہے کہ اس کا عمل برباد ہو جائے: جب ایسا کرنے پر اسے خود بینی اور غرور ابھارے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے سوئے ٹلن رکھتے ہوئے اس کے فضل کو روکنے کی کوشش کرے۔

جاائز ہے: اپنے رب پر مضبوط امید اور حسن ٹلن رکھتے ہوئے قسم کھائے، بشرطیکہ اس کے پاس عمل صالح موجود ہو، یعنی حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے۔

جاائز ہے: جس کے بارے میں اللہ اور اسکے رسول نے خبر دیا ہے خواہ وہ نفی میں ہو یا اثبات میں اس پر اللہ کی قسم کھانا، یہ اس کے یقین کی دلیل ہے، (اللہ کی قسم، قیمت کے دن اللہ تعالیٰ خلوق کے حق میں اپنے نبی کی سفارش ضرور بالضرور قبول کرے گا)۔

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] حضرت جندب بن عبد اللہ بھلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «قَالَ رَجُلٌ: وَاللَّهِ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لِفُلَادِنِ، فَقَالَ اللَّهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَادِنِ؟ إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ»، ”ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کی مغفرت نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ کون ہوتا ہے جو مجھ پر قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں کی مغفرت نہیں کروں گا، میں نے اس کی مغفرت کر دی اور تیرے (یعنی قسم اٹھانے والے کے) اعمال صالح کر دیئے۔“ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۲] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: ”ایسا کہنے والا ایک عابد وزاہد شخص تھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ»، کہ اس نے صرف ایک ایسی بات کر دی جس نے اس کی دنیا و آخرت تباہ کر کے رکھ دی۔“

الْتَّقْنِيْمُوْالْتَقْعِيْلُ قُوْلُ الْمُفَيْدِ

- **«لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لِفُلَانٍ»**: ایسا کہنا: اللہ کی رحمت سے نا امیدی، اللہ کے بندوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے اور عجیب و غرور کی نشانی ہے۔
- **«يَتَأَلَّ عَلَيْ»**: مجھ پر قسم کھائے، میرے فضل و رحمت کو روکے کہ میرے جن بندوں نے گناہ کیا ہے میں ان کو معاف نہیں کروں گا۔

مسائل:

پہلا: اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھانے سے تحدیرو تحویف۔

دوسرا: دوزخ انسان کے جوتے کے تئے سے بھی زیادہ قریب ہے۔

تیسرا: جنت بھی انسان کے ایسے ہی قریب ہے۔

چوتھا: اس حدیث میں نبی ﷺ کے درج ذیل فرمان کی تصدیق و تائید موجود ہے: «إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ ... إِلَى آخِرِهِ، كَمْ بِسَاوَقَاتِ اِنْسَانٍ كَوَّيْ اِيْسَا كَلْمَهَ كَهَهْ جَاتَاهُ بِهِ جَسَ كَبَاعِثَ وَهِ سُتْرَ سَالَ كَمْ مَسَافَتَ كَمْ بِرَابِرِ جَهَنَّمَ كَمْ كَهَانَيْ مِنْ گَرْ جَاتَاهُ»۔

پانچواں: بعض اوقات انسان کی کسی ایسے سب سے بخشش ہو جاتی ہے، جو اس کے یہاں انتہائی ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

۶۵] اللہ تعالیٰ کو سفارشی کے طور پر مخلوق کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکتا
(اللہ تعالیٰ کے کمال عظمت کی وجہ سے)

مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ کو بطور سفارشی پیش کرنا اس کی شان میں گستاخی ہے، کیونکہ ایسا کر کے اس نے اللہ کی حیثیت مشفوع الیہ (جس انسان کے سامنے سفارش کر رہا ہے) اس سے بھی کم کر دی۔

پہلی دلیل:

[۱] حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ نہ کت الانفس، وَجَاعَ الْعِيَالُ، وَهَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، فَاسْتَسْقِ لَنَا رَبَّكَ، فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بالله عَلَيْكَ، وَبِكَ عَلَى الله، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: «سُبْحَانَ اللهِ!، سُبْحَانَ اللهِ!، فَإِنَّا زَالَ يُسَبِّحُ حَتَّى عُرِفَ ذَلِكَ فِي وُجُوهِ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَيَحْكَ أَتَدْرِي مَا اللهُ؟ إِنَّ شَأْنَ اللهَ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ، إِنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللهِ عَلَى أَحَدٍ...»، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ، «اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم جانیں کمزور ہو گئیں، بچے بھوکے مر گئے اور مال بر باد ہو گیا، آپ ہمارے لیے اپنے رب سے بارش کی دعا فرمادیں، ہم اللہ عز و جل کو آپ کے پاس اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کی بات سن کر) بار بار ”سبحان اللہ (اللہ کی ذات پاک ہے)“، ”سبحان اللہ (اللہ کی ذات پاک ہے)“، پڑھتے رہے، یہاں تک کہ اس کا اثر صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے چہروں پر ظاہر ہوا، پھر آپ نے فرمایا: تجھ پر افسوس! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے؟ (یعنی اس کا مقام و مرتبہ ہے؟) اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند ہے، ہر گز اسے کسی کے سامنے سفارشی کے طور پیش نہیں کیا جا سکتا...“ اور پھر پوری حدیث بیان کی۔ اس حدیث کو امام ابو داود نے روایت کیا ہے۔

- ”نہ کت“: کمزور ہو گئے۔ ”وَهَلَكَتِ الْأَمْوَالُ“: بارش اور ہر یا لی کی کمیابی کی وجہ سے مال بر باد ہو گیا۔
- ”فَاسْتَسْقِ“: آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کریں، ایک طرح کی محتاجی کی کیفیت کے بغیر اس شخص سے دعا کرو انا جائز ہے جس کی دعا اللہ کے ہاں مقبول ہونے کی امید ہو۔

- **«نَسْتَشْفِعُ بِاللَّهِ عَلَيْكَ»**: اللَّهُ تَعَالَى كَوَّآپُ کے پاس سفارشی بناتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے اللَّهُ تَعَالَى سے دعا فرمادیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے اللَّهُ تَعَالَى کا مرتبہ نبی ﷺ کے مرتبہ سے بھی گرا دیا، جو کہ منکر ہے۔
- **«سُبْحَانَ اللَّهِ! سُبْحَانَ اللَّهِ!»**: اس قول کی گئی کو سمجھتے ہوئے اور اس کا انکار کرتے ہوئے، اور اللَّهُ تَعَالَى کی پاکی بیان کرتے ہوئے۔
- **«وَيْحَكَ»**: مجھے تمہارے اوپر رحم آتا ہے اور میں تیرے اوپر ترس کھاتا ہوں۔

مسائل:

- پہلا: آپ ﷺ نے «نَسْتَشْفِعُ بِاللَّهِ عَلَيْكَ»، (یعنی ہم اللَّهُ تَعَالَى کو آپ کے پاس سفارشی کے طور پر پیش کرتے ہیں) کہنے والے بدھی پر ناگواری اور انکار کا انہصار فرمایا۔
- دوسرہ: بدھی کی بات سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک اس قدر متغیر ہوا کہ اس کے اثرات صحابہ کرام ﷺ کے چہروں پر بھی ظاہر ہوئے۔
- تیسرا: رسول اللَّه ﷺ نے اعرابی کی بات کے دوسرے حصے: «نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللَّهِ»، ”ہم آپ کو اللَّهُ تَعَالَى کے پاس بطور سفارشی پیش کرتے ہیں“ پر نکیر نہیں فرمائی۔
- چوتھا: (سُبْحَانَ اللَّهِ) کے تفسیر و مفہوم پر بھی متنبہ کیا گیا ہے۔
- پانچواں: یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمان (صحابہ کرام ﷺ) رسول اللَّه ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے بارش کی دعا کرایا کرتے تھے (یعنی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں)۔
- (اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ طلب کے وقت انسان ایسے اوصاف پیش کرے جو شفقت اور مہربانی کو مستلزم ہوں)۔

[۶۶] نبی ﷺ کا گلشن توحید کی حفاظت فرمانا اور شرک کے راستوں کو بند کرنا (بہاں تک کہ الفاظ میں بھی)

پہلی اور دوسری دلیل:

[۱] حضرت عبد اللہ بن شحیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: انطلقتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْنَا: أَنْتَ سَيِّدُنَا، فَقَالَ: «السَّيِّدُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى»، قُلْنَا: وَأَفْضَلُنَا فَضْلًا، وَأَعْظَمُنَا طُولًا، فَقَالَ: «قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، أَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَجِرِنَّكُمُ الشَّيْطَانُ»، ”میں بنو عامر کے ایک وفد میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم نے کہا: آپ ہمارے سید (سردار) ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: سید (سردار) تو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہے، پھر ہم نے کہا: آپ فضیلت و بزرگی میں ہم سب سے افضل اور عظمت و غنائم سب سے بڑھ کریں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ، یا اس طرح کی (جاائز اور مناسب) بات کہا کرو اور (خیال رکھنا کہ) شیطان کہیں تمہیں بھٹکانہ دے۔“ اس حدیث کو امام ابو داود نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

[۲] اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چند لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ، یا خَيْرَنَا، وَابْنَ خَيْرِنَا، وَسَيِّدِنَا، وَابْنَ سَيِّدِنَا، فَقَالَ: «يَا أَئِمَّةِ النَّاسِ؛ قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَهْوِنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللَّهُ ﷺ»، ”اے اللہ کے رسول! (ﷺ) اور اے ہم میں سب سے بہتر اور ہمارے بہتر کے بیٹے! اور اے ہمارے سید (سردار) اور ہمارے سید (سردار) کے بیٹے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم وہی باتیں کرو جو تم کرتے ہو، کہیں شیطان تمہیں بھٹکانہ دے۔ میں محمد ﷺ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مرتبے اور مقام سے بڑھا دو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔“ اس حدیث کو امام نسائی نے جید سند سے روایت کیا

• **السَّيِّدُ اللَّهُ**: السید، اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، جو الصمد (بے نیاز) کے معنی میں ہے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں اس لیے منع فرمایا کہ کہیں شیطان انہیں بھٹکانہ دے اور لفظ ”سیادت (سرداری)“ جو لوگوں کے لیے خاص معنی میں استعمال ہوتا ہے کہیں اس کو وہ معنی نہ پہننا دیں جس عالم مطلق معنی میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

- **«وَلَا يَسْتَجِرْيَنَّكُمْ»:** شیطان تمہیں مائل کر کے وہاں نہ پہنچا دے کہ تم منکر کہنے لگو، تونبی ﷺ نے ان کی رہنمائی مناسب فعل کی طرف فرمائی اور کہیں معاملہ توحید میں نقص یا اس کے نقض تک نہ پہونچ جائے، آپ نے توحید کی حفاظت کی خاطر نامناسب الفاظ سے منع فرمادیا۔
- **«يَا خَيْرَنَا»:** نسب، مقام اور حال کے اعتبار سے۔ **«وَابْنَ خَيْرَنَا»:** صرف نسب کے اعتبار سے مقام اور حال کے اعتبار سے نہیں۔
- **«وَلَا يَسْتَهْوِيْنَكُمْ»:** ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں بہکائے اور تم اس کی بات مانتے ہوئے اس کے طریقہ کی پیروی کرنے لگو یہاں تک کہ غلو کے درجہ کو پہنچ جاؤ۔

مسائل:

پہلا: مبالغہ آرائی سے لوگوں کو ڈرانا۔

دوسرا: جس شخص کو: (أَنْتَ سَيِّدُنَا) (آپ ہمارے سید (سردار) ہیں) کہا جائے، اسے جواب میں کیا کہنا چاہیے؟ (وہ کہے کہ: سید (سردار) اللہ ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فاسق، کافر اور منافق کو سردار بنانا جائز نہیں ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت)۔

تیسرا: ان لوگوں نے اگر چہ بات صحیح کہی تھی، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا: «لَا يَسْتَجِرْيَنَّكُمْ الشَّيْطَانُ»، (کہ شیطان کہیں تمہیں چاہنس نہ لے)۔

چوتھا: رسول اللہ ﷺ کے فرمان: «مَا أَحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوَقَ مَتْرِلَتِي»، (میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مقام و مرتبہ سے بڑھا دو)، کی وضاحت ہوئی۔ (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مقام و مرتبہ دیا ہے وہ ”عبدیت“ اور ”رسالت“ کا ہے)۔

دوسری قسم: خاتمه (ایک باب)

مؤلف عَزَّلَهُ اللَّهُ يَعْلَمُ نے کتاب کو اس باب سے مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر ختم کیا ہے۔ واللہ اعلم:-

[۱] تاکہ ہم مشرکوں جیسے نہ ہو جائیں جو اپنے خالق کی تعظیم نہیں کرتے ہیں۔

[۲] تاکہ ہم اپنے عمل سے دھوکا نہ کھائیں، کیونکہ انسان کے عمل میں تقصیر اور کوتاہی کا امکان ہمیشہ بنا رہتا ہے، لہذا ہر حال میں بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اور فروتنی اختیار کیے رکھے۔

[۳] امام بخاری کی اقتدا کرتے ہوئے جنہوں نے اپنی کتاب کا خاتمه اس حدیث: «ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ» سے کیا ہے، گویا وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں کہ اس کتاب کے ذریعہ ان مخلوقات کی طرح ہی جن کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے، ان کی میزان حسنات کو بھاری کر دے، اور اپنی لغزشوں کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کر رہے ہیں۔

[۷] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ حَمِيعًا فَقَضَيْتُهُ ۚ ۷﴾

يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمَوَاتِ مَطْوَقَتُ بِسَمِينَهُ سُبْحَنَتُهُ وَتَعَلَّمَ عَمَّا يُشَرِّكُونَ ﴿

(اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہو گی اور تمام آسمان اس کے دامنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے

ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں) کا باب

• ضمیر، مشرکین کی طرف لوٹ رہی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کماحتہ تعظیم نہیں کی بایں حبیثیت کہ انہوں نے اس کی مخلوقات کو ہی اس کا شریک اور سا جھی بنا دیا، جبکہ وہ ہر طرح کے نقص و عیب سے پاک ہے، کوئی اس کا نہ اور ہمسر نہیں، تو اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کماحتہ تعظیم کی ہوتی تو وہ غیر اللہ کی عبادت اور اطاعت نہیں کرتے۔

دوسری دلیل:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلَّهُ بَرَّهُ کے پاس آگر کہنے لگا: یَا مُحَمَّدُ، إِنَّا نَحْدُ أَنَّ اللَّهَ يَجْعَلُ السَّمَوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْأَرْضَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالشَّجَرَ عَلَى

عَلَى إِصْبَعِ، وَالْمَاءَ عَلَى إِصْبَعِ، وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعِ، وَسَائِرُ الْخَلْقِ عَلَى إِصْبَعِ، فَيَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ نَوَاحِذُهُ؛ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ، وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ الآية، ”أے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم (ایپنی کتاب میں یہ بات لکھی ہوئی) پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سارے آسمانوں کو ایک انگلی پر، تمام زمینوں کو ایک انگلی پر، تمام درختوں کو ایک انگلی پر رکھ کر، فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سن کر بطور تصدیق ہنس پڑے، حتیٰ کے آپ کی ڈاڑھیں نمایاں ہو گئیں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہو گی)۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے: (وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ عَلَى إِصْبَعِ، ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا اللَّهُ)، ”اور اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) تمام پہاڑ اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھے گا، پھر ان کو ہلاکر کہے گا: میں ہی بادشاہ ہوں، میں ہی اللہ ہوں“۔ اور بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں: ”يَجْعَلُ السَّمَاوَاتِ عَلَى إِصْبَعِ، وَالْمَاءَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعِ، وَسَائِرُ الْخَلْقِ عَلَى إِصْبَعِ“، ”اللَّهُ تَعَالَى تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور بچپڑ کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھے گا۔“

- **”حَبْرٌ“:** بہت زیادہ علم والے عالم کو کہتے ہیں، اور انہیں ”بُر“ بھی کہا جاتا ہے۔ ”إِنَّا نَحْدُ“: یعنی تورات میں۔
- اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے انگلیوں کا ثبوت، ایسی حقیقی انگلیاں جو اس کے شایان شان ہوں، جس طرح اس کے پاس ایسے حقیقی ہاتھ ہیں جو اس کی ذات کے لائق ہیں۔

تین سے پانچ تک دلائل:

[۳] مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: ”يَطْوِي اللَّهُ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَئِنَّ الْجَبَارُوْنَ؟ أَئِنَّ الْمُتَكَبِّرُوْنَ؟ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرْضِيَنَ السَّبْعَ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِشَمَائِلِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَئِنَّ الْجَبَارُوْنَ؟ أَئِنَّ الْمُتَكَبِّرُوْنَ؟“، ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ کے اپنے دائیے ہاتھ میں لے گا اور فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں (زمین میں) سرکشی اور تکبر کرنے والے (آج) کہاں ہیں؟

پھر اللہ تعالیٰ ساتوں زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں (زمین میں) سرکشی اور تکبر کرنے والے (آن) کہاں ہیں۔

[۲] اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: «مَا السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُونَ السَّبْعُ فِي كَفْرِ الرَّحْمَنِ؛ إِلَّا كَخْرُذَلَةٍ فِي يَدِ أَحَدِكُمْ»، ”ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ رحمان کی ہتھیلی میں یوں ہوں گے، جیسے تمہارے ہاتھ میں رائی کا دانہ ہوتا ہے۔

[۳] اور ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابن وہب نے خبر دی، وہ کہتے ہیں: ابن زید نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَا السَّمَوَاتُ السَّبْعُ فِي الْكُرْسِيِّ؛ إِلَّا كَدَرَأَهُمْ سَبْعَةُ الْقِيَمَتِ فِي تُرْسِ»، ”ساتوں آسمان کرسی کے بال مقابل یوں ہیں جیسے سات درہم کی ڈھال میں ڈال دیے جائیں۔“ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: ”مَا الْكُرْسِيُّ فِي الْعَرْشِ إِلَّا كَحَلَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ، الْقِيَمَتُ بَيْنَ ظَهَرَيِ فَلَاءِ مِنَ الْأَرْضِ“، ”اللہ تعالیٰ کی کرسی اس کے عرش کے مقابلہ میں یوں ہے جیسے لوہے کا ایک کڑا کسی وسیع و عریض سیدان میں پھینک دیا جائے۔

- **«أَنَّا الْمَلِكُ»:** میں ہی ہوں جس کی مطلق ملکیت اور کامل بادشاہت ہے، جس میں کوئی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔
- **«أَيْنَ الْجَبَارُونَ؟»:** استقہام تھدی اور چیلنج کے لیے ہے، یعنی کہاں ہیں وہ بادشاہ جن کی دنیا میں بادشاہت تھی، اور کبر و غرور اور اللہ کے بندوں پر سرکشی کیا کرتے تھے؟ اور اس وقت ان کا حشر ذرہ کی مانند ہو گا جنہیں لوگ اپنے پاؤں سے روندیں گے۔
- **«بِشَّارَةٍ»:** یہ زیادتی شاذ ہے، اور اگر اسے ہم محفوظ مان لیں تو اس سے مراد وہ سر ہاتھ ہو گا، اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں ہے کہ: ”كِلْتَانَا يَدِيهِ يَمِينٍ“، ”اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں“، کیونکہ یہ مخلوق کے بائیں ہاتھ کی طرح نہیں ہے جو داہنے کے مقابلہ میں ناقص ہوتا ہے۔
- **«كَخْرُذَلَةٍ»:** یہ بہت ہی زیادہ چھوٹے دانہ کو کہتے ہیں، اور یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتی ہے کہ کسی کا بھی علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔
- **«الْكُرْسِيُّ»:** اللہ تعالیٰ کے پاؤں رکھنے کی جگہ۔ **«تُرْسِ»:** (ڈھال)، چڑایا لکڑی کی ایک چیز جو لڑائی کے وقت استعمال کی جاتی ہے جس سے تواریانیزہ وغیرہ کے وارسے بچا جاتا ہے۔

- «الْعَرْشِ»: وہ عظیم مخلوق جس پر اللہ حمن مستوی ہے، جس کے قدر کا اندازہ صرف اللہ کو ہے۔
- پونکہ یہ حدیث اللہ عزوجلگ کی عظمت پر دلالت کرتی ہے، لہذا باب کے عنوان میں وارد آیت کی تغیر کے لیے بالکل مناسب ہے۔

چھٹی اور ساتویں دلیل:

[۶] حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: «بَيْنَ السَّمَاوَاتِ الدُّنْيَا وَالَّتِي تَلِيهَا حَمْسِيَّةَ عَامٍ، وَبَيْنَ كُلِّ سَمَاءٍ حَمْسِيَّةَ عَامٍ، وَبَيْنَ السَّمَاوَاتِ السَّابِعَةِ وَالْكُرْبَسِيِّ حَمْسِيَّةَ عَامٍ، وَبَيْنَ الْكُرْبَسِيِّ وَالْهَمَاءِ حَمْسِيَّةَ عَامٍ، وَالْعَرْشُ فَوْقَ الْهَمَاءِ، وَاللَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ، لَا يَنْخَفِي عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ أَعْمَالِ الْكُمْ»، ”پہلے اور دوسرے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے، اسی طرح ہر آسمان سے اگلے آسمان تک اتنا ہی فاصلہ ہے، اللہ کا عرش پانی کے اوپر ہے اور اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے، (یاد رکھو!) تمہارا کوئی عمل اس (اللہ) سے پوشیدہ نہیں۔“ اس حدیث کو ابن مہدی نے حماد بن سلمہ سے اور انہوں نے عاصم سے اور انہوں نے زر سے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔ اور اسی طرح کی روایت مسعودی نے عاصم سے، انہوں نے ابووالیل سے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے بیان کی ہے، اور حافظ ذہبی عَلَيْهِ السَّلَامَ کہتے ہیں: ”اس حدیث کی اور بھی سندیں ہیں۔“

[۷] حضرت عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب علیہما السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”هَلْ تَذَرُونَ كَمْ بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ؟“، قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ”بَيْنَهُمَا مَسِيرَةُ حَمْسِيَّةَ سَنَةٍ، وَبَيْنَ كُلِّ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ مَسِيرَةُ حَمْسِيَّةَ سَنَةٍ، وَكَثُفُ كُلِّ سَمَاءٍ مَسِيرَةُ حَمْسِيَّةَ سَنَةٍ، وَبَيْنَ السَّمَاوَاتِ السَّابِعَةِ وَالْعَرْشِ بَحْرٌ بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ كَمَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَاللَّهُ تَعَالَى فَوْقَ ذَلِكَ، وَلَيْسَ يَنْخَفِي عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ أَعْمَالِ بَنِي آدَمَ“، ”کیا تم جانتے ہو کہ زمین اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے، ساتویں آسمان اور عرش الہی کے درمیان ایک سمندر ہے۔ اس کے نیچے اور اوپر والے حصوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہے۔ بنو آدم کے اعمال میں سے کوئی عمل اس سے پوشیدہ اور مخفی نہیں۔“ اس کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

- «وَاللَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ»: یہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ بلندی کے اثبات کے لیے نص صریح ہے۔
- «لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ»: خواہ وہ اعمال دل کے ہوں یا اعضا و جوارح کے، دکھائی دینے والے ہوں یا سنائی دینے والے، اللہ کے علم کی وسعت کی وجہ سے تمہارا کوئی بھی عمل پوشیدہ اور مخفی نہیں، اور اس کو اللہ تعالیٰ کے گلوکے ذکر کے بعد یہ بیان کرنے کے لیے لائے ہیں کہ اس کا گلو اور بلندی ہمارے اعمال سے باخبر ہونے کے لیے مانع نہیں ہے، اور یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے گلو کی طرف واضح اشارہ ہے۔
- «هَلْ»: استفهامیہ ہے، اور اس سے دو چیزیں مراد ہیں:
 - [۱] ذکر کی جانے والی چیز کے لیے شوق و رغبت پیدا کرنا۔
 - [۲] پیش کی جانے والی بات پر متنبہ کرنا۔
- «اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ»: ایسا: [۱] نبی ﷺ کی زندگی میں کہا جاتا تھا، [۲] اور ان شرعی امور میں کہا جائے گا جو نبی ﷺ نے ہمیں سکھائے ہیں۔
- اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی خالفت سے ڈرانا ہے، کیونکہ وہ ہمارے اوپر بلندی پر ہے، اور اس کا فیصلہ ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

مسائل:

- پہلا: اللہ تعالیٰ کے فرمان: **﴿وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْصَتُهُ, يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾** کی تفسیر۔
- دوسرہ: اس حدیث میں مذکورہ علوم اور ان جیسی دیگر اشیاء نبی ﷺ کے زمانہ تک یہود میں محفوظ تھیں، چنانچہ انہوں نے نہ تو ان باتوں کا انکار کیا اور نہ کوئی تاویل کی (جیسے یہ کہتے کہ: یہود اس میں تحریف کرنے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ انہوں نے نہ اس کی تکذیب کی اور نہ تاویل)۔
- تیسرا: رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہودی عالم نے جب ان باتوں کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی اور مزید تائید کے لیے قرآن کریم بھی نازل ہوا۔
- چوتھا: یہودی عالم کی ان عظیم علمی باتوں پر آپ ﷺ کا ہنسنا (خوشی کی وجہ سے تھا)۔
- پانچواں: اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا اثبات اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے داہنے ہاتھ میں آسمان اور دوسرے ہاتھ میں زمینیں ہوں گی (اور اللہ تعالیٰ کے لیے دو ہاتھوں کا ہونا، کتاب و سنت اور اجماع سلف سے ثابت ہے)۔
- چھٹا: اللہ تعالیٰ کے لئے بایاں ہاتھ ہونے کی صراحت (یہ شاذ روایت ہے)۔

ساتوں: اللہ تعالیٰ کا اس وقت بڑے بڑے سر کش اور مسکبرین کو پکارنا۔

آٹھواں: نبی ﷺ کا فرمان: «کَخَرْدَلَةٍ فِي كَفٍ أَحَدِكُمْ»، «کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے مقابلہ میں آسمان اور زمین ایسے ہوں گے جیسے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ ہوتا ہے۔»

نواں: آسمان کی بُنْبُتِ اللہ تعالیٰ کی کرسی بڑی ہے (ایسے ہی جیسے سات درہم کسی ڈھال میں رکھ دیے گئے ہوں)۔

دسوں: کرسی کی نسبت عرشِ الٰہی بڑا ہے (ایسے ہی جیسے کوئی انگوٹھی کسی چٹیل میں پڑی ہوئی ہو)۔

گیارہواں: عرشِ الٰہی اور کرسی علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔

بارہواں: ہر دو آسمانوں کا درمیانی فاصلہ (پانچ سو سال کا ہے)۔

تیرہواں: ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان فاصلہ (پانچ سو سال کا ہے)۔

چودہواں: کرسی اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے، اس کی وضاحت؟ (پانچ سو سال کا ہے)۔

پندرہواں: عرشِ الٰہی پانی کے اوپر ہے۔

سوہواں: اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔

ستروں: زمین و آسمان کے درمیان کتنی مسافت ہے، اس کی وضاحت؟ (پانچ سو سال کا ہے)۔

اٹھارہواں: ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

انیسوں: ساتویں آسمان کے اوپر جو سمندر ہے، اس کے نیچے اور اوپر کے حصوں کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

(باب کی احادیث سے ماخوذ فوائد:

[۱] اللہ کے حکم کی مخالفت کرنے سے ڈرانا۔

[۲] بنی آدم کا کوئی بھی عملِ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے۔)

وَاللَّهُ أَعْلَمُ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَصَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ

مِنْ اللَّهِ تَعَالَى سَدِّ دُعَائِهِمْ كَهْمَارا اور آپ کا غائبہ توحید پر فرمائے۔ آمین۔

بقیہ نویں قسم اور خاتمہ سے امتحان (۱۶ باب)

پہلا سوال: (۱۶) کی علامت مناسب جگہ رکھیں یا خالی چکنیں پر کریں:

- ۱- (السلام علی اللہ) کہنے کا حکم: □ مکروہ ہے □ حرام ہے □ جائز ہے۔
- ۲- السلام اللہ تعالیٰ کا: □ ثبوتی نام ہے □ سلبی نام ہے □ دونوں، اور اللہ ہبھوکن: □ سے دعا کی جائے گی □ کے لیے دعا کی جائے گی۔
- ۳- السلام کے ذریعہ کسی بھی چیز کے لیے اس وقت تک دعا نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ اس سے متصف ہونے کے لائق نہ ہو: □ صحیح □ غلط۔
- ۴- (اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے معاف کر دے) کہنے کا حکم: □ مکروہ ہے □ حرام ہے □ جائز ہے۔
- ۵- دعائیں استشنا کرنا جائز ہے: □ صحیح □ غلط، اور استشنا شرط کو کہتے ہیں: □ صحیح □ غلط۔
- ۶- انسان جب کسی چیز میں مترد ہو تو اسے چاہیے کہ دعا کرے اور اس دعا کو معلق کرے: □ صحیح □ غلط۔
- ۷- بندہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو جو بھی مانگنا ہو مانگ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بھی چیز مشکل یا ناممکن نہیں ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۸- (اے اللہ! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ میں جنت کے دروازہ کا درب ان بن جاؤں) اس طرح سے دعا کرنا: □ جائز ہے □ ناجائز ہے۔
- ۹- (اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فیصلے کے ٹالنے کی دعا تو نہیں کرتا، مگر اس میں تجھ سے لطف اور مہربانی کا سوال کرتا ہوں)، اس طرح سے دعا کرنا: □ جائز ہے □ ناجائز ہے۔
- ۱۰- آپ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگیں گے: □ جنت □ جنت میں بھی فردوس اعلیٰ۔
- ۱۱- دعائے استخارہ میں دعا کو معلق کرنا: (□ ہے □ نہیں ہے)۔
- ۱۲- (فلاں کا عبد) (بندہ) یا آمۃ (بندی) کہنے کا حکم: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۱۳- سید (آقا) کا: (اے میرے عبد) (بندہ) فلاں چیڑاوی کہنے کا حکم: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۱۴- (فتی و فتی) (میر انعام اور میری لوئندی) کہنے سے تحقیق توحید کی خاطر منع کیا گیا ہے یہاں تک کہ الفاظ میں بھی: □ صحیح □ غلط۔
- ۱۵- بنا حاجت اور ضرورت کے سوال کرنا یا تو حرام ہے یا مکروہ: □ صحیح □ غلط۔
- ۱۶- جو آپ سے نقدی روپیہ بیسہ مانگے کہ وہ اس سے کوئی حرام چیز حصے شراب خریدے گا: □ اس کا سوال پورا کیا جائے گا □ اس کا سوال پورا نہیں کیا جائے گا۔
- ۱۷- جو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سوال کرے، اس کا سوال پورا کرنے کا حکم: □ مستحب ہے □ واجب ہے۔
- ۱۸- حدیث میں وارد لفظ: «مَنْ دَعَ أَكْنَمْ فَأَجِبْوْهُ»، ”جو تم کو دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو“، یہاں دعوت سے مراد ہے: □ سکریم کی خاطر دعوت □ محض پکار اور بلا وار۔
- ۱۹- دعوت قبول کرنا: □ مطلقاً واجب ہے □ مستحب ہے سوائے ولیم کی دعوت کے کہ یہ واجب ہے۔

- ۲۰ جو کسی واجب کے کرنے یا ترک کرنے سے پناہ طلب کرے اس کو: □ پناہ دیا جائے گا □ پناہ نہیں دیا جائے گا۔
- ۲۱ «فَادْعُوا اللَّهَ هَتَّىٰ تَرَوْا أَنْكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ» ”اس کے لیے دعا کرو یہاں تک کہ تمہیں لگے کہ تم نے اس کا بد لے چکا دیا، یعنی: □ ایک دفعہ دعا کرو □ دعا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرو۔
- ۲۲ «لَائِنَائُ لِبُنْجِهِ اللَّهِ إِلَّا أَبْغِيْهُ» ”اللہ کا واسطہ دے کر صرف جنت ہی طلب کی جائے گی، یعنی: □ کسی مخلوق سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال نہ کرو۔ □ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر اللہ سے صرف جنت ہی طلب کرو □ مذکورہ سمجھی۔
- ۲۳ اللہ تعالیٰ کی صفت و جو ثابت ہے: □ قرآن سے □ سنت سے □ اجماع سے □ مذکورہ سمجھی۔
- ۲۴ (اے اللہ میں تیر اواسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے حفظ قرآن کی توفیق دے) اس طرح دعا کرنا: □ حرام ہے □ جائز ہے، اور: (اے اللہ! میں تیر اواسطہ دے کر جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں) کہنے کا حکم: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۲۵ (اے اللہ! میں تجھ سے تیر اواسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے عمدہ اثنائی عشر عطا فرماء) ایسا کہنا: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۲۶ (اگر تو نے میری باتاں کریے سفر نہ کیا ہو تو یہ حاشدہ پیش آتا) ایسا کہنا: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۲۷ (اگر میں سفر نہیں کرتا تو یہ فائدہ مجھ سے نہیں فوت ہوتا) کہنے کا حکم: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۲۸ (اگر اللہ چاہتا تو میں جھوٹ نہیں بولتا) کہنے کا حکم: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۲۹ (اگر میرے پاس فلاں کی طرح حال ہو تو صدقہ کرتا) کہنے کا حکم: □ جائز ہے □ مُستحب ہے □ حرام ہے۔
- ۳۰ (اگر میں درس میں حاضر ہو تا تو فائدہ اٹھاتا) کہنے کا حکم: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۳۱ جس میں کوئی فائدہ نہ ہو غلط نہ کوئی کوشش ایسی جگہ صرف کرنی: (□ چاہیے □ نہیں کرنی چاہیے)۔
- ۳۲ جو چیز انسان کے دائرہ اختیار سے باہر ہو اس میں تقدیر سے جنت پکڑنی: (□ چاہیے □ نہیں پکڑنی چاہیے)۔
- ۳۳ تقدیر سے جنت پکڑنا صحیح ہے: □ مصالب پر معاہب پر نہیں □ اس کے بر عکس۔
- ۳۴ ہو اور آندھی کو گالی دینا: □ حرام ہے □ مکروہ ہے، اور (بارش برسانے والی ہوا چلی) کہنے کا حکم: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۳۵ (میرا رب مجھ سے محبت کرتا ہے) کہنا، اس شخص کے لیے جائز ہے، جس کو کوئی نعمت حاصل ہوئی ہو: □ صحیح □ غلط۔
- ۳۶ جب کوئی شخص کسی فاسق مالدار کو دیکھے تو یہ کہے کہ: (یہ شخص ان اموال کا مستحق نہیں ہے)، اس کا ایسا کہنا: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۳۷ انسان جب واجبات میں کوتاہی کرنے والا اور حرام کام انجام دینے والا ہو، اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھے، تو یہ در حقیقت: (□ اللہ سے سوئے ظن رکھنا ہے □ اللہ سے حسن ظن ہی رکھنا ہے)۔
- ۳۸ بعض لوگوں کا یہ مگماں رکھنا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے مشروع طریقہ سے مشروع طریقہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول نہیں کرے گا، تو یہ در حقیقت اللہ تعالیٰ سے: □ سوئے ظن رکھنا ہے □ حسن ظن رکھنا ہے۔

- ۳۹- (اللہ تعالیٰ طاعت گزار کو عذاب اور گناہگار کو ثواب دے) ایسا کہنا، اللہ تعالیٰ سے: □ سوء ظن رکھنا ہے □ حسن ظن رکھنا ہے۔
- ۴۰- (میں فلاں منصب کا فلاں سے زیادہ مستحق ہوں) ایسا کہنا، اللہ تعالیٰ سے: □ سوء ظن رکھنا ہے □ حسن ظن رکھنا ہے۔
- ۴۱- مریض سے یوں کہنا: (مسکین اور بے چارہ) اور (تیرے ساتھ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا) اور (اگر میرے ہاتھ میں معاملہ ہوتا تو تیرے ساتھ ایسا نہیں ہوتا) ایسا کہنا، اللہ تعالیٰ سے: □ سوء ظن رکھنا ہے □ حسن ظن رکھنا ہے۔
- ۴۲- (معاملہ اگر میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں فلاں کو مفتی بنا دیتا) ایسا کہنے کا حکم: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۴۳- (سلامتی والا راستہ) ایسا کہنا دراصل اللہ تعالیٰ سے سوء ظن رکھنا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۴۴- (ہم کو بیماری میں بیٹلا نہیں ہونا چاہیے اور ہمارے رزق میں کشادگی ہونی چاہیے) ایسا کہنا، اللہ تعالیٰ سے: □ سوء ظن رکھنا ہے □ حسن ظن رکھنا ہے۔
- ۴۵- لازم اور ضروری ہے کہ انسان اپنے نفس کے بارے میں: □ سوء ظن رکھے □ حسن ظن رکھے۔
- ۴۶- انسان کے لیے واجب ہے کہ وہ اپنے نفس سے سوء ظن میں بیمار ہے، تاکہ اپنے نفس سے دھوکا نہ کھائے: □ صحیح □ غلط۔
- ۴۷- بخالت اور ظلم ہر طرح کی برائی کا ٹھکانہ نفس ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۴۸- تقاضہ و قدر کے مراتب ہیں: □ چار □ پانچ □ تین۔
- ۴۹- جو قضاء و قدر کا انکار کرے، اس کا حکم: □ وہ ملت اسلام سے خارج ہے □ وہ ملت اسلام سے خارج نہیں ہے۔
- ۵۰- (میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ ہے) یعنی: □ شک اور اضطراب □ وجود اور انکار۔
- ۵۱- (میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ ہے) یعنی:، اور کیا وہ اس کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا:
- ۵۲- قلم: □ سب سے پہلی مخلوق ہے □ جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اس کی نسبت میں سب سے پہلی مخلوق ہے۔
- ۵۳- سلف کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ شہبہ کے ازالے کے لیے: □ علماء سے □ عبادت گزاروں سے، سوال کرتے رہے ہیں۔
- ۵۴- ایک سے زائد عالم سے سوال کرنا جائز ہے، اگر یہ: □ تثبت اور اطمینان کے لیے ہو □ رخصت تلاش کرنے کے لیے ہو □ مذکورہ سمجھی۔
- ۵۵- شہبہ مکمل طور پر زائل ہو جاتا جب اسے سونپ دیا جائے: □ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو □ علماء کرام کو۔
- ۵۶- شہبہات کو سننے سے پچاہا جب ہے، کیونکہ یہ کبھی کبھی ذہن سے چکارہ جاتا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۵۷- شہبہات کو سننے اور انہیں پھیلانے کے معاملے میں اکثر لوگ نبی ﷺ کے حکم کی خلافت کرتے ہیں: □ صحیح □ غلط۔
- ۵۸- تورات اور انجیل کو پڑھنا جائز نہیں، اور اس کے علاوہ کو تبدیر جو اولی پڑھنا جائز نہیں ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۵۹- (تصورین کے سلسلے میں وارد چیزوں کے بیان کا باب) اسے کتاب التوحید میں ذکر کرنا بعض ناخنیں کی غلطی

- ہے، کیونکہ اس کا اس کتاب سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق نقد سے ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۶۰- مصورین کی سزا کے حصے ہیں: (□ ۵□۲□۳)۔
- ۶۱- تصویر بنانا ایک طرح سے پیدا کرنے کے مشابہ ہے تو اس بنیاد پر گویا تصویر بنانے والا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۶۲- تصویر بنانا بسیہرہ گناہ ہے، کیونکہ: (□ اس میں کفار کی مشاہدہ ہے □ اس میں اسراف اور فضول خرچی ہے □ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے میں مقابلہ آرائی ہے۔
- ۶۳- درخت، بیلائندی اور نالے کی تصویر بنانا: □ جائز ہے □ حرام ہے۔
- ۶۴- تصاویر کو مٹانے کی یہ صورتی ہیں: □ کسی دوسرے رنگ سے ان کی نشانیوں کو زائل کر دینا □ بت کے سر توڑ دینا □ اگر گڑھے کی شکل میں ہو تو اسے پاٹ دینا □ سبھی، حالات اور ظروف کے مطابق جو مناسب ہو وہ کیا جائے۔
- ۶۵- مشرف (اوپھی اور علیحدہ) قبر، یعنی: □ جس پر نشانات بننے ہوں □ جس پر عمارت بنی ہوئی ہو □ جس پر رنگ کیا ہو □ جو مٹی یا پتھر کی وجہ سے دوسروں سے الگ ہو □ مذکورہ سبھی۔
- ۶۶- قبر کو برابر کرنا ہو گا: □ اس کو سنت کے مطابق کر دینا □ اس کے ارد گرد کو برابر کر دینا □ مذکورہ سبھی۔
- ۶۷- صاحب تصویر کی تعظیم کی خاطر تصاویر جمع کرنا: □ جائز ہے □ ناجائز ہے۔
- ۶۸- جو بہت زیادہ قسم کھاتا ہے وہ: □ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے والا ہوتا ہے □ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے والا نہیں ہوتا۔
- ۶۹- ہر ایک قسم کی ابتدائی، وسط اور آخری تین حالتیں ہوتی ہیں: □ صحیح □ غلط۔
- ۷۰- ایسا موٹا یا جو انسان کے اختیار سے باہر ہو، وہ: □ قابلِ ذمۃ ہے □ قابلِ مذمۃ نہیں ہے۔
- ۷۱- اسباب کم ہونے کے باوجود گناہ کرنا، اس کی خطورت کو بڑھادیتا ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۷۲- کسی حاجت یا مصلحت کے تحت قسم کھانا: □ جائز ہے □ ناجائز ہے۔
- ۷۳- بیچ کو مارنا: □ مطلاع جائز ہے □ چند شر و ط کے ساتھ جائز ہے۔
- ۷۴- بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ: □ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں □ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اسے عذاب نہ دے۔
- ۷۵- جیش اس لشکر کو کہتے ہیں جس کے فوجیوں کی تعداد (□ ۳۰۰۰ □ ۱۰۰۰ ہو) اور سریہ اس کے بر عکس ہے۔
- ۷۶- اللہ کے راستے میں لڑنا: □ نیت کے ساتھ خاص ہے □ عمل کے ساتھ خاص ہے □ نیت اور عمل دونوں کو شامل ہے۔
- ۷۷- غلوں اور خیانت کہتے ہیں: مال غنیمت میں سے کوئی چیز چھپا کر اپنے لیے خاص کر لینا: (□ صحیح □ غلط) اور اس خیانت کا حکم: (□ جائز ہے □ حرام ہے □ کبیرہ گناہ ہے)۔
- ۷۸- بچوں، عورتوں، عبادت گزاروں اور راہبوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے: □ صحیح □ غلط۔
- ۷۹- مقتول کا مثلہ، خیانت، غداری بچوں کو قتل کرنا: □ جائز ہے □ ناجائز ہے۔
- ۸۰- جزیہ لیا جائے گا: □ یہود و نصاری اور مجوس سے □ تمام کافروں سے۔

- ۸۱ (اللہ تعالیٰ ہرگز تمہاری توبہ قبول نہیں کرے گا) کہنے کا حکم: جائز ہے کبیرہ گناہ ہے۔
- ۸۲ (اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا) کہنے کا حکم: جائز ہے کبیرہ گناہ ہے۔
- ۸۳ معین اشخاص پر حکم لگاتے ہوئے زبان کی لغوش سے بچا: مباح ہے جائز ہے واجب ہے۔
- ۸۴ (اللہ تعالیٰ فلاں زندہ شخص کی مغفرت نہیں کرے گا) کہنے کی ممانعت: صرف گناہ گار مسلم کے ساتھ خاص ہے مسلم اور کافر دونوں کو شامل ہے۔
- ۸۵ مذکور یہ کہنا ہے: (ہم سفارشی بناتے ہیں...): اللہ کو آپ کے پاس آپ کو اللہ تعالیٰ کے پاس۔
- ۸۶ «نَسْتَشْفِعُ بِاللَّهِ عَلَيْكَ» ”ہم اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس سفارشی کے طور پر پیش کرتے ہیں“، یعنی:.....
-

- ۸۷ نبی ﷺ کا توحید کی حفاظت فرمانا: (ایک مستقل باب ہے مکرر ہے) اور اس میں نبی ﷺ نے گلشن توحید کی حفاظت فرمائی ہے: (افعال میں بھی الفاظ میں بھی).
- ۸۸ السید (سردار): اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نہیں ہے۔
- ۸۹ السید، الصد (بے نیاز) کے معنی میں ہے: صحیح غلط۔
- ۹۰ سیادت عامہ کے برخلاف سیادت خاصہ کا استعمال جائز ہے: صحیح غلط۔
- ۹۱ نبی ﷺ کی سب سے عمدہ اور سب سے اچھی صفت یہ ہے کہ آپ: اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ محمد بن عبد اللہ ہیں۔
- ۹۲ یہود ان لوگوں سے بہتر ہیں جو صفات کا انکار کرتے ہیں اور اس باب میں تاویل سے کام لیتے ہیں، اور وہ ان کے مقابلے میں اللہ کو زیادہ جانے والے ہیں: صحیح غلط۔
- ۹۳ العرش:، اکر سیئی:
- ۹۴ کتاب التوحید کے خاتمہ میں گویا مؤلف عُزیز شیخ یہ دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ ان کی میزان حسنات کو ویسے ہی بھاری کر دے جیسے آسمان، عرش اور کرسی بھاری ہیں: (صحیح غلط) اور اس بات کی طرف تنبیہ دلائی ہے کہ کافروں نے اللہ تعالیٰ کی کماحتہ قدر نہیں کی، لہذا تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ، بلکہ اللہ تعالیٰ کی توحید اختیار کر کے اس کی تقطیم کرو: (صحیح غلط)۔
- ۹۵ بہت سارے سلف نے صحیح عقیدہ توحید کے لیے بہت سارے نام استعمال کیے ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں: سنت شریعت توحید فقہ اکبر مذکورہ سمجھی۔

فہرست

۱	کتاب التوحید کے ابواب کی تلخیص (۲۷ ابواب).....
۱۲	پہلی قسم: مقدمہ (۱۵ ابواب) کتاب التوحید.....
۱۳	〔۱〕 توحید کے وجوہ کا باب).....
۲۳	〔۲〕 توحید کی فضیلت اور اس کا گناہوں کے کفارہ ہونے کا بیان.....
۳۰	〔۳〕 اس بات کا باب کہ حقیقی موحد بلا حساب جنت میں جائے گا.....
۳۶	〔۴〕 شرک سے ڈنے کا بیان.....
۴۲	〔۵〕 ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی گواہی کے لیے لوگوں کو دعوت دینے کا بیان.....
۴۸	قسم اول سے اختبار (۵ ابواب).....
۵۵	دوسری قسم: توحید کی تفسیر (۱۹ ابواب).....
۵۵	〔۶〕 ”توحید“ کی تفسیر اور ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی گواہی کا مطلب.....
۵۹	〔۷〕 رفع بلاء اور رفع مصائب کے لیے چھلے اور دھاگے وغیرہ پہننا شرک ہے۔.....
۶۳	〔۸〕 دم جھاڑ پھوٹک اور توعید کا بیان.....
۶۹	〔۹〕 کسی درخت یا پتھروں غیرہ کو متبرک سمجھنا.....
۷۳	〔۱۰〕 غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کا حکم.....
۷۷	〔۱۱〕 جس جگہ پر غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے اس جگہ پر (اللہ تعالیٰ کے نام پر بھی) ذبح کرنا جائز نہیں.....
۸۱	〔۱۲〕 غیر اللہ کی نذر و نیاز مانا شرک ہے.....
۸۳	〔۱۳〕 غیر اللہ سے پناہ طلب کرنا شرک ہے.....
۸۶	〔۱۴〕 غیر اللہ سے فریاد کرنا یا انہیں پکارنا شرک ہے.....
۸۹	دوسری قسم کا امتحان (۱۹ ابواب).....
۹۳	تیسرا قسم: اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کا بطلان (۱۲ ابواب).....
۹۳	〔۱۵〕 اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿أَيْمَنِكُونَ مَا لَا يَحْلِقُ شَيْئًا وَهُمْ يَحْكُمُونَ ﴾ ﴿وَلَا يَسْتَطِعُونَ لَهُمْ نَصْرًا﴾ الآیۃ (کیا وہ ایسیں کا باب) کا شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی یہاں نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں.....

[۱۶] اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴾ (یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبر اہٹ دور کر دی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگارنے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے) ۹۷
[۱۷] شفاعت کا بیان ۱۰۳
[۱۸] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحَبَبْتَ ﴾ الآیة (آپ ہے جاہیں ہدایت نہیں دے سکتے) کا بیان ۱۰۸
تیری قسم سے امتحان (۳ باب) ۱۱۱
چوتھی قسم: بنی آدم کے کفر کا سبب (۲ ابوب) ۱۱۲
[۱۹] بنی آدم کے کفر اور ترک دین کا بنیادی سبب بزرگوں کے بارے میں غلو ہے ۱۱۳
[۲۰] کسی بزرگ کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ناجائز اور علیین حرم ہے، چہ جائیکہ خود اس مرد صالح کی عبادت کی جائے ۱۱۹
[۲۱] اس بات کا بیان کہ صالحین کی قبروں کے بارے میں غلو کرنا ان کی قبروں کو وشن (بت) بنانا ہے ۱۲۳
[۲۲] نبی مصطفیٰ ﷺ کا توحید کے تمام پہلوؤں کی مکمل حفاظت کرنا اور ذریعہ شرک بننے والی ہر راہ کو بند کرنا۔ پانچویں قسم: ان لوگوں تردید جو کہتے ہیں کہ: اس امت میں یا جزیرہ عرب میں شرک واقع نہیں ہو سکتا (یک باب) ۱۲۷
[۲۳] امت محمدیہ ﷺ کے بعض افراد کا بات پرستی میں مبتلا ہوتا ۱۳۰
چوتھی اور پانچویں قسم سے امتحان (۵ ابوب) ۱۳۷
چھٹی قسم: شیطانی اعمال (۷ ابوب) ۱۴۱
[۲۴] جادو کا بیان ۱۴۱
[۲۵] جادو کی چند اقسام ۱۴۵
[۲۶] کاہنوں (نجومیوں) اور ان جیسے دیگر لوگوں کا بیان ۱۴۸
[۲۷] جادو ٹونا کے ذریعے جادو کے علاج کی ممانعت ۱۵۲
[۲۸] بدقالی اور بد شکونی ۱۵۵
[۲۹] علم نجوم کا شرعی حکم ۱۶۲
[۳۰] چھتر لینی تاروں کے اثر سے بارش برنسے کا عقیدہ ۱۶۵
چھٹی قسم سے سوال (۷ ابوب) ۱۷۰
ساتویں قسم: دلوں کے اعمال (۹ ابوب) ۱۷۵

- [۳۱] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنَّدَادًا يُجْهِنُهُمْ كَحْسِبَ اللَّهِ ﴾ الایہ (کچھ لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا ہمسر اور شریک ہٹھراتے ہیں اور ان سے یوں محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے ہونی چاہیے) کا باب ... ۱۷۵
- [۳۲] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَنُ يُجْهِنُ أُولَئِكَهُوَ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴾ الایہ (یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈرتاہے، سوت ان سے نہ ڈو اور اگر تم ایمان رکھتے ہو تو صرف مجھ سے ڈو) کا باب ۱۸۰
- [۳۳] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴾ (اگر تم صاحب ایمان ہو تو صرف اللہ ہی پر توکل کرو) کا باب ۱۸۵
- [۳۴] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ أَفَأَمْنَوْا مَكَرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمُنُ مَكَرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَسِيرُونَ ﴾ (کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہیں، اللہ کی تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو گھٹاٹھانے والے ہوں) کا باب ۱۹۰
- [۳۵] اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرنا ایمان باللہ کا حصہ ہے ۱۹۳
- [۳۶] بیکاری کی ندمت ۱۹۷
- [۳۷] انسان کا اپنے عمل سے دنیا چھاننا ایک طرح کا شرک ہے ۲۰۱
- [۳۸] اللہ تعالیٰ کی حلال کر دہ چیز کو حرام یا حلال کرنے میں علماء امراء کی اطاعت ان کو رب کا درجہ دینا ہے ۲۰۶
- [۳۹] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَرْعَمُونَ أَنَّهُمْ أَمْنَوْا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الظَّلَمَاتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَنُ أَنْ يُضْلِلُهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾ الایات (کیا آپ نے انہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتنا گلایا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دو رہاں دے) کا باب ۲۱۰
- چوتھی قسم سے امتحان (۱۹ ابواب) ۲۱۳
- آٹھویں قسم: توحید اسماء و صفات (ایک باب) ۲۱۹
- [۲۰] جس نے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا انکار کیا ۲۲۸
- آٹھویں قسم سے امتحان (ایک باب) ۲۲۸
- نویں قسم: شرکیہ ممنوع الفاظ (۲۲ ابواب) ۲۳۰
- [۲۱] اللہ تعالیٰ کافرمان: ﴿ يَعْرِفُونَ يَنْعَمَتِ اللَّهُ شَرَمِنَتِكُرُونَهَا ﴾ الایہ (یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہنچانتے ہوئے بھی انکار کرتے ہیں) ۲۳۰

[۲۲] اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿فَلَا يَجْعَلُوا لِلّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (پس دانستہ طور پر کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ)	کا باب (ند کی تفہیر) ۲۳۳
[۲۳] اللہ کی قسم پر کفایت نہ کرنے والے شخص کا حکم (کبیر ہ گناہ ہے) ۲۳۶	۲۳۶
[۲۴] (جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں کہنے) کا حکم ۲۳۷	۲۳۷
[۲۵] زمانے کو گالی دینا در حقیقت اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے (حوادث کی نسبت زمانہ کی طرف کرنا) ۲۴۰	۲۴۰
[۲۶] قاضی القضاۃ وغیرہ جیسے القاب رکھنا (ممنوع ہے) ۲۴۳	۲۴۳
[۲۷] اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی کی تعظیم اور اس وجہ سے نام کی تبدیلی ۲۴۵	۲۴۵
[۲۸] اللہ تعالیٰ، قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانے والے شخص کا حکم ۲۴۷	۲۴۷
[۲۹] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَلَيْنَ أَدْفَنَهُ رَحْمَةً مَنَا مِنْ بَعْدِ ضَرَّةٍ مَسَّتْهُ لَيَقُولُنَّ هَذَا لِي﴾ الایہ (اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اسے اپنی رحمت کا مزہ بچھاتے ہیں) کا باب ۲۵۱	۲۵۱
[۳۰] اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿فَلَمَّاءَاتَهُمَا صَلَحًا جَعَلَاهُ شُرَكَةً فِيمَا أَتَهُمَا﴾ الایہ (جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح و تدرست بچپ دیا تو انہوں نے اس عنایت میں دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا) کا باب ۲۵۵	۲۵۵
[۳۱] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَلَيْلَهُ الْأَسْمَاءُ الْمُسْتَنْدَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْجَدُونَ فِي أَسْمَائِهِ﴾ الایہ (اور اللہ تعالیٰ کے اپنے اپنے نام ہیں، پس تم اسے انہی ناموں سے پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد (کجی) کرتے ہیں) کا باب ۲۵۹	۲۵۹
نویں قسم سے پہلا امتحان (۱۱ ابواب) ۲۶۱	۲۶۱
[۳۲] [السلام علی اللہ نہیں کہا جائے گا] (ایسا کہنا حرام ہے) ۲۶۷	۲۶۷
[۳۳] (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ) (اے اللہ اگر تو پاہتا ہے تو مجھے بخش دے) کہنے کا حکم (دعائیں اس طرح سے استشکرنا حرام ہے) ۲۶۹	۲۶۹
[۳۴] (عَبْدِي وَأَمْيَّتِي) کہنے کی ممانعت ۲۷۱	۲۷۱
[۳۵] اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوتا یا جائے (تحريم یا کراہت کے لیے ہے) ۲۷۳	۲۷۳
[۳۶] اللہ کے ”وجہ“ کے واسطے سے صرف جنت مالگی جائے ۲۷۶	۲۷۶
[۳۷] ”(أَنَّا) اگر“ کہنے کا حکم (اس میں تفصیل ہے) ۲۷۷	۲۷۷
[۳۸] ہوا اور آندھی کو گالی دینے کی ممانعت (اللہ کے فعل سے راضی رہنا) ۲۸۰	۲۸۰

[۵۹] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿يَظْلُمُونَ يَا لَهُمْ أَعْلَمُ الْحَقِّ فَلَمَنْ لَمْ يَعْلَمُوْنَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ	۲۸۲
الآمْرُ مِنْكُمْ لَكُمْ وَلِلَّهِ الْحُكْمُ	۲۸۵
اختیار ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ کام کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے) کا باب	۲۹۲
[۶۰] منکرین تقدیر کا حکم (کفر اکبر ہے)	۲۹۵
[۶۱] مصورین کے بارے میں وارد (شدید عید)	۲۹۸
[۶۲] بکثرت قسم کھانے کی نہ مرت (اللہ تعالیٰ کی تنظیم کی خاطر اس پر وعید ہے)	۳۰۲
[۶۳] اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کا ذمہ اور ضمانت دینے کا باب (اخلاص اور متابعت)	۳۰۴
[۶۴] اللہ تعالیٰ پر قسم کھانا	۳۰۸
[۶۵] اللہ تعالیٰ کو سفارشی کے طور پر مخلوق کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکتا (اللہ تعالیٰ کے کمال عظمت کی وجہ سے)	۳۱۲
[۶۶] نبی ﷺ کا گلشن توحید کی حناظت فرمان اور شرک کے راستوں کو بند کرنا (یہاں تک کہ الفاظ میں بھی)	۳۱۶
دوںیں قسم: خاتمه (ایک باب)	۳۱۸
[۶۷] اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهُ حَقّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعاً بَقَضَيْتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمَوَاتُ	۳۲۰
مَطْوِيَتُ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَعَنْلَى عَمَّا يُشَرِّكُونَ (اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہو گی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹھے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں) کا باب	۳۲۸
بقیہ نویں قسم اور خاتمه سے امتحان (۱۲ ابواب)	۳۳۲
فہرست	۳۴۹